تاریخ اسلام میں
عایشه کا کردار
2

یہ کتاب برقی شکل میں نشرہوئی ہے اور شبکہ الامامین الحسنین (علیہما السلام) کے گروہ علمی کی نگرانی میں تنظیم ہوئی ہے

تاریخ اسلام میں عایشہ کاکردار عہد امیر المومنین علیہ‌السلام

مو لف : سید مرتضی عسکری

مترجم : سید علی اختر رضوی گوپا لپوري طاب ثراہ

مقدمہ مترجم

محترم قارئین کے پیش نظر موجودہ کتاب "احادیث ام المومنین عائشہ "کا ترجمہ ہے، کتاب کا متن مشہور محدث علامہ مرتضی عسکری نے لکھا ہے۔

مولف کتاب کے مذہبی، معاشرتی و علمی خدمات اس قدر ہیں کہ دوست اور دشمن سبھی تحسین و ستائشے کرتے ہیں، جنکی تفصیل کیلئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

انہیں جناب کی علمی وثقافتی خدمات کا ایک نمونہ، احادیث ام المومنین عائشہ ہے، دانشور مولف نے اس کتاب میں عائشہ کے انکار و عقاید اور اوصاف و اخلاق کو بھرپور طریقے سے واضح کر کے ان کی نفسیات قارئین کے سامنے مجسم کردی ہیں عائشہ کے واقعی چہرے سے انھیں واقفیت ہو جاتی ہے۔

عائشہ کی حیات و زندگی پر مشتمل یہ کتاب ان کے زمانے میں پیش انے والے اہم واقعات و حوادث کا تجزیہ پیش کرتی ہے۔

لیکن محترم مولف کا اس کتاب لکھنے سے اصل مقصد یہ نہیں کہ عائشہ کے حالات زندگی لکھے جائیں، بلکہ بلند تر اور وسیع تر مقصد پیش نظر ہے، وہ چاہتے کہ وہ احادیث جو عائشہ سے مروی ہیں انکا تحلیل و تجزیہ کیا جائے، انکا صحت و سقم اور وقعت و اعتبار کی حدیں واضح کی جائیں۔

اس عمیق اور وسیع الذیل بحث سے قبل اس کتاب میں مقدمہ کے عنوان سے بعض ان تاریخی حوادث کا تذکرہ کیا گیا ہے جن میں عائشہ نے مداخلت کی، مولف نے ان کا تحلیل و تجزیہ کر کے اخلاقی حالت شخصیت اور جس راوی نے اسے بیان کیا ہے اسکا واقعی قیافہ پیش کیا ہے جس سے روایات کی قدر و قیمت اور عیار و میزان واضح ہوتا ہے۔

مولف محترم نے انھیں وقائع سے بھرپور حیات عائشہ کے تجزیے کو مقصد قرار دیتے ہوئے یہ کتاب لکھی ہے، اور انھیں متعدد فصلوں پر تقسیم کیا، ان میں حساس ترین مندرجہ ذیل تین قسمیں ہیں۔

۱۔ عائشہ، عثمان کے زمانے میں

۲۔ عائشہ، حکومت علی کے زمانے میں

۳۔ عائشہ، حکومت معاویہ کے زمانے میں

حصّہ اوّل کا ترجمہ، فاضل ارجمند جناب اقای سردارنیا کے قلم سے ہوا ہے، اور نقش عائشہ درتاریخ اسلام کے نام سے شائع ہوا، حصّہ دوم بھی مولف محترم کے حکم سے ترجمہ کیا گیا ہے، جو موجودہ کتاب کی شکل میں، قارئین کے پیش نظر ہے، اسکا تیسرا حصّہ بھی خدا کی مدد سے جلد ہی شائع کیا جائے گا_

اخر میں چند باتوں کی یاددہانی ضروری معلوم ہوتی ہے_

۱_ چونکہ اصل کتاب عربی میں ہے، فارسی داں حضرات میں چند ہی اس سے استفادہ کرسکتے تھے، فارسی زبان میں ترجمہ ہونے سے اسکی افادیت عام ہوگئي، اسکا مقصد ہی یہی ہے کہ تمام لوگ اس سے بہرہ مند ہوسکیں، اس لئے جہاں اصل مطلب میں ضرورت سمجھی گئي، توضیحی حواشی کا اضافہ کیا گیا، تاکہ وہ تمام لوگ بھی استفادہ کرسکیں جنھیں تاریخی اصطلاحات سے پوری اشنائي نہیں رکھتے_

۲_ مندرجہ بالا مقصد کے پیش نظر ترجمہ ء کتاب کے سلسلے میں ازاد اسلوب اختیار کیا گیا ہے_

۳_ ممکن حدتک مولف کے مقصد کا تحفظ کرتے ہوئے مطالب کو ایک دوسرے سے علحدہ کردیا گیا ہے، کہیں کہیں اصل کتاب کے مطالب میں اضافہ بھی کیا گیا ہے تاکہ قارئین کو تھکن کا احساس نہ ہو

۴_ اگر قارئین کرام درمیان مطالب تاریخی فقروں میں تکرار کا مشاہدہ کریں تو اسے عیب اور نقص نہ سمجھیں، کیونکہ اس کتاب کے محترم مولف نے محض ایک تاریخی تسلسل کے بیان پر اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ حوادث تاریخی کو واضح انداز ینٔبیان کرکے حقائق کو روشن اور نمایاں کریں، اس بلند مقصد کیلئے ناگریز تھا کہ حادثات و واقعات کے تسلسل کو تھوڑے فرق کے ساتھ مختلف اسناد کے پیش نظر متعدد کتابوں کے حوالے سے درج کئے جائیں، تاکہ تمام جزئیات سامنے اجائیں_

اسی وجہ سے اس کتاب میں بعض واقعات تاریخی کے مدارک و ماخذ کے اختلاف کی وجہ سے تکرار پیدا ہوگئي ہے، ظاہر ہے کہ یہ تکرار نقص یا عیب نہیں سمجھی جا سکتی بلکہ اس قسم کے اسلوب تحریر کو خوبی و اعتبار کے حساب میں رکھا جاتا ہے تاکہ جن حقائق کو پیش کیا جارہاہے وہ زیادہ سے زیادہ واضح ہوسکیں_

"واللہ ولی التوفیق و ھو یھدی السبیل"

محمد صادق نجمی_ ھاشم ہریسي

قم المقدسہ ۱۳۹۳ھ

مقدمہ مولف

ہمارے پیش نظر جو تحقیق و تجزیہ ہے اسکا مقصد نہ تو علم کلام کے درپئے ہونا ہے نہ فقہی یا تاریخی اور دوسرا کوئی مقصد واضح لفظوں میں کہا جائے کہ ہم نہینچاہتے کہ کسی گروہ کے عقائد وافکار کی تنقید کریں ، یا کسی دوسرے گروہ کے عقائد کے بارے میں صفائي دیں یا اسکی طرفداری کریں ، ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کسی کی ستائشے و تعریف اور دوسرے کی مذمت و بدگوئي کریں ۔

پھر ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ کوئي فقہی بحث چھیڑکے حکم قتل اسلامي اسلامی فقہ کے اعتبار سے تحلیل و تجزیہ کریں ، یہاں تک کہ ہمارا مقصد تاریخ نویسی بھی نہیں ہے کہ ہمیں اس بات کی ضرورت ہو کہ تمام تاریخی حوادث کو تفصیل سے نقل کریں ۔

بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ بعض تاریخی حوادث کو مدارک اصلی و اولین کو معتبر کتب تاریخ سے نقل کر کے قارئین کرام کے حوالے کردیں تاکہ ان کا مطالعہ کرکے عائشہ کی شخصیت اور واقعی قیافہ پہچان سکیں ، ان کے افکار و عقائد اور روحانی علامتوں کو سمجھ سکیں ،نتیجے میں ائندہ زیر بحث انے والی انکی روایات و احادیث کی قدر و قیمت اور اعتبار واضح ہو سکے گا ، اس طرح انکی احادیث کے تحقیق و تجزیے کی راہ ہموار ہوگی ۔

یہی وجہ ہے کہ ہم نے اس کتاب میں ان حوادث کو نظر انداز کیا ہے جو ہماری بحث و تحقیق سے ربط نہینرکھتے تھے ، صرف انھیں وقائع و حوادث تاریخی کو نقل کیا ہے جو میرے مقصد سے مربوط ہیں ، کیونکہ اس قسم کی واقعات نقل کرنے سے عائشہ کی عجیب اورپیچدار شخصیت اور انکا سیاسی و فکری تدبر نمایاں ہوتا ہے ، کہ وہ لوگوں کے افکار اپنی طرف مائل کرنے کی کسقدر مہارت رکھتی تھیں ، کسطرح دو خلفاء کے پائے حکومت کو متزلزل کرڈالا ، ان میں سے ایک (عثمان)کو قتل کرنے کا فتوی صادر کیا اور اپنا فتوی موثربنانے کی راہ ہموار کی ، کیونکہ اگر انھوں نے فتوی نہینڈیا ہوتا تو عثمان قتل نہ ہوتے ، خلیفہ کا خون بہانے اور مرتبہء خلافت کی ھتک و حرمت برباد کرنے کی جرائت نہ ہوتی ۔

پھریہ کہ انہوں نے کس طرح اپنی سیاسی سوجھ بوجھ سے عثمان کے قتل ہونے کے بعد تیزی کے ساتھ ، بڑی اسانی سے ، ان سے اپنی سابقہ دشمنی و عداوت کے لباس کو بدل کر ، ان کے خون کا بدلہ لینے اور طرفداری کرنے کا مظاہرہ کیا ۔ جی ہاں ۔ عائشہ ایسی ہی زیرک اور ماہر تھیں کہ انہوں نے واقعی قاتل سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور اپنے کو

ان کا طرفدار، اور قصاص لینے والا، متعارف کرایا انتہائی تعجب کی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے عثمان کے قاتلوں اور دشمنوں کو ان کے دوستوں اور فرزندوں کے ساتھ ایک ہی لشکرمین ایک ہی صف میں کھڑا کردیا، اسطرح عثمان کی خونخواہی کا لشکر ترتیب دیدیا۔

واقعی وہ بڑی مہارت رکھتی تھیں، کہ حضرت علی علیہ السلام قتل عثمان میں ذرہ برابر بھی شریک نہیں تھے، انھیں پر قتل کا الزام تھوپ دیا اور انھیں کو قاتل کی حیثیت سے متعارف کرایا، انکی وہ سابقہ عظمت و بزرگی جو انھیں اسلامی معاشرے میں حاصل تھی، انھیں یکسر حرف غلط بنا کر عوام کو ان کے خلاف بغاوت پر امادہ کردیا۔

جی ہاں، یہ بے نظیر سیاسی صلاحیت اور عجیب و غریب توانائي عائشہ ہی سے مخصوص ہے، جنکا نام تاریخ میں مشھورہ ہوگیا، اور برجستہ شخصیت تاریخی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ آج تک عائشہ کے بارے میں ان کے کردار کا صحیح طریقے سے تحلیل و تجزیہ نہیں کیا گیا ہے، نہ انکا واقعی قیافہ نمایاں کیا گیا ہے، اس بارے میں بہت سے حقائق سے پردہ نہیں اٹھایا جا سکا۔

اب میں خدائے تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ ہماری اس راہ میں مدد فرمائے، کہ میں اس تاریک گوشے کو واضح کرسکوں، ان حقائق سے پردہ اٹھا سکوں، عائشہ کی شخصیت جیسی کہ ہے، اسکی نشاندہی کرسکوں، تاکہ اس طرح انکی احادیث کی قدر و قیمت اور حدود و اعتبار معلوم ہوسکے۔

سید مرتضی عسکري

بیعت کے بعد

حساس ترین فراز

جس وقت عثمان قتل کر دئیے گئے، اور مسلمانوں کے تمام معاشرتی و سیاسی امور ان کے ہاتھوں میں واپس اگئے، خلیفہ کی بیعت ہونے کی وجہ سے انکی گردنیں محدود اور دوسرا منتخب کرنے کی راہ مسدود تھی، جب وہ اس سے رہائي پا گئے تو سب نے باہم حضرت علی علیہ السلام کی طرف رخ کیا آپ کے گرد ہجوم کرلیا کہ آپ کی بیعت کر کے آپکو خلیفہ منتخب کر لیں۔

طبری نے اس واقعے کو یوں لکھا ہے کہ:

رسول خدا (ص) کے اصحاب حضرت علی علیہ السلام کے سامنے اکر عرض کرنے لگے کہ یا علي مسلمانوں کے خلیفہ عثمان قتل کر دئے گئے، اور آج بھی تمام مسلمان ایک امام اور سرپرست کیلئے مجبور و ناچار ہیں، اور انکی سرپرستی کے لئے آپ سے زیادہ موزوں اور لائق تر ہم کسی کو نہیں جانتے، کیونکہ اسلام میں آپ کی سابقہ زندگی سب سے زیادہ مفید اور رسول خدا (ص) سے قرابت بھی سب سے زیادہ ہے۔

امیر المومنین نے انھیں جواب دیا:

نہیں، تم لوگ ہمیں یہ پیشکش ہر گز نہ کرو، خلافت میرے گلے مت منڈھو، کیونکہ میرے لئے خلیفہ کا مشیر اور وزیر، ہونا اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں کرسی خلافت پر ٹیک لگاؤں۔

اصحاب نے کہا: نہیں، خدا کی قسم، ہم آپ سے دستبردار نہیں ہونگے جب تک آپ ہماری قبول نہ کرلیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اب جبکہ میرے لئے تمھاری بیعت قبول کرلینے کے سوا چارہ نہیں، تو ہونا یہ چاہیئے کہ مراسم بیعت مسجد میں تمام مسلمانوں کی رضا و رغبت سے ظاہر بظاہر ہو۔

اس کے بعد طبری نقل کرتا ہے:

تمام مسلمانوں نے، جن میں طلحہ و زبیر بھی تھے، حضرت علی کے اس ہجوم کی شکل میں ائے اوریوں کہا:

یا علی ہم آپ کے پاس اسلئے ائے ہیں کہ آپ کی بیعت کریں، اور آپ کو خلافت و امامت کے لئے چن لیں۔

امیر المومنین نے ان لوگوں کے جواب میں فرمایا :

مجھ سے باز ائو، مجھے میرے حال پر چھوڑ دو ، کیونکہ مجھے خلافت و حکومت کی ضرورت نہیں ہے ، میں بھی تمھاری ہی طرح ایک مسلمان ہوں ، جسے بھی اس عہدے کیلئے مناسب دیکھو اسکے ہاتھ پر بیعت کر لو ، خدا کی قسم میں بھی اس پر راضی ہو جائوں گا ، اور تمھارے اس اقدام پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کروں گا ـ

لیکن وہ حضرت علی علیہ السلام کے ارشاد پر راضی نہ ہوئے ، انھوں نے بڑی سختی کے ساتھ زور دیتے ہوئے کہا :

یا علی ، خدا کی قسم ، ہم آپ کے سوا کسی کو بھی مسلمانوں کی رہبری و پیشوائي کے لئے منتخب نہ کریں گے ـ

اس کے بعد طبری لکھتا ہے :

عثمان کے قتل ہونے کے بعد عوام جتھ بنا کر اجتماعی شکل میں کئي مرتبہ حضرت علی کے پاس ائے ، اور ان سے تقاضہ کیا کہ مرتبہ خلافت کو قبول کر کے مسلمانوں کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں ، لیکن امیر المومنین نے ان لوگوں کے تقاضوں کا اثبات میں جواب نہیں دیا ، انکی خواہش پوری نہیں کی ، مسلمانوں نے اخری بار ان کے پاس اکر کہا کہ ، یا علی ، اگر خلیفہ کے انتخاب و تعین کا معاملہ اس سے زیادہ طول پکڑے گا تو مسلمانوں کے انتظامی معاملات چوپٹ ہو جائیں گے ، اس صورتحال میں آپ جیسے لائق سر پرست کیلئے لازم ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں کے امور کی اصلاح فرمائیں ، انکی اجتماعیت کی طوفان زدہ کشتی کو نجات و رہبری کے ساحل پر لگائیں ، اب یہاں پر حضرت علی نے لوگوں کو مثبت اور کارگر جواب دیا آپ نے فرمایا :

تم لوگوں نے حد سے زیادہ میرے اوپر دبائو ڈالا ، حد سے زیادہ اصرار کیا ، میرے سوا کسی کو قبول کرنے پر امادہ نہیں ہو ، تو اب میری بھی ایک پیشکش ہے ، اگر تم لوگوں نے اسے قبول کیا تو میں بھی تم لوگوں کی بیعت قبول کرنے پر امادہ ہوں ، ورنہ کبھی تم لوگوں کی بیعت قبول نہ کروں گا ، نہ خلافت کا سنگین بوجھ کاندھے پر لونگا ـ

انہوں نے کہا: یا علی ، آپ جو فرمائیں ہمیں جان و دل سے قبول ہے ، پھر سارے عوام مسجد کی طرف چلے ، وہاں مجمع ہوا ، حضرت علی بھی مسجد میں تشریف لائے ، منبر پر جاکر اسطرح گفتگو شروع کی ـ

اے لوگو میں نہیں چاہتا کہ کرسی خلافت پر بیٹھوں اور تم پر حکومت کروں ، لیکن اخر کیا کروں ؟ تم لوگ مجھے

نہیں چھوڑتے میرے کاندھے پر یہ سنگین بوجھ ڈالنا ہی چاہتے ہو ۔
میںپہلے سے تم لوگوں کے سامنے یہ خاص بات رکھ دینا چاہتا ہوں اور تم سے اس پر عہد لینا چاہتا ہوں کہ میری خلافت کے دوران یہ دو باتیں سختی سے عملی جامہ پہن لینگی کہ :

۱ ۔ طبقاتی امتیازات ختم ہو جائیں گے ۔

۲ ۔ تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات کا سختی سے نفاذ ہو گا ، ہاں ، میری خلافت کے زمانے میں اس قانون کو عام ہونا چاہیے ،یہاں تک کہ میں بھی ، جو تمھارا حاکم ہوں ، تمھارا بیت المال اور دولت کے تمام اختیارات میرے قبضے میں ہیں ، میں بھی حق نہیں رکھتا کہ دوسرے لوگوں کے حقوق سے ایک درہم زیادہ لے لوں ، پھر امام نے مزید فرمایا ، اپنی حرص و طمع کے دانت کند کرلو ، کسی قسم کے معاشرتی امتیاز کی توقع نہ رکھو ، مجھ سے اضافی حقوق نہیں لے سکو گے ، کیا تم لوگ ان متذکرہ شرائط پر میری خلافت سے راضی ہو ؟ سب نے ایک زبان ہو کر کہا ، ہاں ، یا علي

اس وقت امیر المومنین نے دعا کی ، خدایا تو اس عہد پر گواہ رہنا ، اسکے بعد مسلمانوں کے ہاتھ بیعت کیلئے بڑھنے لگے اور مراسم بیعت شروع ہوئے [(۱)]

بلاذری کہتا ہے: گروہ در گروہ مسلمان تیزی اور کامل اشتیاق کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھنے لگے ، وہ یہ بھی نعرے لگا رہے تھے ، ہمارے علی امیر المومنین ہیں ہمارے علی امیر المومنین ہیں ، ہمارے علی امیر المومنین ہیں ۔

یہ نعرے لگاتے ہوئے علی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے اور کہا :

یا علی ، آپ خود بہتر جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے حاکم ہونا ضروری ہے ، ہم نے بھی آپ کو اپنا پیشوا ، امام بنایا ہے اب ہم ائے ہیں تاکہ آپ کی بیعت کریں اور اسلامی خلافت کے معاملات و حالات آپ کے حوالے کریں ۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان کے جواب میں فرمایا :

خلیفہ اور امام کا انتخاب صرف تمھارے اجتماع سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا ، بلکہ ان لوگوں کو بھی شریک ہونا چاہیئے

---

۱ ۔ طبری ج ۵ ص ۱۵۲ ، کنزل العمال ج ۳ ص ۱۶۱ ، ترجمہ فتوح ابن اعثم ج ۲ ص ۲۴۳

جو جنگ بدر میں شامل تھے، یا جنھیں سبقت اسلامی کا شرف حاصل ہے، انھیں کی رائے اور مشورے سے خلیفہ متعین ہوتا ہے۔

جس وقت حضرت علی علیہ السلام کی بات بدری صحابہ کے کانوں میں پڑی وہ تمام لوگ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے۔

یا علی ہم نے آپ کو منتخب کیا، ہاں، آپ ہی کو۔

کیونکہ آپ کے ہوتے کسی کے لئے خلافت سزا وار نہیں، اور اس جگہ کے لئے آپ سے زیادہ بہتر اور موزوں دوسرا کوئی شخص نہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب انکی بات سنی اور انکی رائے حاصل کر لی تو منبر پر تشریف لے گئے، اور لوگوں کو خبر دار کیا کہ میں نے خلافت قبول کر لی ہے، مسلمانوں کے ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھنے لگے اور مراسم بیعت کا اغاز ہو گیا، طلحہ پہلے شخص تھے جنھوں نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی، اتفاق سے ان کا ہاتھ شل تھا، کہتے ہیں کہ اس عیب پر حضرت علی علیہ السلام نے بدشگونی سمجھی اور فرمایا، دیر نہیں گذرے گی کہ یہ اپنا عہد توڑ ڈالے گا [۲]

لیکن طبری نقل کرتا ہے کہ، جس وقت طلحہ نے حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کی حبیب بن ذویب نے دیکھ کر کہا، یہ بیعت پوری نہ ہو گی کیونکہ پہلا ہاتھ جو بیعت کیلئے بڑھا ہے ناقص اور معیوب ہے [۳] لیکن جو بھی صورت ہو، مدینے والے اس بیعت کو طلحہ کے مشلول ہاتھ کی وجہ سے بدشگونی سمجھ رہے ہوں لیکن عائشہ نے اس کو نیک شگونی خیال کیا، اور خوشحال ہو کر کہا کہ اب مدینے والے طلحہ کے اس ناقص ہاتھ پر بیعت کر کے انھیں کو خلیفہ منتخب کریں۔

۲_ انساب الاشراف ج ۱ ص ۷۰، حاکم ج ۳ ص ۱۱۴

۳_ طبری ج ۱ ص ۱۵۳

جب فرمان قتل، انتقام میں بدل گیا

خلافت عثمان کے اخری ایام میں عائشہ حالات خلافت سے سخت کبیدہ خاطر ہو گئي تھیں، کیونکہ دو خلافتوں کے زمانے میں وہ جن حالات سے بہرہ مند تھیں، ان سے قطعی محروم ہو چکی تھیں، یہی وجہ تھی کہ عائشہ نے مخالفت عثمان کا پرچم بلند کیا تھا، اس مہم میں جٹ گئیں، شہروں شہروں خطوط لکھے تاکہ عثمان کے روش سے مسلمانوں میں جو برہمی

ہے وہ شورش اور انقلاب کا روپ دھار لے جب اتش فتنہ مشتعل اور اپنے کو کامیاب دیکھا تو مکّہ کی راہ لی وہیں سکونت پذیر ہو گئیں اور ہر لحہ قتل عثمان اور بیعت طلحہ کا انتظار کرنے لگیں۔

اس سلسلے میں طبری لکھتا ہے:

ایک دن اخضر نام کا شخص مدینے سے مکّہ گیا، عائشہ نے اسے دیکھ کر پوچھا مدینے کا کیا حال ہے؟

اخضر نے جواب دیا، عثمان نے مصر والوں کو قتل کر ڈالا

عائشہ چلّائیں، اناللہ وانا الیہ راجعون، واقعی اب عثمان نے اپنی سرکشی اس حد کو پہونچا دی ہے کہ جو لوگ، اپنے حق کے لئے ظلم کے خلاف کھڑے ہوئے ہیں انھیں قتل کر ڈالتا ہے؟ خدا کی قسم میں اس ظلم و زیادتی پر کبھی راضی نہیں ہوں گی؟

اس کے بعد ایک دوسرا شخص ایا، عائشہ نے اس سے بھی پوچھا تم نے مدینے کے کیا حالات دیکھے؟

اس نے جواب دیا، مصر والوں نے عثمان کو قتل کر ڈالا، عائشہ نے کہا، کتنی حیرت کی بات ہے کہ اخضر نے قاتل کو مقتول سمجھ لیا تھا، اسی تاریخ سے عربی زبان میں یہ کہا وت بنگئي کہ فلاں شخص تو اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا ہے۔

بلاذری لکھتا ہے:

جس وقت قتل عثمان کی خبر مکے میں عائشہ کو ملی تو حکم دیا کہ مسجدالحرام میں ضمیہ لگایا جائے، انھوں نے خیمے میں جا کر یہ خطبہ دیا۔

اے لوگو، سمجھ لو کہ میں عثمان کی روش کی وجہ سے پیش گوئي کرتی ہوں کہ وہ ایک دن اپنی قوم اور مسلمانوں کے ہاتھوں بد بختی کا شکار ہوگا، جسطرح ابو سفیان جنگ بدر میں اپنی قوم کے ہاتھوں بد بختی کا شکار ہوا۔ (۴)

۴_ انساب ج۵ ص ۹۱، کنز العمال ج۳ ص ۱۶۱

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جس وقت عثمان کی خبر مکے میں عائشہ کو ملی تو کہا ، عثمان رجعت خدا سے دور ہو ، وہ اپنے کالے کرتوتوں کی وجہ سے تباہی گھاٹ لگا ، کیونکہ خدا تو کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا ۔

کبھی کہتیں ، خدایا اسے اپنی رحمت سے دور کر دے اسکے گناہوں کی وجہ سے ورطۂ ہلاکت میں جھونک دے ، اسطرح وہ اپنے کیفر کردار کو پہونچ گیا ، اے لوگو ، قتل عثمان کی وجہ سے تم ہرگز غمگین نہ ہو ، قوم ثمود کا احمر جس نے ناقہء صالح پئے کیا تھا اور قوم ثمود کو ہلاکت میں ڈالا تھا ، عثمان بھی اسی طرح تمھارے درمیان باعث فساد و اختلاف نہ بن جائے اگر عثمان قتل ہو گیا تو یہ لو ، یہ طلحہ موجود ہے ، یہ تمام لوگوں میں سب سے لائق اور بہتر شخص ہے ، اسی کی بیعت کر لو اور اختلاف و تفرقہ سے بچو ۔

عائشہ ان باتوں کے بعد جس قدر جلد ممکن ہوا تیزی سے مدینے کی طرف چلیں ، راستے بھر مدینے کے اوضاع و حالات کا پتہ لگاتی رہیں ، لیکن طلحہ کے خلیفہ ہونے میں ان کو ذرا بھی شک و شبہ نہ تھا [۵]

عائشہ نے مدینے کی راہ تیزی سے طئے کی وہ اس فکر میں غلطاں تھیں ، وہ بدبداتی رہیں ۔

(عثمان وہی یہودی شخص ، عثمان اپنی عیاریوں اور حماقتوں کا مجموعہ ، رحمت خدا سے دور ہو عثامن کو الگ کرو ۔ مجھ سے طلحہ کی بات کرو ، وہی جو میدان جنگ کا شیر ہے ، میرے چچیرے بھائی طلحہ کی بات مجھ سے کرو ، اے طلحہ کیا کہنا تمھارے بآپ کا جس نے تمھارے جیسا فرزند پیدا کیا لوگوں نے بڑا اچھا انتخاب کیا ہے ، انھوں نے صرف طلحہ کو خلافت کیلئے مناسب سمجھا ، اسی کو خلافت کے لئے منتخب کیا ، ہاں صرف وہی اسکے لائق بھی ہے ، گویا دور سے میری انکھیں دیکھ رہی ہیں کہ لوگ بڑھکر اسکی بیعت کر رہے ہیں ، میری سواری تیز ھنکائو ، تیز ھانکو تاکہ میں اسکے پاس پہونچ جائوں)

عائشہ اسی غوطے میں تھیں ، مدینے کی راہ طئے کر رہی تھیں کہ اثنائے راہ عبید بن ام کلاب [۶] کا سامنا ہوا ، وہ مدینے سے ارہا تھا ، اس سے پوچھا ، اے عبید مدینے کی کیا خبر ہے ؟

---

۵ ۔ کیونکہ طلحہ خلیفہ اول کے چچیرے بھائی تھے ، اس خاندان کے ہونے کی وجہ سے خلافت سے قربت حاصل تھی ، لیکن عائشہ نے رسول (ص) کے چچیرے بھائی کے بارے میں یہ رائے ظاہر نہیں کی

۶ ۔ عبید قبیلہ لیث کی فرد تھا ، اسکا عائشہ سے مکالمہ اکثر مورخوں نے لکھا ہے ، جیسے طبری ج ۵ ص ۱۷۲ ، ابن اثیر ج ۳ ص ۸۰ ، طبقات بن سعد ج ۴ ص ۸۸ ، کنز العمال ج ۳ ص ۱۶

عبید نے جواب دیا، لوگوں نے عثمان کو قتل کرڈالا، اور اٹھ دن بغیر سرپرست رہے۔

عائشہ نے جھٹ سے پوچھا، اسکے بعد کیا ہوا؟

xعبید نے کہا خدا کا شکر کہ بخیر و خوبی کام انجام پا گیا، مسلمانوں نے پوری دل جمعی اور ایک دل و زبان ہو کر علی بن ابی طالب کی بیعت کرلی، انھیں کو امام منتخب کر لیا۔

عائشہ نے کہا، خدا کی قسم، اگر خلافت کا معاملہ علی کے حق میں تمام ہوا ہے تو اسمان پھٹ پڑے، اے عبید تجھ پر افسوس ہے، ذرا غور تو کر، تو کیا کہہ رہا ہے؟

عبید نے کہا: اے عائشہ، اطمینان رکھیئے، واقعہ ایسا ہی ہے، جیسا میں نے بیان کیا۔

عبید کی بات سنتے ہی عائشہ نے صدائے فریاد بلند کی، وہ زور زور سے چلانے لگیں، ہائے واویلا کرنے لگیں عبید نے کہا، اے عائشہ تم علی کی بیعت سے نالاں اور خفا کیوں ہو، خلافت علی سے خوش کیوں نہیں ہو، علی تو خلافت کیلئے سب سے زیادہ سزاوار اور لائق ہیں، علی ہی میں جن کے فضائل و مناقب کا کوئی پا سنگ نہیں

ابھی عبید کی بات یہیں تک تھی کہ عائشہ نے چلاکر کہا، مجھے واپس لے چلو، جتنی جلدی ہو سکے مجھے واپس لے چلو، اسطرح وہ مکہ واپس چلی گئیں، لیکن اپنا پہلا نعرہ جن میں قتل عثمان کا فرمان صادر کیا تھا، اب بدل دیا تھا، اب وہ کہہ رہی تھیں، خدا کی قسم عثمان بے گناہ اور مظلوم قتل کئے گئے ہیں، مجھے ان کے انتقام کیلئے اٹھنا چاہیئے، قیام کرنا چاہیئے۔

عبید نے کہا: اے عائشہ، مجھے سخت حیرت ہے کہ آپ کل تک عثمان کے کفر کا فتوی صادر کرتی تھیں، قتل کا حکم دیتی تھیں، اسکا نام بڈھا یہودی رکھ چھوڑا تھا، کتنی جلدی آپ اپنی بات سے پلٹ گئیں کہ آج عثمان کو مظلوم اور بے گناہ کی حیثیت سے متعارف کرا رہی ہیں؟

عائشہ نے کہا، ہاں عثمان ایسے ہی تھے، لیکن انھوں نے خود توبہ کر لی تھی، یہ عوام تھے جنھوںنے ان کی توبہ پر توجہ نہ کی انھیں بے گناہ قتل کر دیا، جانے دو ابھی بھی ان باتوں کو، تمھیں میری گذشتہ باتوں سے کیا سروکار؟ جو کچھ میں آج کہہ رہی ہوں اسے مانو، آج کی میری بات کل سے بہتر ہے۔

عبید نے عائشہ کی بات پر یہ چند اشعار کہے:

فمنك البداء و منك الغير
ومنك الرياح و منك المطر

وانت امرت بقتل الامام
و قلت لنا انه قد كفر

فهبنا اطعناك فی قتله
و قاتله عند نامن امر

ولم يقسط السقف من فوقنا
ولم تنكسف شمسناوالقمر

وقد بايع الناس تد راء
بذ يل الشباو يقيم الصعر

ويلبس للحرب اثوابها
ومامن وفی مثل من قدغد ر

اے عائشہ ، ان تمام اختلافات و انقلابات کا سرچشمہ تمہیں ہو ، تمام لرزہ خیز طوفانوں اور فتنوں کو تمہیں نے پیدا کیا _ تمہیں نے قتل عثمان کا فرمان صادر کیا ، تمھیں نے کہا کہ وہ کافر ہو گیا ہے ، اگرچہ ہم نے تمھارے حکم سے عثمان کو قتل کیا لیکن در اصل عثمان کی قاتل تم ہو ، کہ تم نے قتل کا حکم دیا _

اے عائشہ ، نہ تو اسمان پھٹ پڑا نہ چاند سورج گہنائے بلکہ لوگوں نے ایک عظیم انسان کی بیعت کرلی ، وہ بہادر مرد جو جنگی لباس زیب تن کرتا ہے ، اور سرکش اور خود پسند لوگوں کی گردن اینٹھتا ہے ، کیا وہ شخص کہ جو وفادار ہو ، وہ اس کے مانند ہو سکتا ہے جو غدار ہو ؟

اسکے بعد عائشہ مکہ واپس چلی گئیں اور مسجد الحرام میں اپنا اونٹ بیٹھایا اور اپنے کو چھپا کر حجر الاسود کی طرف بڑھیں ، اسی ھنگام لوگوں نے چاروں طرف سے ان کو گھیرے میں لے لیا _ جب عائشہ نے اپنے گرد بڑا مجمع دیکھا تو انھیں مخاطب کر کے کہا :

اے لوگو مظلوم عثمان کو قتل کر دیا گیا ، مجھے بھی انکی مظلومیت پر رونا چاہیئے ، خدا کی قسم ، ان کے خون کا انتقام ضرور لوں گی _

کبھی کہتی تھیں :

اے قبیلۂ قریش علی نے عثمان کو قتل کرادیا ، عثمان وہ تھے جنکی ایک رات علی کی تمام زندگی سے بہتر تھی ابو مخنف نے بھی اس روآیت کو نقل کر کے کہا ہے :

جب عائشہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے علی کی بیعت کرلی تو صدائے فریاد بلند کی ، ناس جائے ان لوگوں کا خلافت کو قبیلۂ تیم [۷] میں واپس نہیں کررہے ہیں ؟ [۸] _

۷_ تیم عائشہ اور ان کے خاندانی ادمی طلحہ کا قبیلہ

۸_ شرح نہج البلاغہ

بیعت توڑنے والے

عام طور سے تمام مسلمانوں نے جان و دل سے حضرت علی علیہ السلام کو خلافت کے لئے چن لیا، ان کی بیعت بھی کر لی، سوائے چند نفر کے، جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، جیسے عبداللہ بن عمر، محمدبن مسلم، اسامہ بن زید، حسان بن ثابت اور سعدبن ابی وقاص ۔

حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں سے دو افراد عماریاسر اور مالک اشتر نے ان سے اس بارے میں گفتگو کی۔

عمار نے کہا: اے امیرالمومنین، عام مسلمانوں نے تو آپکی بیعت کر لی سوائے ان لوگوں کے جو انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، آپ خود انھیں بیعت کرنے کیلئے بلایئے شاید آپ کی بات مان لیں، اور صحابہ کی روش اور مہاجر و انصار کے رویّے سے روگردانی نہ کریں، مسلمانوں کے اجتماع سے الگ نہ ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے عمار جو شخص میری پھیلی ہوئی اغوش میں نہ اے اور دل و جان سے میری بیعت نہ کرے مجھے اسکی ضرورت بھی نہیں۔

مالک اشتر نے عرض کی، یا امیر المومنین، ان میں سے بعض سر پھرے اگرچہ سبقت اسلامی بھی رکھتے ہیں، لیکن صرف سابق الاسلام ہونا بیعت سے روگردانی کو جائز نہیں بنا سکتا، خلیفہ معین کرنا تو انتہائي حسّاس موضوع ہے، بڑا اہم ہے، اسکی مخالفت اجتماعیت سے انحراف ہے، انھیں بھی دوسروں کی طرح بیعت کرنی چاہیئے اور مسلمانوں میں تفرقہ و اختلاف نہیں پیدا کرنا چاہیئے ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے اشتر، میں ان لوگوں کے خیالات کے بارے میں تم سے زیادہ جانتاہوں، اگر انھیں کے حال پر چھوڑ دوں تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ بیعت کے لئے مجبور کروں، انھیں منحرفین میں سعد بن ابی وقاص بھی تھا، اس نے حضرت علی کی خدمت میں اکر کہا:

یا علی، خدا کی قسم مجھے اس بارے میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ آپ مرتبہ خلافت کے سب سے زیادہ لائق اور موزوں ہیں، لیکن کیا کروں، مجھے بھرپور یقین ہے کہ دیر نہیں گذرے گی کہ کچھ لوگ اسی خلافت کے لئے جسے آپ کے حوالے کیا ہے آپ سے شدید نزاع و اختلاف کریں گے، بات خونریزی تک پہونچے گی۔

میں آپ کی اس شرط پر بیعت کر سکتا ہوں کہ زبان کی تلوار آپ میرے اختیار میں دیدیں تاکہ جو بھی قتل کا

سزاوار ہو مجھے متعارف کرادے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اسکے جواب میں فرمایا: اے سعد

مسلمانوں نے میرے باتوں پر اس شرط سے بیعت کی ہے کہ میں کتاب خدا اور سنت رسول کے مطابق عمل کروں، کیا میں نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے کہ تم میری مخالفت کررہے ہو؟

تم بھی ازاد و مختار ہو کہ اسی شرط کے مطابق میری بیعت نہ کرو اور اجتماعیت سے الگ رہو[۹] ان متذکرہ افراد کے علاوہ کچھ بنی امیہ کے لوگوں نے بھی علی کی بیعت نہیں کی۔

مشہور مورخ یعقوبی لکھتا ہے کہ ان چند منحرفین میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

مروان بن حکم، سعیدبن عاص، ولیدبن عقبہ یہ لوگ بھی حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ائے، ان میں تیز طرار ولید تھا اس نے حضرت علی سے عرض کیا۔

یا علی، آپ نے ہم سب کو اچھی طرح کوٹ ڈالا، ہماری کمریں توڑ ڈالیں، میں ہی ہوں کہ بڑے افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ نے میرے باپ کو جنگ بدر میں قتل کیا۔

سعید کے باپ کو بھی آپ نے قتل کیا جو قریش کا با اثر تھا، اسکے قتل سے آپ نے قبیلہء قریش کی کمر توڑی۔ اور یہ جو مروان ہے، اسکے باپ کی بھی مذمت کی، ہمیں اور اسکے باپ کی برائي بیان کر کے ہمارے کلیجے چھلنی کئے، جس دن عثمان نے اس پر احسان اور صلۂ رحمی کا برتاؤ کیا، اسکے حقوق میں اضافہ کیا تو آپ نے اس پر عثمان کی لے دے مچائي، ان پر سخت نکتہ چینی کی، ان تمام گرہوں اور خفگیوں کے باوجود ہم آپ کی بیعت کرنے کو تیار ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھ ہم لوگوں سے خلافت عثمان کے زمانے میں غلطیاں ہوئي ہیں، ان کو نظر انداز فرمایئے، ہم نے مسلمانوں پر جو ظلم و ستم کئے ہیں انھیں بھول جایئے، ہم نے مسلمانوںکے مال و دولت کو لوٹا ہے انھیں واپس نہ لیجئے۔ دوسرے یہ کہ قاتلان عثمان کو سزا کے طور پر قتل کیجئے۔

یہ تھا خلاصہ بنی امیہ کے تیز طرار شخص کی بات کا۔

۹۔ ترجمہ فتوح اعثم ص ۱۶۳

حضرت علی علیہ السلام ان کی باتیں سنکر غضبناک ہوئے، آپ کے چہرے پر اثار غضب صاف دیکھے جاسکتے تھے، آپ نے فرمایا، تم نے یہ جو کہا کہ میں نے تمھارے باپ اور بزرگوں کو قتل کیا ہے تو انھیں میں نے نہیں قتل کیا ہے، بلکہ انکی حق سے مخالفت اور دشمنی نے قتل کیا ہے، شرک و بت پرستی کی طرفداری نے قتل کیا ہے۔

تم نے جو مجھے پیشکش کی ہے کہ ہم نے بیت المال سے بہت بڑی دولت لے لی ہے، بے حساب مال لوٹا ہے، تم سے نہیں لوں تو سن لو کہ اس بارے میں بھی ہمارا عدالت و انصاف ہی کارفرما ہوگا، عدالت کا جو بھی تقاضہ ہوگا میں اسی کے مطابق برتائو کروں گا، تم نے دوسری پیشکش کی ہے کہ عثمان کے قاتلوں کو قتل کروں اگر میں آج انھیں قتل کردوں تو ایک بہت بڑی داخلی جنگ مسلمانوں کے درمیان چھڑ جائے گی۔

امیر المومنین نے مزید فرمایا: یہ بہانہ ختم کرو، جو کہتا ہوں اس پر کان دھرو، یہی تمھارے حق میں مفید ہے، میں تمھیں کتاب خدا اور سنت رسول کی طرف بلا رہا ہوں، حق کو قبول کرو اور باطل سے دور ہوجائو، کیونکہ اگر کسی کی زندگی سایہ حق و عدالت میں اسکے لئے تلخ ہو اور باطل کے سائے میں تو اور بھی تلخ ہوگی، یہی ہے میری اخری بات، دل چاہے مانو، اور دل چاہے تو اپنے خیالات کی پیروی کرو، جہاں جی چاہے چلے جائو۔

مروان نے کہا:

ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں، آپ کے ساتھ ہیں تا کہ اسکے بعد کیا گذرتی ہے [۱۰]

طلحہ و زبیر نے بیعت توڑي

طلحہ اور زبیر کافی عرصے تک ایک افت اور دنیائے اسلام پر حکومت کرنے کی ارزو دل میں رکھتے تھے لیکن سب کا خیال علی کی طرف تھا اور لوگ صرف انھیں کو اس مرتبے کے لائق سمجھتے تھے انھیں کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے یہی وجہ تھی کہ یہ دونوں خلافت کی ارزو سے منھ موڑ کر حضرت علی کی بیعت کرنے پر امادہ ہوئے، آپ کی بیعت کرنے میں بظاہر سب پر سبقت کی کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ بیعت کر کے خلیفہ کی توجہ اپنی طرف مائل کر لیں

۱۰_ تاریخ یعقوبی ج۲ ص ۱۲۵، مسعودی فصل بیعت علی ترجمہ فتوح بن اعثم ص ۱۹۳ _ ۱۹۴

تاکہ اسی راستے حساس عہدے ان کے ہاتھ اسکیں اور حکومت میں زیادہ سے زیادہ حصہ بٹور سکیں لیکن جب خلاف توقع حضرت علی نے ان لوگوں کو بھی سارے مسلمان افراد کیطرح یکساں اور برابر قرار دیا ، ان کے لئے ذرہ برابر بھی امتیاز نہیں برتا تو ان کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا اور ان کا تیر نشانہ پر نہیں لگ سکا _

طلحہ اور زبیر کی بے جا توقع کو یعقوبی نے اس طرح لکھا ہے :

طلحہ و زبیر حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں اکر بولے ، یا علی ہم لوگ رسول (ص) خدا کے بعد ہر عہدے اور مرتبے سے محروم رکھے گئے ، ہمیں کوئی حصہ نہیں دیا گیا ، اب جبکہ خلافت آپ کے اختیار میں ائی ہے تو ہمیں امید ہے کہ ہم دونوں کو بھی خلافت کے معاملات میں شریک و سہیم قرار دینگے اور کوئی حکومت کا حساس عہدہ ہمارے اختیار میں دیدینگے _

حضرت علی علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ تم اس پیش کش سے باز ائو ، کیونکہ اس سے بالاتر مرتبہ کیا چاہتے ہو کہ میری حکومت و توانائی کو سختیوں اور مصائب میں میرا سہارا ہو اس حکومت کے استحکام تمھارے رویّے میں منحصر ہے کیا اس سے بھی بالاتر اور بہتر مرتبہ کسی اور مسلمان کیلئے ممکن ہے ؟(۱۱)

مورخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت علی نے یمن کی حکومت طلحہ کو دی اور یمامہ اور بحرین کی حکومت پر زبیر کو مامور کیا ، جس وقت آپ نے حکومت کا منشور اور عہد نامہ انھیں دینا چاہا تو ان دونوں نے کہا :

اے امیر المومنین آپ نے ہمارے ساتھ صلہ رحم فرمایا اور رشتہ داری کا حق ادا کردیا _ حضرت علی علیہ السلام نے فوراً وہ عہد نامہ ان سے لے لیا اور فرمایا کہ میں ہر گز صلہ رحم کے طور پر یا رشتہ داری کا حق ادا کرنے کیلئے مسلمانوں کے اختیارات کسی کو نہیں دیتا ہوں _

طلحہ و زبیر حضرت علی علیہ السلام کے اس سلوک سے غصّہ ہو گئے ، انھوں نے کہا یا علی دوسروں کو ہم پر ترجیح دیتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں ہمیں ذلیل کرتے ہیں _

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : کہ تم لوگ ریاست و حکومت کیلئے حد سے زیادہ والہانہ پن کا مظاہرہ کر رہے ہو ، میرے خیال میں حریص اور ریاست طلب افراد اس کام کیلئے ہر گز موزوں نہیں ہیں کہ مسلمانوں پر حکومت کریں اور

۱۱_ یعقوبی فصل بیعت علی ص ۱۲۶

ان کے اختیارات حوالے کیلئے جائیں (۱۲)

طبری اس سلسلے میں یوں لکھتا ہے :

طلحہ و زبیر نے حضرت علی علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ کوفہ اور بصرہ کی حکومت انھیں دیدیں ، حضرت علی علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ اگر تم دونوں میرے پاس رہو اور خلافت و حکومت کو رونق بخشو تو اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے کہ دور دراز علاقوں میں جائو اور مجھ سے جدا رہو ، کیونکہ میں تم لوگوں کے فراق سے احساس تنہائي اور دکھ محسوس کرونگا (۱۳)

جیسا کہ کہا گیا حضرت علی نے طلحہ و زبیر کی خواہش کے مطابق عہدہ و منصب ان کے حوالہ نہیں کیا اور معاملہ خلافت میں اپنے ساتھ حصّہ دار اور شریک بھی قرار نہیں دیا ، یہ پہلی وجہ تھی کہ طلحہ و زبیر خلافت سے ناراض ہو گئے اور اسی بات نے انھیں حکومت سے رنجیدہ بنایا کہ نتیجہ میں انھوں نے بیعت توڑدی اور اخری جنگ جمل واقع ہوتی ـ

دوسری وجہ جو طلحہ و زبیر کے بیعت توڑنے کی باعث ہوئي اور انھیں میدان جنگ میں کھینچ لائي ، یہ تھی کہ حضرت علی علیہ السلام بیت المال کو تمام مسلمانوں کے درمیان مساویانہ تقسیم کرتے تھے ، اور کسی شخص کے بھی خصوصی امتیاز کے قائل نہیں تھے یہاں تک کہ طلحہ و زبیر بھی اس قانون سے مستثنی نہیں تھے ، لیکن یہ مساوات کی روح اور عادلانہ رویّہ ان دونوں کو ہضم نہ ہوسکا اور یہ لوگ بات کو برداشت نہ کرسکے ،یہاں تک کہ ان لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام پر شدّت کے ساتھ اعتراضات کئے اور مساوات کے خلاف ریشہ دوانیوں پر امادہ کیا ـ

ـ ابن الحدید کہتا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے بیت المال کو مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا اور ہر شخص کو تین دینار عطا کیا ، زمانہ خلافت عمر اور عثمان کے بر خلاف حضرت علی علیہ السلام نے تمام عرب و عجم کے مسلمانوں کو برابر و یکساں قرار دیا ـ

ـ طلحہ و زبیر نے حضرت علی علیہ السلام کی اس مساوات پر اعتراض کرتے ہوئے اس عادلانہ بٹوارے کی مخالفت کی ، اور اپنا حصہ نہیں لیا ـ

ـ حضرت علی علیہ السلام نے انھیں اپنے پاس بلایا بلاکر پوچھا اللہ کو حاضر و ناظر جان کر بتائو کہ تم ہی لوگ میرے پاس

۱۲ـ رسول اللہ نے بھی حریص اور ریاست طلب افراد کو کوئي منصب اور عہدہ حوالہ نہیں کیا ، صحیح بخاری ج ۴ ص ۱۵۶ ، صحیح مسلم ج ۵ ص ۶

۱۳ـ طبری ج ۵ ص ۱۵۳ ، تاریخ ابن کثیر ج ۷ ص ۱۲۷ ـ ۱۲۸

نہیں ائے تھے اور مجھ سے مطالبہ نہیں کیا تھا کہ خلافت کی باگ دوڑ اپنے ہاتھ میں لے لیجئے حالانکہ میں اسے قبول کرنے سے انکار کر رہا تھا اور میں نے سخت ناپسندیدگی کا مظاہرہ کیا۔

۔جی ہاں

۔کیا تم لوگوں نے بغیر زور زبردستی کے خود اپنے ہی اختیار سے میری بیعت نہیں کی تھی اور خلافت و حکومت کے معاملات میرے حوالے نہیں کئے تھے

۔جی ہاں

۔پھر اخر کون سی میرے اندر ناپسندیدہ بات تم نے دیکھی کہ میرے اوپر اعتراض کر رہے ہو اور میری مخالفت کر رہے ہو

۔یا علی آپ خود بہتر جانتے ہیں کہ میں تمام مسلمانوں کے مقابلے میں سابق الاسلام ہوں اور صاحب فضیلت ہوں، ہم نے اس امید پر آپ کی بیعت کی تھی کہ میرے مشورہ کے بغیر معاملات حکومت کے اہم کام نہیں کیجئے گا لیکن اب ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے مشورہ کے بغیر اہم کام کر رہے ہیں اور بغیر ہماری اطلاع کے بیت المال مساویانہ تقسیم کر رہے ہیں

۔اے طلحہ و زبیر؟ تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اعتراض کر رہے ہو اور اہم امور و مصالح سے چشم پوشی کر رہے ہو، اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو شاید اللہ تمھاری توبہ قبول کر لے۔

۔اے طلحہ و زبیر مجھے بتائو تو کہ کیا میں نے جو تمھارا واجبی حق ہے، اس سے محروم رکھا ہے، تم پر ظلم و ستم روا رکھا ہے۔

۔معاذاللہ آپ سے کوئی ظلم نہیں ہوا ہے۔

۔کیا بیت المال کی یہ دولت میں نے اپنے لئے مخصوص کر لی ہے۔

۔کیا دوسروں سے زیادہ حق لے لیا ہے۔

۔نہیں، خدا کی قسم ایسا کام آپ سے نہیں ہوا ہے۔

۔کیا کسی مسلمان کے بارے میں تمھیں ایسی بات معلوم ہوئی ہے کہ جو میں نہیں چاہتا ہوں یا اسے نافذ

کرنے میں سستی اور کمزوری دکھائی ہے۔

۔نہیں خدا کی قسم

۔پھر تم نے میری حکومت میں کیا بات دیکھی کہ مخالفت کررہے ہو اور اپنے کو مسلمانوں کے معاشرے سے الگ تھلگ کررہے ہو۔

۔ایک ہی چیز نے ہمیں آپ سے رنجیدہ خاطر کیا ، اور حکومت سے بدظن بنایا ہے کہ آپ نے خلیفہ ٔ دوم عمر بن خطاب کی روش کی مخالفت کی ہے ، وہ بیت المال کی تقسیم کے وقت سابق الاسلام افراد اور صاحبان فضیلت لوگوں کا خیال رکھتے تھے ، اور ہر شخص کو اس کے مرتبہ و مقام کے لحاظ سے حصہ دیتے تھے۔

لیکن آپ ہیں کہ تمام مسلمانوں کو مساوی قرار دیدیا ہے اور ہمارے امتیاز کو نظر انداز کیا ہے ، حالانکہ یہ مال و دولت ہماری ہی تلواروں سے اور ہماری ہی کوششوں اور جانبازیوں سے حاصل ہوا ہے ، کیسے جائز ہوگا کہ جن لوگوں نے ہماری تلواروں کے خوف سے اسلام قبول کیا وہ ہمارے برابر ہو جائیں ؟

۔تم نے معاملات خلافت میں مشورے کی بات کہی تو سن لو کہ مجھے خلافت سے ذرا بھی رغبت نہیں تمہیں نے مجھے اس کی طرف بلایا اور مجھے زبردستی مسند خلافت پر بیٹھایا میں نے بھی مسلمانوں کے اختلاف اور بکھرائو کے ڈر سے اس ذمہ داری کو قبول کیا ، جس وقت ہم یہ ذمہ داری قبول کررہے تھے تو عہد کیا تھا کہ کتاب خدا (قران) اور سنت رسول ہی پر عمل کرونگا ہر مسئلہ کا حکم انھیں دونوں سے حاصل کرونگا مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے تاکہ تمھارے خیالات سے امور خلافت میںمدد حاصل کروں اسی قران و سنت نے مجھے دوسرے لوگوں کے استنداد سے بے نیاز بنا دیا ہے ، ہاں ، اگر کسی دن کوئی اہم معاملہ پیش ائیگا کہ جس کے بارے میں کوئی حکم قران و سنت میں نہ ہو ، اور اپنے مشورے کا محتاج سمجھوں گا، تو تم سے مشورہ کرونگا ، اب رہی بیت المال کے مساویانہ تقسیم کی بات ، تو یہ بھی میری خاص روش نہیں ہے میں پہلا شخص نہیں ہوں کہ یہ رویّہ اپنایا ہو ، میں اور تم رسول خدا کے زمانے میں تھے ہم نے ان کا رویّہ دیکھا کہ ہمیشہ بیت المال کو مساویانہ تقسیم کرتے تھے اور کسی شخص کے لئے ذرہ برابر امتیاز کے قائل نہیں تھے۔

اس کے علاوہ اس مسئلہ کا حکم قران میں بھی ایا ہے کہ ہم مساوات اور برابر کا برتائو کریں اور مہمل امتیازات کو ٹھکرا دیں ، یہ قران تمھارے درمیان ہے ، اس کے احکام ابدی ہیں اس میں ذرہ برابر بھی باطل اور نا روابات شامل نہیں ہوئي ہے ۔

تم جو یہ کہہ رہے ہو کہ یہ بیت المال تمھاری تلواروں سے حاصل ہوا اس طرح تمھارے امتیاز کا لحاظ کیا جائے ، پچھلے زمانہ میں ایسے لوگ تھے کہ جنھوں نے اپنے جان و مال سے اسلام کی مدد کی انھوں نے مال غنیمت حاصل کیا ، اس کے باوجود رسول خدا(ص) نے بیت المال کی تقسیم میں ان کے لئے کوئي امتیاز نہیں برتا ، ان کی سبقت اسلامی اور سخت جدوجہد اس کا باعث نہیں ہوتی کہ انھیں زیادہ حصہ دیدیا جائے ، ہاں ، یہ جانبازی حتمی طور سے ان لوگوں کو اللہ کی بارگاہ میں لائق توجہ قرار دیتی ہے وہ قیامت کے دن اپنے اس عمل کی جزا پائیں گے ، خدا جانتا ہے کہ میں اس بارے میں تمھارے اور تمام مسلمانوں کیلئے اتنا ہی جانتا ہوں ، خداوند عالم ہم سب کو راہ راست کی ھدآیت کرے ، ہمیں صبر عطا کرے ہماری مددو نصرت کرے ، خداوند عالم ان لوگوں پر رحمت نازل کرے جو حق کی حمآیت کرتے ہیں ظلم و ستم سے پرہیز کرتے ہیں اور اس کیلئے برابر کو شاں ہیں ۔(۱)

طبری نے بھی اس سلسلہ میں لکھا ہے :

جب طلحہ تمام قسم کے امتیاز سے مایوس ہو گئے تو یہ مشہور کہاوت زبان پر جاری کی ۔

مالنا من هذا الامر الا كلحسة الكلب انفه (ہمیں تو اس کام میں بس اتنا ہی فائدہ حاصل ہوا جتنا کتّا اپنی زبان سے چاٹنے میں فائدہ محسوس کرتا ہے)(۲) ہاں ، ہم علی کی خلافت سے نہ تو پیٹ بھر سکے اور نہ کوئي منصب پا سکے ۔

طلحہ و زبیر حضرت علی علیہ السلام کی بیعت کرنے کے بعد کسی منصب اور عہدہ کے منتظر تھے انھوں نے چار مہینے تک اس کا انتظار کیا وہ اس عرصے میں حضرت علی کی روش دیکھتے رہے کہ شاید وہ اپنا رویّہ بدل دیں لیکن انھوں نے کسی قسم کی نرمی یا اس رویّہ سے انحراف محسوس نہیں کیا کوئي تبدیلی نہیں پائي اس طرح وہ عہدے اور منصب کے حصول سے قطعی مایوس ہو گئے ، ادھر انھیں اطلاع ملی کہ عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کا پرچم مکّہ میں لہرا دیا ہے تو انھوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ عائشہ کی مدد کرنے کیلئے مکہ جائیں ، وہ دل میں یہی خیال لئے ہوئے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زیارت خانہء کعبہ کیلئے سفر کی اجازت چاہی حضرت علی علیہ السلام نے بھی بظاہر ان سے اتفاق کیا اور سفر کی اجازت تو دیدی لیکن اپنے دوستوں سے فرمایا ، خدا کی قسم ان لوگوں کے

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۷ ص ۳۹

۲۔ طبری ج۵ ص ۵۳

سفر کا مقصد خانہ کعبہ کی زیارت نہیں ہے بلکہ انھوں نے زیارت کو بہانہ بنایا ہے بلکہ ان کا مقصد صرف بیعت توڑنا (غداری اور بے وفائي کرنا ہے)

بہر صورت جب حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں کو سفر کی اجازت دیدی تو انھوں نے دوبارہ بیعت کی ، اور مکہ کی طرف جانے لگے وہاں مکہ میں پہونچ کر حضرت کے مخالف گروہ عائشہ کے لشکر میں مل گئے (۳) ۔

لشکر کی تیاري

جب مدینہ کے راستے میں عائشہ کو معلوم ہوا کہ لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کر لی ہے تو وہ مخالفت کا پکا ارادہ کر کے مکہ واپس چلی گئیں اور وہاں مخالفت علی کا پرچم لہرایا ، کھلم کھلا لوگوں کو آپ کی مخالفت پر ابھارا جب حضرت علی علیہ السلام کی مخالف پارٹیوں کو اس کی اطلاع ملی تو چاروں طرف سے عائشہ کی طرف پہنچنے لگے اور ان کے گرد جمع ہوگئے ۔

طلحہ و زبیر جو حضرت علی علیہ السلام کی مساوات کے سخت مخالف تھے ، جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان کیا گیا ، حضرت علی علیہ السلام سے بیعت توڑ کر اور ان کی صحبت چھوڑ کر مکہ چل پڑے پھر وہ عائشہ کے لشکر میں شامل ہوگئے (۴)

ادھر بنی امیہ کو حضرت علی علیہ السلام سے پرانی دشمنی تھی وہ اس موقع کے انتظار میں تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کی بغاوت کریں جب انھیں مخالفت عائشہ کی خبر ملی تو وہ بھی مدینے سے مکہ گئے اور اس پرچم کے سایہ میں پہنچ گئے جسے عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت کیلئے لہرایا تھا ۔

ادھر ان گورنروں اور عاملوں کی ٹولی تھی جو عثمان کے زمانہ میں عہدہ پائے ہوئے تھے ، ان سب کو حضرت علی علیہ السلام نے ایک کے بعد ایک معزول کیا اور معزول کر کے عہدوں سے ہٹا دیا یہ بھی مختلف شہروں سے بڑی بڑی دولت لیکر جو مسلمانوں کے بیت المال سے حاصل کی گئي تھی ، عائشہ کے لشکر میں جمع ہونے لگے ، اخر کار یہ تمام مختلف الخیال گروہ جن کے دماغ میں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف ایک مخصوص مقصد تھا چاروں طرف سے عائشہ کے لشکر میں شامل ہونے لگے ۔

۳_ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۲۷ ، تاریخ ابن اعثم ص ۱۶۶ _ ۱۶۷

۴_ یہ دونوں عائشہ کے رشتہ دار تھے کیونکہ طلحہ ان کے خاندانی تھے اور زبیر ان کی بہن کے شوہر تھے

طبری نے زہری کا بیان نقل کیا ہے کہ:

طلحہ و زبیر عثمان کے قتل ہونے کے چار مہینہ کے بعد مکہ ائے اور عبد اللہ ابن عامر[۱] بھی ایا جو عثمان کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا اورحضرت علی علیہ السلام نے اس کو معزول کر دیا تھا وہ ایک بہت بڑی دولت لیکر مکہ ایا ، ادھر یعلی بن امیہ[۲] وہ بے حساب دولت لیکر چار سو اونٹوں کے ساتھ مکہ میں وارد ہوا عبد اللہ بن عامر نے بھی لشکر کی تیاری میں چار لاکھ دینار زبیر کو دیئے سپاہیوں کے ہتھیار کا انتظام کیا اور وہ مشہور اونٹ جس کو عسکر کہا جاتا ہے ، اورجسے اسّی دینار یا بقول مسعودی دو سو دینار میں خرید ا تھا ، عائشہ کو دیا تاکہ جنگ میں وہ اس پر سوار ہوں ۔

عائشہ کا ھودج اسی اونٹ پر باندھا گیا ، عائشہ کو اس پر بٹھایا گیا اس طرح علی کی مخالفوں کی ٹولی مکہ میں جمع ہوئي اور ایک زبر دست لشکر تیار ہوگیا اور لڑنے کیلئے چلا ۔

عراق کی طرف

طبری کا بیان ہے کہ: عائشہ نے حضرت علی علیہ السلام کے مخالف گروہ کو مکہ میں اپنے گرد جمع کر لیا اور اس طرح ایک بہت بڑا اور وسائل سے اراستہ لشکر بنا لیا اس کے بعد سرداران لشکر بھی جمع ہو کر گہار مچانے لگے ۔

ان میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ ہمیں سیدھے مدینے کیطرف چلنا چاہیئے اور اپنی اس طاقت اور لشکر سے علی کے

۱ـ عثمان کا خالہ زاد بھائي

۲ـ یعلی بن امیہ کی کنیت ابو صفوان اور ابو خالد تھی ، فتح مکہ میں اسلام لایا جنگ حنین طائف اور تبوک میں شرکت کی عمر نے اس کو یمن کے ایک شہر کا حاکم بنا دیا تھا یعلی نے ایک چراگاہ وہاں اپنے لئے مخصوص کرلی تھی عمر نے اس جرم کی بازپرس کیلئے مدینہ طلب کیا لیکن مدینہ پہونچنے سے پہلے ہی عمر قتل ہو گئے ، پھر عثمان نے اس کو صنعاء کا حکمراں بنایا اور حساس عہدہ حوالہ کیا اس طرح اس نے اس سے شدیدوابستگی ظاہر کی جب مسلمانوں نے عثمان سے بغاوت کی تو وہ یہ مدد کرنے کیلئے صنعاء سے چلا راستہ میں اپنی سواری سے گرا اور اس کا گھٹنا ٹوٹ گیا ، عثمان کے قتل کے بعد وہ مکہ پہونچا اور اعلان کیا کہ جو بھی عثمان کے انتقام میں اٹھے گا میں اس کے ہتھیار اور اخراجات کا ذمہ دار بنوں گا اسی عہد کے مطابق اس نے چار ہزار درہم زبیر کو دیئے اور قریش کے ستر سپاہیوں کو مسلح کیا مسلح کرکے گھوڑے اور اونٹ دیئے اسی نے عائشہ کو وہ اونٹ حوالہ کیا تھا کہ جس پر وہ جنگ جمل میں سوار ہوئي تھیں ، یعلی نے جنگ جمل سے ان اخراجات کے علاوہ خود بھی شرکت کی لیکن جنگ کے بعد توبہ کر کے حضرت علی کے صف میں شامل ہوگیا وہ جنگ صفین میں حضرت علی کے لشکر میں تھا ، یہ مطلب ہے اسکے ابن الوقت ہونے کا

خلاف جنگ کرنا چاہیئے۔

کچھ دوسروں نے رائے دی کہ ہم اس کمزور طاقت اور کم افراد کے ساتھ حضرت علی کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور نہ مرکز اور اسلامی راجدھانی پر حملہ کر کے حکومت وقت سے جنگ کر سکتے ہیں (ہمیں چاہیئے کہ پہلے شام کی طرف چلیں اور معاویہ سے مدد طلب کریں ان سے فوجی کمک اور جنگی سازوسامان حاصل کریں اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کریں)

کچھ دوسروں نے یہ پیش کش کی کہ ہمیں پہلے عراق کی طرف کوچ کرنا چاہیئے اور دو عراق کے بڑے شہروں کوفہ اور بصرہ کی طاقت جمع کرنی چاہیئے، جہاں طلحہ اور زبیر کے حمایتی ہیں اس طرح ہم وسائل جنگی سے زیادہ تیار ہو جائینگے اس کے بعد ہم لوگوں کو مدینہ چل کر علی سے جنگ کرنی چاہیئے۔

سبھی ارکان شوری نے اس رائے کو پسند کر کے تائید کی، اسی پر عائشہ نے امادگی ظاہر کر کے اپنے فوجیوں کو تیار ہونے کا حکم دیا اور وہ سات سو جنگی سپاہیوں کے ساتھ مکہ سے عراق کیطرف چلیں، لیکن اثنائے راہ میں چاروں طرف سے لوگ ان کے گرد جمع ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہونے لگے اخر کار اس فوج کی تعداد تین ھزار تک پہونچ گئی (۵)

ام سلمہ نے عائشہ کو سمجھایا

ابن طیفور کا بیان ہے:

جس دن عائشہ نے اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کی طرف حرکت کی ام سلمی نے ان سے ملاقات کر کے کہا:

اے عائشہ اللہ نے تمھیں پابند بنایا ہے اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو اللہ نے اپنے پیغمبر(ص) اور تمھارے درمیان اور لوگوں کے درمیان حجاب کا احترام قرار دیا ہے، وہ پردہ پھاڑ کر رسول(ص) کا احترام مت برباد کرو، اللہ نے تمھیں گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے اسے صحرا نوردی میں مت بدل دو۔

اے عائشہ رسول(ص) خدا تمھیں بہت اچھی طرح پہچانتے تھے۔

۵_ طبری ج ۵ ص ۱۶۷

تمھاری حیثیت سے بھرپور واقفیت رکھتے تھے اگر ایسے معاملات میں تمہاری مداخلت بہتر ہوتی تو لازمی طور سے تمھیں کوئی حکم دیتے اور تم سے کوئي معاھدہ کرتے، لیکن صورت حال یہ ہے کہ صرف یہی نہیں کہ انھوں نے اس بارے میں تم کو کوئي حکم نہیں دیا ہے بلکہ ایسے اقدامات سے تمھیں منع کیا ہے ۔

اے عائشہ اگر رسول خدا (ص) تمھیں اس طرح سفر کی حالت میں دیکھیں تو انھیں تم کیا جواب دوگی ؟ خدا سے ڈرو ، اور خدا کے رسول سے حیا کرو کیونکہ خداوند عالم تمھاری اس روش کو دیکھ رہا ہے وہ تمھارے سارے اعمال کا نگراں ہے اور تمھارا چھوٹا سا عمل بھی رسول خدا(ص) سے پوشیدہ نہیں ہے ۔

اے عائشہ تم نے جو راستہ اپنایا ہے یہ انسانیت سے گرا ہوا راستہ ہے کہ اگر میں تمھاری جگہ پر ہوتی اور مجھے حکم دیا گیا ہوتا کہ جنت میں جائوں تو مجھے شرم اتی کہ وہاں میں رسول خدا(ص) سے ملاقات کروں گی ، تم بھی اپنی شرم و حیا ختم نہ کرو اور مرتے دم تک ایک گھر کے کونے میں بیٹھی رہو تاکہ رسول اللہ تم سے راضی رہیں ۔

بعض مورخین کے بیان کے مطابق ام سلمی نے اخرمیں یہ فرمایا کہ:

اے عائشہ تمھارے بارے میں جو کچھ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے ، اگر انھیں دہرائوں تو تم اس طرح تڑپنے لگوگی جیسے سانپ کا کاٹا تڑپتا ہے ، اور تم صدائے فریاد بلند کرنے لگوگی ۔

عائشہ نے ام سلمی کا جواب دیا اے ام سلمی اگرچہ میں نے ہمیشہ تمھاری نصیحت مانی ہے لیکن میں اس معاملہ میں تمھاری بات نہیں مان سکتی ، کیونکہ یہ بہت مبارک سفر ہے جس کا میں نے ارادہ کیا ہے ، دیکھو مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں اختلاف ہے اب ان میں صلح و صفائي ہو جائیگی ، میں ان اختلافات کو ختم کرکے دم لونگی ،

نعم المطلع مطلعاًاصلحت فيه بين فئتين متناجزتين[۶]۔

راستے کی باتیں

عائشہ نے اپنے اس لشکر کو کوچ کا حکم دیا کہ جو حضرت علی علیہ السلام کے مخالف گروہوں اور پارٹیوں سے تشکیل پایا تھا اور عراق کی طرف چلیں اس طویل راستے میں بصرہ پہنچنے تک ایسے واقعات و حوادث پیش ائے جنھیں یہاں پیش کیا جاتا ہے ۔

۶۔ فائق زمخشری ج ۱ ص ۲۹۰ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۷۹ ، عقد الفرید ج ۳ ص ۶۹ ، تاریخ یعقوبی

پیش نمازی پر اختلاف

طبری لکھتا ہے:

جس وقت عائشہ کا لشکر مکہ سے چلا شہر کے باہر مروان نے نماز کیلئے اذان دی، اس کے بعد طلحہ و زبیر کے سامنے اکر بولا_ میں تم دونوں میں سے کس کو امیر سمجھوں کہ جسے لوگوں کے سامنے پیش نمازی کیلئے متعارف کرائوں چونکہ طلحہ و زبیر اپنے نظریہ کو ایک دوسرے کے سامنے واضح طور سے بیان نہیں کر سکتے تھے کہ اپنے کو اس مقام کیلئے پیش کریں، ان دونوں کے بیٹوں نے اپنی رائے ظاہر کی ہر ایک اپنے باپ کو پیش کرنے لگا عبداللہ نے اپنے باپ زبیر کو اور محمد نے بھی اپنے باپ طلحہ کو پیش کیا، اس طرح دونوں کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا جب عائشہ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ سمجھ گئیں کہ پیش نمازی کے بہانے سے نفاق اور اختلاف کا بیج لشکر کے درمیان بویا جارہا ہے انھوں نے مروان کو اپنے پاس بلاکر کہا اے مروان تو کیا چاہتا ہے؟ اپنی اس حرکت سے لشکر میں اختلاف کیوں پیدا کررہا ہے نماز میرے بھائی کا بیٹا عبداللہ ابن زبیر پڑھائیگا عائشہ کے فرمان کے مطابق جب تک لشکر بصرہ پہنچے عبداللہ نماز پڑھاتے رہے اور تمام لوگ انھیں کے پیچھے نماز پڑھتے رہے_

معاذ ابن عبداللہ نے جب پیش نمازی کے مسئلے میں طلحہ و زبیر کے درمیان اختلاف دیکھا تو کہا:

خدا کی قسم، اگر فتح اور کامیابی ہمارے حصہ میں ائی تو مسئلہ خلافت میں ہم لوگ سخت اختلاف کا شکار ہو جائیں گے کیونکہ نہ تو زبیر اس منصب سے دستبردار ہونگے کہ وہ طلحہ کو دیدیں اور نہ طلحہ یہ منصب زبیر کو دینگے [۷]_

انتظامی معاملات کا اختلاف

طبری کا بیان ہے کہ جب عائشہ کا لشکر ذات عرق پر پہنچا تو سعید ابن عاص [۸] جو بنی امیہ کے اشراف قریش میں تھا اور عائشہ کے لشکر کا فوجی تھا اس نے مروان اور اس کے ساتھیوں سے کہا کہ اگر واقعی تم خون عثمان کا انتقام لینا چاہتے ہو تو کہاں جارہے ہو؟ چونکہ عثمان کے قاتل تو اسی لشکر میں موجود ہیں [۹]

۷_ طبری ص ۱۶۸

۸_ سعید ابن عاص یہ شخص بنی امیہ کا تیز طرار ادمی سمجھا جاتا تھا امیرالمومنین علیہ السلام نے اس کے باپ کو جنگ بدر میں قتل کیا تھا، یہ عثمان کا منشی تھا اور عثمان کی طرف سے کوفے کا حکراں تھا علی علیہ السلام نے اس کو معزول کردیا تھا

۹_ اس کا مطلب طلحہ زبیر اور عائشہ سے تھا

انھیں کو قتل کردو اور اپنے گھروں کو واپس چلو ، حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کر کے اپنے کو موت کے منھ میں کیوں جھونکا جائے ؟

مروان اور اسکے ساتھیوں نے جواب دیا ، ہم اس لئے جا رہے ہیں کہ طاقت حاصل کر سکیں اس طرح ہم عثمان کے تمام قاتلوں کو قتل کر سکیں گے ـ

اس کے بعد سعید نے طلحہ و زبیر سے ملاقات کی اور کہا میرے ساتھ سچائي کے ساتھ ائو صحیح صحیح بات کہو کہ اگر اس جنگ میں تمھیں فتح ملی تو حکومت و خلافت کو کس شخص کے حوالے کرو گے ؟

انھوں نے کہا ہم دونوں میں سے جس کو بھی عوام چن لیں ـ

سعید نے کہا : سچ ، اگر تم خون عثمان کے انتقام میں اٹھے ہو تو کیا اچھا ہوتا کہ اس خلافت کو بھی انھیں کے بیٹوں کے حوالے کردو ـ

ان لوگوں نے جواب دیا ہم مہاجرین کے بوڑھوں اور بزرگوں کو الگ کر دیں اور نا تجربہ کار جوانوں کو اس کام میں لگا دیں ؟

سعید نے کہا : ہم بھی نہیں چاہتے کہ خلافت خاندان عبد مناف سے لیکر دوسروں کے اختیار میں دیدیں (۱۰) یہ کہکر وہاں سے چلا ایا ـ

عبداللہ ابن خالد اسید بھی بنی امیہ سے تھا وہ لشکر سے الگ ہوگیا ، مغیرہ ابن شعبہ جو قبیلہ سقیف سے تھا ، جب اس نے اس حادثہ کا مشاہدہ کیا تو اپنے قبیلہ کے افراد سے پکار کر کہا جو بھی قبیلہ ثقیف کا ہے وہ واپس ہو جائے ، وہ لوگ بھی جو راستے میں ائے تھے واپس ہوگئے (۱۱) اور بقیہ لشکر اگے بڑھتا رہا ـ

تیسرا اختلاف

طبری اپنی بات اگے بڑھاتے ہوئے لکھتا ہے کہ امارت کے اس اختلاف کے بعد اورچند افرادکی واپسی کے بعد عثمان کے دونوں فرزند ولید اور ابان بھی عائشہ کے لشکر میں تھے منزل ذات سے اگے بڑھے ـ

---

۱۰ ـ خاندان عبد مناف کی فردمیں بنی ہاشم اور بنی امیہ شامل ہیں اس وقت علی علیہ السلام خلیفہ تھے اس لئے بنی امیہ کی فرد سعید اس بات پر راضی نہیں تھا کہ خلافت بنی ہاشم سے نکل کر خاندان تیم میں پہنچے اور طلحہ کو حاصل ہو یا زبیر کو ملے کہ جو بنی اسد کے خاندان سے تھا

۱۱ ـ طبری ج ۵ ص ۱۶۸ ـ طبقات ج ۵ ص ۲۳

لیکن لشکر میں تیسری بار بھی اختلاف پیدا ہو گیا کہ کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں شام کیطرف چلنا چاہیئے اور کچھ لوگ عراق کی رائے دے رہے تھے اس بارے میں زبیر نے اپنے بیٹے عبداللہ اور طلحہ نے اپنے بیٹے علقمہ کو مجلس شوری میں نامزد کیا ان دونوں نے اس بات پر اتفاق رائے کیا کہ ہم لوگوں کو عراق کی جانب چلنا چاہیئے ، اس طرح نظریاتی اختلاف اور فوجی کشا کش ختم ہوئي (۱۲)

حواب کا واقعہ

چوتھا بھی پیش ایا ، جب عراق کے راستے میں عائشہ کا لشکر تھا اسی وقت اثنائے رائے میں طلحہ و زبیر کو معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام مدینہ سے چل چکیں ہیں اور وہ منزل ذیقار میں پہنچ گئے ہیں ، اور کوفے کا راستہ ان پر بند ہو چکا ہے ، طلحہ و زبیر نے کوفہ جانے کا خیال بدل دیا اور بے راہہ سے استفادہ کرتے ہوئے بصرے کی طرف چلنے لگے یہاں تک کہ وہ اس جگہ پہچے جس کا نام حوا ب تھا ، وہاں عائشہ کے کانوںمیں کتّوں کے بھونکنے کی اواز پہنچی ـ انھوں نے پوچھا اس جگہ کا کیا نام ہے ـ

۱۲ـ طبری ج ۵ ص ۱۶۸ ، طبقات ج ۵ ص ۲۳

لوگوں نے جواب دیا، حواب

فوراً عائشہ کو حضرت رسول (ص) اللہ کی حدیث یاد اگئي کہ آپ نے اپنی ازواج سے کہا تھا کہ تم میںسے ایک کو حواب کے کتےّ بھونکیں گے اور ان ازواج کو منع کیا تھا۔

عائشہ کو اس حادثہ نے بے چین کر دیا کیونکہ انھیں حدیث رسول یاد تھی وہ گھبراہٹ میں کہنے لگیں انا اللہ و انا الیہ راجعون، ہائے میں وہی عورت ہوں کہ جس کی رسول خدا(ص) نے خبر دی تھی۔

عائشہ اس خیال کے اتے ہی اس سفر سے پلٹنے لگیں انھوں نے پکّا ارادہ کر لیا کہ میں وآپس جائوں گی۔

جب عبداللہ ابن زبیر کو عائشہ کے وآپسی کی اطلاع ہوئي تو ان کے پاس اکر حواب کے بارے میں گفتگو کی اور یہ ظاہر کیا کہ جن لوگوں نے آپ کو بتایا ہے انھیں دھوکا ہوا ہے، اس جگہ کا نام حواب نہیں ہے۔

عبداللہ ابن زبیر اس واقعے کے بعد ہمیشہ عائشہ کی نگرانی کرتے رہے کہ مبادا دوبارہ بھی کوئي شخص ان سے ملکر اس سفر سے موڑدے۔

جی ہاں، فرزند زبیر نے حواب کے بعد سے عائشہ کے ھودج کے پاس سائے کیطرح چلتے رہے یہاں تک کہ بصرہ وارد ہو گئے [۱۳]۔

سرداران لشکر کی وضاحت

طبری کا بیان ہے کہ:

عائشہ کا لشکر مکے سے چل کر بصرہ کے نزدیک پہنچا اور وہاں ایک مقام جس کا نام حفر ابو موسی تھا اترپڑا عثمان ابن حنیف انصاری حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے جب انھیں واقعہ کی اطلاع ملی تو ابو الاسود دئیلی کو مامور کیا کہ لشکر عائشہ میں جاکر ان کے سرداروں سے ملاقات کریں اور ان کی خواہش و مقصد کی تحقیق کریں۔

ابو الاسود نے اپنے کو عائشہ کے لشکر میں پہونچایا، پہلے انھوں نے خود عائشہ سے ملاقات کی اور پوچھا۔

اے عائشہ بصرہ انے کا مقصد کیا ہے۔

عائشہ نے جواب دیا عثمان کے خون کا ان کے قاتلوں سے انتقام لینے یہاں ائي ہوں

۱۳_ طبری ج۵ ص۱۷۸، عبداللہ بن سباج ۱ ص ۱۰۰

ابوالاسود نے کہا اے عائشہ بصرہ میں کوئی بھی عثمان کا قاتل نہیں ہے کہ آپ ان سے انتقام لیں۔
عائشہ نے کہا: اے ابو الاسود تم ٹھیک کہتے ہو، عثمان کے قاتل بصرے میں نہیں ہیں اور ہم بھی یہاں اس لئے نہیں ائے ہیں کہ قاتلوں کو بصرہ میں تلاش کریں بلکہ اس لئے ائے ہیں کہ اس شہر کے لوگوں سے مدد طلب کریں اور ان لوگوں کی مدد و حمآیت سے مدینہ کے قاتلان عثمان سے انتقام لیں جو حضرت علی علیہ السلام کے ارد گرد ہیں۔
اے ابو الاسود جس دن عثمان نے تمہیں تازیانے سے اذیت دی تھی تو مجھے دکھ ہوا تھا اور میں نے صاف طور سے ان کے اوپر سخت اعتراض کیا لیکن تم لوگوں نے تو انھیں تلواروں سے قتل کیا یہ کیسے مناسب ہے کہ میں خاموش رہ جائوں اور ان کی مظلومیت پر فریاد نہ کروں، ان کا انتقام نہ لوں؟
اے ابو الاسود نہیں، میں ہرگز خاموش نہیں رہونگی۔
۔ ابوالاسود نے کہا: اے عائشہ آپ کو تلوار اور تازیانے سے کیا سروکار آپ تو رسول (ص) خدا کے حکم کے مطابق پردہ نشین ہیں آپ کی صرف یہی تکلیف ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھی رہیں قران کی تلاوت کریں، اور پروردگار کی عبادت بجالائیں، اے عائشہ اسلام میں عورتوں پر جھاد نہیں ہے، اس کے علاوہ خون عثمان کا انتقام تو تمہارا حق بھی نہیں، حضرت علی خون عثمان کے انتقام کا زیادہ حق رکھتے ہیں کیونکہ وہ رشتہ کے لحاظ سے تم سے زیادہ عثمان کے قریب ہیں کیونکہ دونوں ہی خاندان عبد مناف سے ہیں، لیکن تم قبیلہ تیم سے ہو۔
عائشہ نے کہا: اے ابو الاسود میں اپنا ارادہ بدلوں گی نہیں، اب اس راہ سے واپس نہیں جائوں گی جب تک اپنا مقصد نہ حاصل کر لوں اور اپنے قیام کے نتیجہ تک نہ پہونچ جائوں۔
اے ابو الاسود تم نے کہا عوتوں پر جنگ و جھاد نہیں، کون سی جنگ؟ اور کیسا جھاد؟ کیا اس معاملے میں جنگ و جھاد کی بھی بات ہے، میری جو حیثیت ہے (کیا کسی کو جرائت ہو سکتی ہے کہ مجھ سے جنگ کرے)
ابوالاسود نے کہا: اے عائشہ آپ کو دھوکا تو یہیں ہوا ہے کیونکہ آپ سے ایسی جنگ ہوگی کہ اس کا اسان ترین میدان شعلوں سے بھرا ہوا اور کمر شکن ہوگا۔
ابوالاسود نے یہیں بات ختم کردی، پھر انھوں نے زبیر سے ملاقات کی اور کہا:

اے زبیر وہ دن بھولا نہیں ہے جب لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کرلی تھی ، اور آپ قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھ کر نعرہ لگا رہے تھے ۔ (کوئی شخص خلافت کیلئے علی سے بہتر اور لائق نہیں ہے ، خلافت کا لباس صرف علی کیلئے موزوں ہے ان کے علاوہ کسی کو زیب نہیں دیتا ، لیکن آج وہی شمشیر آپ نے ہاتھ میں لیکر انھیں علی کے خلاف قیام کیا ہے ۔

اے زبیر کہاں وہ دلسوزی اور طرفداری ، اور کہاں یہ عداوت و مخالفت ؟

زبیر نے ابوالاسود کے جواب میں قتل عثمان کا مسئلہ پیش کیا ۔

۔ابو الاسود نے کہا : ہم نے تو جیسا کہ سنا ہے قتل عثمان میں آپ ہی لوگ شریک ہیں ، حضرت علی علیہ السلام کو ذرہ برابر بھی اس کے قتل میں دخل نہیں زبیر نے کہا اے ابوالاسود ذرا طلحہ کے پاس جائو ، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں ۔

ابوالاسود کا بیان ہے : کہ میں طلحہ کے پاس گیا لیکن وہ بہت تند مزاج اور فتنہ انگیز تھے ، وہ بہت زیادہ جنگ کی باتیں کرتے رہے میری تمام نصیحتیں اور باتیں بے اثر رہیں (۱۴)

دوسری روآیت کے مطابق ابوالاسود کا بیان ہے کہ میں اور عمران ابن حصین بصرہ کے گورنر عثمان ابن حنیف کی طرف سے عائشہ کے پاس گئے اور ان سے یہ وضاحت چاہی کہ ۔

اے عائشہ کیا وجہ ہوئی کہ آپ یہاں تک پہنچ گئیں ، کیا آپ کے اس قیام اور سفر کے بارے میں رسول (ص) خدا کا فرمان ہے یا آپ نے اپنی ذاتی رائے سے یہ اقدام کیا ہے ۔

عائشہ نے کہا : اس بارے میں میرے پاس رسول (ص) خدا کا کوئی فرمان یا حکم نہیں ہے بلکہ جس دن سے عثمان قتل کئے گئے میں نے ذاتی طور سے ان کے خون کا انتقام لینے کی ٹھان لی ، کیونکہ ہم عثمان کے زمانے میں واضح طور سے ان پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ مسلمانوں پر کیوں ظلم ڈھا رہے ہو ، انھیں تازیانے کیوں لگا رہے ہو ، عام زمینوں اور چراگاہوں کو اپنے اور خاندان والوں کے مویشیوں کیلئے کیوں مخصوص کرلی ہے ، اس سفّاک اور ظالم ولید کو

۱۴۔ الامامۃ و السیاسۃ ج ۱ ص ۵۷ ، شرح نہج البلاغہ ابی الحدید ج ۲ ص ۸۱ ، طبری ج ۵ ص ۱۷۸

جیسے رسول(ص) خدا نے جلا وطن کیا تھا اور قران نے فاسق کا نام دیا [۱۵] ایسے شخص کو مسلمانوں کا حکمراں بنا دیا ، ہاں ، ہم نے یہ تمام باتیں اس کے کان میں ڈالیں اس نے میری تمام باتیں مان لیں اپنے کارندوں کی حرکات پر شرمندہ بھی ہوا ، اور اپنے توبہ سے اپنے کو پاک کر کے غلطیوں کی تلافی کی ۔

لیکن تم لوگوں نے اس کے توبہ کو ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دی ، تلواریں کھینچے ہوئے اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے گھر میںّا سے مظلوم اور بے گناہ قتل کردیا ، تم لوگ اسلامی سرزمین مدینہ کی عظمت اور خلافت کی شان و شوکت ، ماہ ذی الحجہ کی حرمت ان تمام چیزوں کو اسلام نے محترم قرار دیا ہے تم نے ان سبکو روند ڈالا ، کیسے اور کیوں میں اس ظلم و ستم کے مقابلہ میں خاموش رہوںّاور اس سرکشی اور زیادتی کے مقابلے مینّچپ بیٹھ جاؤں ۔

ابو الاسود نے کہا: اے عائشہ آپ کو تلوار اور تازیانے سے کیا سروکار ؟ کیا رسول (ص) خدا نے آپ کو ایسے معاملات میں مداخلت سے منع نہیں کیا تھا ؟

انھوں نے آپ کے لئے گھر کی کوٹھی پسند نہیں کی تھی آپ اپنے شوہر کے حکم کے خلاف اپنے گھر سے باہر کیوں نکل ائیں اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ و ہنگامہ کھڑا کیا ؟

عائشہ نے کہا: اے ابوالاسود، کون سا فتنہ و فساد ؟ کیا کوئی ایسا بھی ہے جو مجھ سے جنگ کرے ؟ یا میرے خلاف زبان کھولے کہ فتنہ و فساد پیدا ہو ؟ ہرگز ایسا واقعہ پیش نہیں ائیگا میرے مقابلہ میں ایسی حرکت کی کسی کو جرائت نہیں ہوگی ۔

ابوالاسود نے کہا: اے عائشہ اگر یہ مخالفت اور ہنگامہ ارائی اگے بڑھتی رہی تو لوگ آپ سے جنگ کرینگے اور ایک عظیم فتنہ برپا ہو جائیگا ۔

عائشہ نے کہا: اے ابو الاسود، اے قبیلہ عامر کے پست فطرت ، اے بنی عامر کے چھوکرے بات کم کر، کون شخص ہے جو زوجہ رسول سے جنگ کر سکے [۱۶]

۱۵_ سورہ حجرات آیت ۶

۱۶_ بلاغات النساء ص ۹ ، عقد الفرید ج ۳ ص ۹۸ ، البیان والتبیین جاحظ ج ۲ ص ۲۰۹

ابو الاسود اور عائشہ سے یہیں پر بات ختم ہو گئی ، لیکن عائشہ نے ابو الاسود کی بات کا ذرا بھی اثر نہیں لیا ، اپنا ارادہ نہیں بدلا ، انھوں نے اپنے لشکر والوں کے ساتھ حفر ابو موسی سے اگے بڑھکر بصرہ کے نزدیک ایک جگہ پڑاؤ ڈال دیا ـ

سرداران لشکر نے تقریریں کیں

لشکر عائشہ بصرہ پہنچ گیا اور شہر کے وسیع میدان --"مربد"کو اپنی چھاونی بنایا ـ

عثمان ابن حنیف انصاری جو حضرت علی علیہ السلام کی جانب سے بصرہ کے حکمراں تھے ، دوبارہ کچھ لوگوں کو مربد بھیجا ، تاکہ لشکر عائشہ کا انتہائي مقصد دریافت کریں ـ

عائشہ نے جب اپنی فوج میں ایک بڑا اجتماع دیکھا اور بصرے والوں کو بھی ایک جگہ دیکھا تو موقعہ غنیمت خیال کرکے ان کے سامنے اس طرح تقریر کی ـ

اے لوگو امیر المومنین عثمان اگرچہ حق و عدالت کے راستے سے منحرف ہو گئے تھے ، انھوں نے رسول خد(ص) ا کے اصحاب کو اذیت دی ، ناتجربہ کار اور فاسد جوانوں کو حکومت دیدی ، ایسے لوگوں کی حمایت کی جن پر رسول خدا (ص) غضبناک تھے اور انھوں نے مسلمانوں کی ابادی سے جلا وطن کیا تھا ، عمومی چراگاہوں کو اپنے لئے اور بنی امیہ کیلئے خاص کر لیا تھا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود جب لوگوں نے ان پر اعتراض کیا اور اس کے انجام گوش زد کئے تو انھوں نے لوگوں کی نصیحتوں سے سبق لیا اپنے خراب کرتوتوں سے پشیمانی کا اظہار کیا اور اپنے دامن الودہ کو اب توبہ سے دھو ڈالا ، اپنے کو گناہوں سے پاک کر لیا ـ

لیکن کچھ لوگوں نے ان کے توبہ کو وقعت نہیں دی ان کی پشیمانی پر اعتنا نہیں کیا اور انھیں قتل کرڈالا اور اس پاکیزہ شخص اور بے گناہ شخص کا خون بہا ڈالا اسے قتل کر کے بہت سے بڑے گناہوں سے اپنے کو الودہ کیا کیونکہ وہ خلافت کا مقدس لباس پہنے ہوئے تھے ، جس مہینے میں جنگ اور خونریزی حرام ہے اسی ماہ ذی الحجہ میں ، اور اس شہر میں کہ جس کا احترام اسلام نے لازم قرار دیا ہے ، اسی شہر میں قربانی کے اونٹ کی طرح انھیں قتل کرڈالا ان کا خون زمین پر بہا دیا ـ

اے لوگو جان لو کہ قریش قتل عثمان کے اصل مجرم ہیں انھیں قتل کر کے خود اپنے تیروں کا نشانہ بنا لیا ہے اور اپنے مکّے خود اپنے منھ پر مارے ہیں قتل عثمان سے وہ اپنا مقصد نہ پائیں ان کی حالت کو کوئي فائدہ نہ ہو ، خدا کی قسم ان

لوگوں کو افت گھیر لے گی جو انھیں نیست و نابود کردیگی انگاروں سے بھرپور افت ، انھیں جڑ سے اکھاڑنے والی ، ایسی افت کہ سوئے لوگوں کو جگا دیگی اور بیٹھے لوگوں کو اٹھا دیگی _

ہاں ، خدائے عادل اس بے حد ظلم کے مقابلے میں ایسے لوگوں کو ان پر مسلط کردیگا کہ ان پر ذرا بھی رحم نہ کرینگے اور انھیں بد ترین اور سخت عذابوں سے انھیں اذیت دیگا _

اے لوگو عثمان کا گناہ ایسا نہیں تھا جو ان کے قتل کو جائز بنادے پھریہ کہ تم لوگوں نے ان سے توبہ کرنے کو کہا اس کے بعد ان کی توبہ کو وقعت دیئے بغیر (ٹوٹ پڑے اور بے گناہ ان کا خون بہا ڈالا اس کے بعد تم نے لوگوں کے مشورہ کئے بغیر علی کی بیعت کرلی اور غاصبانہ طریقے سے انھیں کرسی خلافت پربٹھادیا) تم لوگ سونچو کہ میں تمھیں لوگوں کے فائدہ کیلئے عثمان کے حق میں تمہاری ان شمشیروں سے جوان پر برسائي گئیں غضبناک نہیں ہو جائوں اور خاموش رہوں ؟

اے لوگو ہوش میں ائو کیونکہ عثمان کو مظلوم اور بے گناہ قتل کیا گیا اب تم لوگ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو ،جہاں بھی ان پر قابو پائو انھیں قتل کرڈالو ، اس کے بعد ان لوگوں میں سے جنھیںعمر نے خلافت کیلئے نامزد کیا تھا شوری کے ذریعے سے خلیفہ منتخب کر لو ، لیکن ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ جس شخص نے عثمان کو قتل کیا (۱۷) وہ خلافت کے بارے میں یا شوری میں خلیفہ معین کرنے کیلئے شامل ہو اور ذرا بھی مداخلت کرے (۱۸) زھری کا بیان ہے کہ عائشہ کی تقریر ختم ہوتے ہی طلحہ و زبیر نے بھی اٹھ کر لوگوں کے سامنے یہ تقریر کی _

اے لوگوں ، ہرگناہ کی توبہ ہے اور ہر گنہگار پشیمان ہونے کے بعد وہ پلٹتا ہے جس کے اثر سے وہ پاک اور مغفور ہو جاتا ہے ، عثمان بھی اگرچہ گنہگار تھے لیکن انکا گناہ توبہ اور امرزش کے قابل تھا ہم بھی کسی حیثیت سے ان کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتے تھے ہم صرف یہ چاہتے تھے کہ ان کی سرزنش کریں اور اس طرح انھیں توبہ پر مجبور کریں ، لیکن کچھ نادان اور ھنگامہ پسند ادمیوں نے انھیں قتل کرنے کا ارادہ کرلیا اور ہمارے جیسے صلح و پسند (ملائم اور حلیم لوگوں پر حاوی ہو گئے اور نتیجہ میں انھیں قتل کرڈالا)ابھی طلحہ و زبیر کی بات یہیں تک پہونچی تھی کہ بصرہ والے چاروں طرف

۱۷_ قاتل عثمان سے ان کی مراد حضرت علی ہیں

۱۸_ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۵۱ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۴۹۹

سے اعتراض کرنے لگے اورچلانے لگے_ اے طلحہ تمھارا خط ہمارے پاس پہنچا تھا ، اس کا لہجہ بہت سخت تھا ، آج کی تمھاری بات سے اور اس خط کے مضمون سے کوئي مناسبت اور میل نہیں ہے ،اس موقعہ پر زبیر نے لوگوں کو مطمئن اور خاموش کرنے کیلئے کھڑے ہو کر تقریر شروع کردی ، اور کہا اے لوگو :

میں نے عثمان کے بارے میں تمھیں کوئي خط نہیں لکھا اگر تمھارے پاس اس بارے میں کوئي خط پہنچا ہے تو وہ دوسروں نے لکھا ہو گا_

اپنی پہلی بات کو زیادہ اب وتاب سے بیان کرنے لگے اور عثمان کی مظلومیت لوگوں کے سامنے زیادہ وضاحت سے بیان کی اس ضمن میں حضرت علی اور ان کے ماننے والوں کی شدت کے ساتھ تنقید اور مذمت کی_ [۱۹] _

۱۹_ طبری ج۲ ص ۱۷۸

مقروں پر اعتراض

عائشہ اور ان کے سرداران لشکر کی اتشیں تقریروں کے بعد جو مربد میں ہوئي تھیں کچھ سامعین کھڑے ہو گئے اور انھوں نے واضح لفظوں میں اعتراضات کئے۔

طبری نے ان تقریروں کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اسی موقعہ پر خاندان عبد القیس کا ایک شخص کھڑا ہو کر بولا، اے زبیر خاموش ہو جا، میں بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں اور جو کچھ لازم ہے وہ لوگوں تک پہونچانا چاہتا ہوں۔

عبداللہ ابن زبیر اس پر بپھر کر بولے، اے مرد عبدی تیری کیا حیثیت کہ بات کرے لیکن اس شخص نے ابن زبیر کی سرزنش پر کوئي توجہ نہیں کی اور عائشہ کے لشکر والوں سے کہنے لگا تم مہاجرین کے گروہ مینہو تم نے زندگی میں عظیم فضیلت و افتخار حاصل کیا کیونکہ تم ہی تھے جنھوں نے رسول اکرم (ص) کی پہلی اواز پر لبیک کہی، اور تمام لوگ تمھارے بعد تمھاری پیروی میں اسلام سے وابستہ ہوئے، اسے جان و دل سے قبول کیا اور جس وقت رسول(ص) خدا لقائے الہی سے جا ملے تمھیں لوگ تھے جنھوں نے آپنوں میں سے ایک کا انتخاب کیا اور اسکی بیعت کی، باوجود اس کے کہ تم نے اس انتخاب مینہم سے مشورہ نہیں کیا اور ہماری اطلاع کے بغیر یہ اقدام کر ڈالا، پھر بھی ہم نے تمھاری

مخالفت نہیں کی، تم جس بات کو پسند کرتے تھے ہم اس پر راضی رہے ان کی زندگی ختم ہوئي اور کسی شخص کو تمھارے درمیان سے خلافت کیلئے چن لیا گیا تم لوگوں نے ہمیں اطلاع دیئے بغیر اس کی بیعت کرلی ہم نے بھی اسے مان لیا، اور تمھاری خوشنودی خاطر کیلئے ہم نے اسکی بیعت کرلی، اس نے بھی جب دنیا سے رخت سفر باندھا تو امارت و خلافت کو چھ ادمیوں کے درمیان ڈال کر معاملہ شوری کے حوالے کردیا، ان چھ افراد میں سے عثمان کو منتخب کر کے تم نے بیعت کر لی لیکن دیر نہیں گذری کہ تم نے اسکی روش کو ناپسند کیا، اس کے کرتوتوں پر اعتراض کیا، یہاں تک کہ تم نے اس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگین کیا حالانکہ تم نے نہ اسکی خلافت میں ہم سے مشورہ کیا تھا اور نہ قتل میں، وہیں تم لوگ علی کے گھر پر چڑھ دوڑے ان سے حد سے زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ انکو زبردستی اس کام پر امادہ کیا اور انکی بیعت کرلی، پیمان خلافت باندھ لیا، یہ تمام باتیں تو ان لوگوں نے ہماری اطلاع کے بغیر اور ہمارے مشورے کے بغیر انجام دیا لیکن اب ہم نہیں جانتے کہ کس دلیل سے اسکے خلاف تم نے فتنہ ابھارا ہے اور ان سے امادہء جنگ ہو گئے ہو؟

کیا حضرت علی علیہ السلام نے مسلمانوں کے مال و دولت میں خیانت اور زیادتی کی ہے یا خلاف حق کوئي کام کیا ہے یا تم لوگوں کی پسند کے خلاف کسی عمل کے مرتکب ہوئے ہیں۔

نہیں، ہرگز نہیں، حضرت علی علیہ السلام کا دامن ان تمام باتوں سے پاک ہے۔

پھر ہم لوگ ان پر کیا اعتراض کریں؟ اور کیوں ان سے جنگ کریں؟

ابھی اس شخص کی بات یہیں تک پہونچی تھی کہ لشکر عائشہ سے کچھ لوگ اسکی حق گوئي پر بھڑک اٹھے اور اسکے قتل کا ارادہ کیا اس شخص کے خاندان کے لوگ اور رشتہ دار اسکی مدد میں کھڑے ہو گئے، اسکی طرف سے دفاع کرنے لگے، یہاں تک کہ وہ اپنی جان بچا کر لشکر کے درمیان سے بھاگ گیا۔

لیکن حادثہ یہیں پر ختم نہیں ہو گیا، اور دوسرے دن عائشہ کے لشکر اور اس شخص کے قبیلہ کے درمیان جنگ ہو گئي اس شخص کے قبیلے کے ستر ادمیوں کو ان لوگوں نے بزدلانہ طریقے سے قتل کر دیا [۲۰]

جس وقت یہ واقعہ امام نے سنا تو بہت زیادہ غمگین ہوئے آپ نے ان لوگوں کی تعزیت میں شعر اس مضمون

۲۰۔ طبری ج۵ ص ۱۷۸

کے پڑھے :

بہت افسوس اور دکھ ہوا اس ظلم پر جو قبیلہ ربیعہ پر ڈھایا گیا ، ربیعہ کے لوگ اپنے امام کی بات ہمیشہ سنتے اور اطاعت کرتے ہیں
_

ہاں ، وہ ہمیشہ طرفدار حق رہے

اور حق کی راہ میں انھوں نے اپنا خون نثار کیا

یا لهف قلبي على ربيعه

ربيعه السامعة المطيعه

سنتها كانت بها الوقيعه [۲۱]

اس کے بعد طبری نے نصر ابن مزاحم سے نقل کیا ہے کہ جاریہ ابن قدامہ لشکر عائشہ کے مقابل کھڑے ہو کر بولے اے عائشہ خدا کی قسم خون عثمان کا بہانا بہانے کا گناہ اس سے کمتر ہے کہ تو اس ملعون اونٹ پر سوار ہے اور اپنے گھر سے باہر نکل کر مردوں کی طرح میدان جنگ میں چلی ائي ہے

اے عائشہ تیرا اسلامی معاشرے میں احترام کیا جاتا ہے ، لیکن اس عمل سے تو نے اپنی وقعت برباد کر دی اپنی عظمت و احترام کا ناس ماردیا اور اپنے کو قتل اورہلاکت میں جھونک دیا کیونکہ جو بھی تجھ سے جنگ کرے گا وہ تیرا خون بہانے سے باز نہیں ائے گا _

اے عائشہ اگر تو اپنے جی سے اور اپنے اختیار سے ادھر ائي ہے اور یہ راہ اپنائي ہے تو یہیں سے اپنے گھر واپس جا اور اگر تو زبردستی یہاں تک لائي گئي ہے تو مسلمانوں سے مدد طلب کر تاکہ تجھ کو ان لوگوں کے چنگل سے چھڑائیں جنھوں نے تجھ کو مجبور کر رکھا ہے اور تجھ کو تیرے گھر پہنچا دیں [۲۲]

طبری اگے لکھتا ہے :

جیسے ہی جاریہ کی بات ختم ہوئي فوراً بنی سعد کا ایک جوان کھڑا ہو کر طلحہ و زبیر سے بولا _

اے زبیر کیا تو رسول خدا (ص) کا صحابی اور حمایتی نہیں تھا ، اے طلحہ کیا تو وہی نہیں ہے جس نے اپنی تلوار سے اور

۲۱_ طبری ج۵ ص ۲۰۴

۲۲_ طبری ج۵ ص ۱۷۶

جان ودل سے رسول(ص) خدا کے دشمنوں کے مقابل حمایت کی تھی_ لیکن آج کیا ہوا کہ وہ تمام یاری اور وفاداری ظلم اور خیانت سے بدل گئي ؟

میں ہرگز تم لوگوں کا ساتھ نہیں دوں گا کیونکہ تم نے اپنی عورتوں کو تو گھروں میں بیٹھا رکھا ہے اور زوجہء رسول کو اپنے ساتھ یہاں تک کھینچ لائے ہو تمھارے اس اقدام سے ہم راضی نہیں ہونگے_

اس جوان نے یہ کہا اور لشکر سے اپنے کو علحدہ کر لیا پھر........ اس نے چند اشعار بھی پڑھے :

صنتم حلائلکم و قد تم امکم --هذالعمر ك قلة الانصاف

امرت بجر ذیولها فی بیتها --فهوت تشق البید بالایجاف

غرضاً یقاتل دونها ابنائها ---بالنبل و الخطی والاسیاف

هتکت بطلحة و الزبیر ستورها --هذا المخبر عنهم والکافی (۲۳)

ترجمہ:خدا کی قسم یہ بڑی نا انصافی ہے کہ اپنی عورتوں کو تم نے گھروں میں بیٹھا رکھا ہے اور زوجہ رسول کو میدان میں کھینچ لائے ہو عائشہ کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ اپنے گھر میں بیٹھیں اور اپنے ابرو کی حفاظت کریں، لیکن انھیں......... صحرا نوردی اور گھوڑوں کو اسے روندنے کی ھوس نے انھیں برباد کرڈالا ہے ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کو جو ان کے بیٹوں کیطرح ہیں اپنے سامنے شمشیر و نیزہ سے لڑا دیں اور وہ اس کا تماشہ دیکھیں_

طلحہ و زبیر نے بھی اپنی حیثیت اور احترام کا ناس مار دیا یہ ان لوگوں کا بہت پست مقصد اور منحوس ارمان ہے_

اس کے بعد طبری نے مزید لکھا ہے کہ: اسی موقعہ پر قبیلہ جہینہ کا ایک جوان محمد ابن طلحہ کے سامنے پہنچا جو بہت عابد و زاھد سمجھے جاتے تھے اور ان سے قاتلان عثمان کے بارے میں پوچھا محمد نے جواب دیا خون عثمان تین لوگوں پر ہے_

ایک تہائي اس خاتون کی گردن پر ہے جو ھودج میں سوار ہے، دوتہائي اس شخص کی گردن پر ہے جو سرخ اونٹ والا ہے (جو سرخ اونٹ پر سوار ہے، طلحہ) اور تیسرا حصہ خون عثمان کا علی کے گردن پر ہے،

۲۳_ طبری ج ۵ ص ۱۷۶

وہ جوان محمد کی بات پر ہنسا اور یہ اشعار پڑھنے لگا_

سالت ابن طلحة عن هالك --بجوف المدينه لم يقبر

فقال ثلاثة رهط هم --اما توا ابن عفان واستعبر

فثلث على تلك فی خدرها --و ثلث على راكب الاحمر

وثلث على بن ابيطالب --و نحن بدوية قر قر

فقلت صدقت على الاولين --واخطا ت فی الثالث الازهر (۲۴)

ترجمہ :میں نے فرزند طلحہ سے عثمان کے قتل کے بارے میں وضاحت چاہی کہ مسلمانوں نے انھیں اپنے قبرستان میں کیوں نہیں دفن ہونے دیا ، اس نے مجھے جواب دیا کہ عثمان کا خون ان تین افراد کی گردن پر ہے _

ایک تو وہ عورت جو ھودج میں سوار ہے دوسرا وہ کہ جو سرخ اونٹ پر سوار ہے اور تیسرے علی بن ابیطالب ہیں ، اور ہم لوگ تو صحرا نشین عوام تھے ہمیں ان باتوں میں دخل نہیں دینا چاہیئے ،

میں نے اس کا جواب دیا کہ تم نے سچ کہا کہ ھودج سوار ، اور اونٹ سوار ہی عثمان کو قتل کرنے والے ہیں _

۲۴_ طبری ج ۵ ص ۱۷۶

لیکن حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں تم نے غلطی کی اور دھوکے کا شکار ہوئے۔

جنگ جمل

پہلی جنگ شروع ہوئی

طبری کا بیان ہے کہ :جب عائشہ کا لشکر بصرہ پہونچا تو حضرت علی کی طرف سے وہاں کے گورنر عثمان ابن حنیف لشکر کے سامنے ائے اور ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کو حضرت علی کے بارے،میں کیا اعتراض ہے کہ تم نے ان سے بغاوت کی ہے ؟

ان لوگوں نے کہا :کہ ہمارا پہلا اعتراض یہ ہے کہ انھیں ہمارے اوپر کوئي برتری اور تفوق نہیں ہے لیکن وہ ہم لوگوں پر حکومت کرنا چاہتے ہیں اور یہ رویہ ہمارے لئے قابل قبول نہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے ایسے کام کئے ہیں کہ جو ہر طرح سے اعتراض و تنقید کے قابل ہیں۔

عثمان ابن حنیف نے کہا کہ میں حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے اس شہر کا حکمراں ہوں مجھے کوئي اختیار نہیں ہے تھوڑی مہلت دو کہ میں امیرالمومنین کو ایک خط لکھ کر تمھارے مطالبات کی اطلاع دے دوں تاکہ وہ جیسا کہیں اور جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے۔

عثمان ابن حنیف کی منصفانہ پیش کش قبول کر لی گئي اور اسی پیش کش کے مطابق ان لوگوں نے باہم عہد کیا اور خدا کو بھی اس پر گواہ قرار دیا ، عثمان ابن حنیف نے یہ سارا واقعہ امام کو لکھ دیا لیکن دوروز سے زیادہ نہ ہوا کہ عائشہ کے لشکر نے بصرہ کا امن و سکون درہم برہم کر ڈالا اور عثمان پر ہلّا بول دیا ، انھیں قید کر لیا انھیں تازیانوں سے اذیت دی اور بہت قابل رحم حالت میں ان کے سر اور ڈارھی کو تراش ڈالا(۱)

کچھ دوسرے مورخوں یعقوبی ، مسعودی اور صاحب استیعاب نےیوں بیان کیا ہے :

عائشہ اور عثمان ابن حنیف کی فوجوں کے درمیان اس مضمون کا عہدنامہ ہوا تھا کہ طرفین جنگ کی اگ بھڑکانے سے پرہیز کرینگے اور شہر بصرہ کے انتظامی امور پہلے کی طرح عثمان ابن حنیف کے اختیار میں رہیں گے یہاں تک کہ خود حضرت علی علیہ السلام بصرہ میں تشریف لائیں اور اپنے مخالفین سے گفتگو کر کے اپنے نقطہ نظر کی تحریری وضاحت کریں۔

۱_ طبری ج ۵ ص ۱۷۸

صلحنامہ کا یہی مضمون دونوں لشکر کے درمیان لکھا گیا پھر حضرت علی علیہ السلام کے حکمراں نے اس صلحنامہ کے مطابق اپنے ساتھیوں اور فوجیوں کو حکم جاری کیا کہ جنگی ہتھیار اتار دیں تاکہ صلح و صفائی کی راہ ہموار ہو سکے لیکن تھوڑے دن نہ ہوئے تھے کہ ایک انتہائی ٹھنڈی اور بارش کی راہ میں کچھ عائشہ کے لشکر والے عبداللہ ابن زبیر کی سرکردگی میں بصرہ کے گورنر پر حملہ کر بیٹھے، حضرت علی علیہ السلام کے گورنر عثمان کو قید کر لیا پھر بیت المال لوٹنے کیلئے بڑھے اور پاسبانوں کو منتشر کر دیا ان کے چالیس ادمیوں کو بھی قتل کر دیا [۲]

مسعودی کا بیان ہے کہ: اس حملہ میں مقتولوں اور زخمیوں کی تعداد ستر تک پہونچ گئي ان میں سے پچاس کو قید کر کے عوام کو مرعوب کرنے کیلئے ان کی انکھوں کے سامنے گردن ماردی گئي_

طبری اور صاحب استیعاب کہتے ہیں_ عثمان ابن حنیف کو قید کرنے کے بعد ابان ابن عثمان کو عائشہ کے پاس بھیجا گیا تاکہ ان کے بارے میں حکم حاصل کیا جائے، عائشہ نے بھی انکے قتل کا حکم دیا اور کہا :

اے ابان، عثمان ابن حنیف کو اپنے باپ کے انتقام میں قتل کر ڈالو اور اپنے باپ کا انتقام اس سے لے لو_ جس وقت عثمان ابن حنیف کے فرمان قتل کی اطلاع لوگوں کو ہوئي تو ایک عورت عائشہ کے پاس اکر بولی_

اے ام المومنین تمھیں خدا کی قسم ہے عثمان ابن حنیف کا احترام کرو کیونکہ وہ رسول خدا(ص) کے صحابی اور ساتھی ہیں اس بات کو نظر انداز نہ کرو اور ان کے قتل سے باز اؤ_

عائشہ پر اس عورت کی بات کا اثر ہوا اور حکم دیا کہ ابان کو واپس لایا جائے ابان دوبارہ عائشہ کے پاس ائے تو عائشہ نے اس سے کہا: کہ ابان قتل عثمان سے باز اؤ اور انھیں قید خانے میں ڈال دو_

ابان نے کہا: اے عائشہ، اگر میں جانتا کہ تم عثمان کے معاملہ میں تخفیف کا حکم دوگی اور ان کے قتل کو قید سے بدل دوگی تو میں واپس نہیں اتا، کیا میں تمھارے پہلے حکم کو نافذ کردوں اور اپنے باپ کے انتقام، میں اسکی گردن ماردوں_

اس موقع کے مطابق نظریہ و صلاح مجاشع ابن مسعود چالیس تازیانہ عثمان ابن حنیف کے بدن پر لگایا گیا، ان کے سر اور ڈاڑھی کو چھیل ڈالا گیا ان کی حالت قابل رحم ہو گئي اور اس کے بعد انھیں قید خانے میں ڈال دیا گیا [۳]

۲_ ا استیعاب حالات حکیم ابن جبلہ

۳_ طبری ج ۵ ص ۱۸۲

مشہور مورخ یعقوبی کا بیان ہے کہ :

گورنر کے قصر پر حملہ کر کے عثمان کو گرفتار کیا گیا پھر عائشہ کا لشکر بیت المال کیطرف حملہ اور ہوا اور جو کچھ اس میں تھا مال غنیمت کی طرح لوٹ لیا ، اس طرح عائشہ کے لشکر نے پہلی جنگ جیت لی ، اور شہر بصرہ کی حکمرانی (بیت المال اور شہر کے تمام اختیارات ان لوگوں کے زیر نگیں اگئے)_

دوسری جنگ شروع ہوئی

طبری کا بیان ہے: عثمان بن حنیف کی گرفتاری کا واقعہ جب حکیم بن جبلہ کو معلوم ہوا ، جو بصرے کے معزز اور مشہور بزرگ تھے [۴] بصرے کے بکر بن وائل اور عبد قیس قبیلے کے افراد کو لیکر عبد اللہ بن زبیر کے پاس گئے ، اور ان سے درخواست کی کہ جس صلحنامہ کے مضمون کی مخالفت کر کے توڑا گیا ہے اسے نافذ کیا جائے اس کے مطابق عثمان بن حنیف کو قید خانے سے نکال کر گورنر ہاؤس میں پہونچایا جائے ، تاکہ جب تک حضرت علی علیہ السلام ائیں حکومت بصرہ انھیں کے اختیار میں رہے _

حکیم بن جبلہ نے اخر میں کہا ، اے عبداللہ ، خدا کی قسم اگر میں کچھ مددگار فراہم کر سکتا تو تو تمھاری اس عہد شکنی اور بے گناہ مسلمانوں کے قتل پر تم سے سخت جنگ کر کے مقتولوں کا انتقام لے لیتا ، اے عبداللہ ، اب تمھارا خون بہانا ہمارے اوپر حلال اور مباح ہو گیا ، کیونکہ تم نے ہمارے بے گناہ مسلمان بھائیوں کو قتل کر کے انکا خون زمین پر بہایا ہے ، اے عبداللہ ، تم خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے کہ اتنے مسلمانوں کو تلواروں کی باڑھ پر رکھ لیا ، ان کا خون زمین پر بہا دیا ؟

عبداللہ بن زبیر نے کہا : اے حکیم ہم نے انھیں قتل عثمان کے بدلے میں قتل کیا ہے ، ان کا خون عثمان کے خون کے بدلے بہایا ہے _

حکیم نے کہا ، اے عبداللہ ، خدا سے ڈرو ، اسکے غضب کا خوف کرو ، کیونکہ ان میں سے ایک بھی قتل عثمان میں شریک نہیں تھا نہ ان کا قاتل تھا _

۴_ حکیم بن جبلہ مرد صالح اور متدین تھے عبد قیس گروہ کے رئیس و سردار بھی تھے بعض مورخوں کے مطابق وہ صحابی رسول بھی تھے ، اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۹

عبداللہ بن زبیر نے کہا : اے حکیم ، ہماری اخری بات یہی ہے کہ عثمان بن حنیف جب تک خلافت علی کی بیعت گردن سے نہ اتارے ان سے بیزاری کا اظہار نہ کرے ، اسے قید خانے سے ازاد نہیں کیا جائے گا ۔

اس وقت حکیم نے ، اسمان کی طرف رخ کرکے کہا: اے دادگر خدا ، تو گواہ رہنا کہ جو کچھ لازمی اور ضروری موعظہ تھا میں نے ان لوگوں کے گوش گذار کردیا لیکن میری نصیحت نہیں سنی (اللهم انك حكم عدل فاشهد)

اسکے بعد حکیم نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کرکے کہا ، اب میں اپنی تکلیف یہی سمجھ رہا ہوں کہ ان لوگوں سے جنگ کروں اب جو بھی تم میں سے تکلیف جنگ کا قائل نہ ہو وہ مجھ سے علحدہ ہو جائے ، یہ کہکر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لشکر عائشہ پر حملہ کردیا ، اسطرح لشکر عائشہ اور حکیم کے ساتھیوں کے درمیان خونریز جنگ ہوئي ، حکیم جنگ کرہی رہے تھے کہ عائشہ کے ایک فوجی نے موقع پاکر آپ کی پنڈلی پر تلوار ماری ، حکیم کا پیر پنڈلی سے کٹ گیا ، اور زمین پر گرپڑے ، حکیم نے اپنی وہی پنڈلی اپنے ہاتھ میں لیکر تیزی سے اس پر پڑے ، اپنے کٹے پیر کو اسکی گدّی پر اسقدر زور سے مارا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا ، حکیم نے خود کو کشاں کشاں ، اپنے کٹے پائوں کے ساتھ جاکر اپنے کو اس پر ڈال دیا ، پھر اسے قتل کرکے لاش پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئے ، اسی وقت ایک راہگیر نے پوچھا ، اے حکیم ، کس نے تمھیں یہ برے دن دکھائے ؟

فرمایا: یہی شخص جو میرے نیچے ہے ۔

لیکن یہ زخم اتنا کاری اور موثر تھا کہ تھوڑی دیر بعد آپکی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئي [۵] طبری کا بیان ہے ، لشکر عائشہ نے حکیم کے قتل کے بعد دوبارہ عثمان بن حنیف کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ۔

عثمان نے کہا کہ تم جانتے ہو میرے بھائي سھل بن حنیف مدینے کے حاکم اور گورنر ہیں ، اگر تم نے مجھے قتل کیا تو وہ بھی تمہارے رشتہ داروں کو مدینے میں قتل کردیں گے ،یہی وجہ ہوئي کہ وہ لوگ قتل سے باز ائے اور انھیں ازاد کردیا [۶] ۔

۵۔ طبری ج ۵ ص ۱۸۲ ، استیعاب شرح حال حکیم بن جبلہ

۶۔ طبری ج ۵ ص ۱۸۱

داخلی جنگ شروع ہوگئی

لشکر عائشہ پہلی اور دوسری جنگ میں فتح مند رہا، شہر بصرہ کو ہر لحاظ سے اپنے قبضے میں کر لیا، لیکن اسی کے بعد شدید اختلاف اور داخلی جنگ شروع ہو گئی، کیونکہ

طلحہ کی کوشش تھی کہ اس فتح کے بعد پہلی نماز کی امامت اور پیشنمازی ان کے حوالے ہو، کیونکہ یہ پیشنمازی خلافت کی نشانی بھی سمجھی جاتی تھی، زبیر بھی اسی کوشش میں تھے کہ یہ مرتبہ و مقام وہ خود جھپٹ لیں، اسطرح ان دونوں میں سخت اختلاف اور کشا کش پیدا ہو گئی کہ محراب اور پیشنمازی کیسے حاصل کی جا سکے، یہ معاملہ اتنا کھنچا کہ قریب تھا وقت نماز بھی نکل جائے، چنانچہ مسلمانوں کی اوازیں ہر طرف سے بلند ہونے لگیں، الصلاۃ الصلاۃ، اے اصحاب رسول نماز پڑھو، کہیں نماز کا وقت نہ نکل جائے ـ

لیکن ان دونوں میں اختلاف بڑھتا ہی چلا گیا، یہاں تک کہ خود عائشہ نے مداخلت کی اور حکم دیا کہ طلحہ و زبیر محراب پیشنمازی سے الگ رہیں، ایک دن طلحہ کے فرزند محمد نماز پڑھائیں اور دوسرے دن زبیر کے فرزند عبداللہ نماز پڑھائیں ـ

صاحب طبقات کا بیان ہے:

اس طرح عائشہ کی پیشکش کے باوجود اختلاف ختم نہیں ہوا کیونکہ اب یہ جھگڑا شروع ہوا کہ ان دونوں میں پہلے کون پیشنماز بنے دوبارہ ایسا شدید اختلاف ہوا کہ ہر ایک اپنے کو محراب تک لے جانا چاہتا تھا، اور دوسرا اپنی کوشش کرتا تھا اس مشکل کو قرعہ اندازی کے ذریعے حل کیا گیا ـ

اسی نماز میں محمد بن طلحہ نے سورہ سال سائل بعذاب واقع کی تلاوت کی اس تلاوت کا مقصد یہ تھا کہ وہ عبداللہ پر طعن کر رہے کہ ان کا غرور ٹوٹ گیا، کامیابی ان کے نصیب میں رہی (۷)

۷_ طبقات ج ۵ ص ۳۹

صاحب اغانی کہتا ہے طلحہ و زبیر اور ان کے بیٹوں کی پیشنمازی کے واقع کو ایک شاعر نے یوں نظم کیا ہے ۔

تباری الغلاما اذ صليا

و شح على الملك شيخاهما

و مالى و طلحه و ابن الزبير

و هذالذى الجذع مولاهما

فامهما اليوم غيرتهما

ويعلى بن اميه دلاهما

ترجمہ:یہ دونوں پیشنمازی کے لئے محراب میں جھگڑا کر رہے ہیں ، اور یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ دونوں حکومت کے حریص ہیں ۔

ان دونوں کے باپ طلحہ و زبیر بھی حد سے زیادہ حکومت کے حریص ہیں مجھے طلحہ و زبیر سے کیا سروکار ؟

کیونکہ ان دونوں کے امام حضرت علی علیہ السلام تو ہمارے دسترس میں ہیں ، طلحہ و زبیر کو ان کی ماں نے دھوکہ دیا ، اور یعلی بن امیہ نے ان دونوں کو ورطہء ہلاکت اور بد بختی کا راستہ دکھایا (۸)۔

جب حقیقت روشن ہوئی

طبری نے جون بن قتادہ سے نقل کیا ہے کہ :

میں زبیر کے پاس تھا اتنے میں ایک سوار نے اکر کہا :

اے امیر آپ پر سلام

زبیر و علیک السلام

گھوڑے سوار نے کہا ، اے امیر ، حضرت علی کا لشکر فلاں جگہ پہونچ چکا ہے ، لیکن وسائل جنگی کے اعتبار سے بہت مفلس ہے ، تعداد بھی بہت کم ہے ، ان سب کے دل میں خوف بھرا ہوا ہے ، سبھی مرعوب ہیں ۔

۸_ اغانی نے ابو مخنف سے نقل کیا ہے ، مسعودی نے بھی اختلاف پیش نمازی کو لکھا ہے

وہ جیسے ہی گیا ایک دوسرے سوار نے اکر کہا:

اے امیر، آپ پر سلام

زبیر، وعلیک السلام

سوار نے کہا: اے امیر حضرت علی علیہ السلام کا لشکر فلاں جگہ ٹھرا ہوا ہے، لیکن انھوں نے آپ کے لشکر اور وسائل جنگی کا حال سنا تو انکے دل خوف سے دھڑکنے لگے، وہ اسی راستے سے واپس چلے گئے جس سے ائے تھے۔

زبیر نے کہا: خاموش ہو جا، تو کیا کہہ رہا ہے؟تیری باتوں سے چاپلوسی اور جھوٹ ظاہر ہو رہا ہے، کیونکہ اگر علی ایک ڈنڈے کے سوا بھی کوئی اسلحہ فراہم نہ کر سکیں تو اسی ڈنڈے سے جنگ کرنے چلے ائیں گے، اپنے راستے سے پلٹیں گے نہیں۔

جون بن قتادہ کا اگے بیان ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام کا لشکر بصرہ کے نزدیک پہونچ چکا تھا، ایک اور سوار زبیر کے پاس اکر بولا:

اے امیر آپ پر سلام:

زبیر......... وعلیک السلام:

سوار، اے امیر، حضرت علی علیہ السلام کا لشکر تیزی سے آپکی طرف بڑھتا ارہا ہے، ان کے ساتھ عمار بھی ہیں، میں نے انھیں اپنی انکھوں سے دیکھا ہے اور ان سے بات کی ہے

زبیر، تمھیں دھوکہ تو نہیں ہوا؟ عمار کو علی کے لشکر میں نہیں ہونا چاہیئے۔

سوار، اے امیر، خدا کی قسم، مجھے کوئی دھوکہ نہیں ہوا۔

واقعی عمار یاسر حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں ہیں۔

زبیر، خدا کی قسم، خدا عمار کو علی کے لشکر میں نہ قرار دے۔

سوار، اے امیر، خدا گواہ ہے کہ وہ انکے لشکر میں موجود ہیں۔

اخر کار زبیر جتنا انکار کرتے رہے وہ سوار اتنا ہی زیادہ اصرار کے ساتھ کہتا رہا کہ عمار یاسر حضرت علی کے لشکر میں ہیں۔

زبیر نے جب سوار کا اصرار دیکھا تو قریب کے ایک شخص کو حکم دیا کہ حضرت علی کے لشکر میں جاکر واقعہ کی نزدیک سے تحقیق کرے۔

جون بن قتادہ کا بیان ہے ، وہ شخص گیا اور دیر نہیں گذری کہ واپس اکر بولا :
اے زبیر ، خدا کی قسم ، اس نے جو کہا تھا صحیح تھا ، میں نے بھی عمار کو حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں دیکھا ہے _
بس یہیں پر زبیر کے سامنے حقیقت روشن ہو گئي ، وہ بے اختیار چیخ پڑے ، ہائے میری کمر ٹوٹ گئي ، میں نے دھول چاٹ لی _
(یا جدع انفاہ یا قطع ظہراہ) ان کے جسم میں ایسی تھرتھری پڑ گئي کہ جسم کا اسلحہ حرکت کر رہا تھا _
جون کہتا ہے: میں نے یہ منظر خود اپنی انکھوں سے دیکھا ، اور میں خواب غفلت سے بیدار ہو گیا ، میں نے دل میں کہا :
مجھ پر افسوس ہے ، میں چاہتا تھا کہ اس شخص کی رکاب میں جنگ کروں ، اسکے لئے جان دیدوں ، حالانکہ وہ خود اپنے کو باطل کے راستے پر سمجھ رہا ہے ، لازمی طور سے اس نے رسول خدا سے اس بارے میں کوئي بات سنی ہوگی ، تبھی اسکے جسم میں لرزہ ہے [۹]
(جی ہاں ، رسول (ص) خدا نے عمار کو حق کے میزان و معیار کی حیثیت سے متعارف کرایا تھا کہ جدھر عمار ہوں گے ادھر ہی حق بھی ہوگا ، یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کے لشکر میں عمار یاسر کی موجودگی سے تشویش میں مبتلا ہو گئے تھے)

طلحہ و زبیر اپنے مقصد میں مشکوک تھے

طبری نے عوف اعرابی کا بیان نقل کیا ہے :
طلحہ و زبیر مسجد بصرہ میں تھے ، اتنے میں ایک شخص اکر ان دونوں سے بولا
تمھیں خدا کا واسطہ ، کیا تم دونوں کو اس جنگ کے بارے میں رسول (ص) خدا نے کوئي حکم دیا تھا ؟
چونکہ طلحہ کے پاس کوئي جواب نہیں تھا ، اسلئے تجاہل برتنے لگے ، وہ مسجد میں چلے گئے _
پھر اس شخص نے زبیر کی طرف رخ کر کے یہی سوال کیا اے زبیر کیا اس جنگ کے بارے میں رسول خدا (ص) نے تمھیں کوئي حکم دیا تھا ، یا تم نے اپنی خواہش سے یہ اقدام کیا ہے ؟

۹_ طبری ج ۵ ص ۲۵۰

زبیر نے کہا، نہیں، اس بارے میں ہمیں رسول(ص) خدا نے کوئي حکم نہیں دیا تھا، میں بصرہ میں اس لئے ایا ہوں کہ تمہارے بصرہ کے بیت المال میں بے حساب دولت اور پیسہ جمع ہو گیا ہے، اسمیں ہم بھی حصہ دار بن سکیں_ طبری نے اس قصے کو نقل کرنے کے بعد زبیر کے خاص غلام اور پیشکار ابو عمرہ کا بیان بھی اسی مفہوم کا نقل کیا ہے، پھر طبری لکھتا ہے کہ :جب بصرہ والوں نے طلحہ و زبیر کی بیعت کرلی تو زبیر نے بصرہ والوں کے سامنے تقریر کی_ اگر اسلحوں سے

اراستہ ایک ہزار افراد میرا ساتھ دیں تو میںہرگز علی کو موقع نہ دوں کہ بصرہ میں داخل ہو سکیں، ایک ہی شب خون میں ان کی فوج کو ختم کردوں، لیکن بصرے کے کسی شخص نے بھی جواب نہیں دیا، نہ انکی تائید کی، زبیر نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا:

اے لوگو یہ وہی فتنہ و فساد ہے جسکے بارے میں رسول خدا(ص) برابر ہمارے گوش گذار کرتے تھے، ہمیں اس سے روکتے رہتے تھے_

ابو عمرہ کا بیان ہے: میں نے زبیر پر اعتراض کرتے ہوئے کہا اے زبیر، جب تم اپنے اس عمل کو تباہی و فساد سمجھ رہے ہو، اسے فتنہ کہہ رہے ہو تو ادھر دوڑ کر کیوں اگئے ہو؟

زبیر نے کہا: چپ ہو جا، ہم اگرچہ دوسروں کو راستہ بتا رہے ہیں لیکن خود اپنے راستے کے بارے میں حیران و سرگرداں ہیں، اس اقدام کے بارے میں مشکوک ہیں (انا ینصر ولا ینصر)

ہاں، میں نے اپنی زندگی میں جب بھی کوئي اقدام کیا اسکے انجام کے بارے میں خوب سونچ سمجھ لیا تبھی اقدام کیا لیکن اس کام کے بارے میں ہمیں انجام کی کوئي خبر نہیں (۱۰)

اسکے بعد طبری نے علقمہ بن وقاص کا بیان نقل کیا ہے (۱۱) جس زمانے میں طلحہ، زبیر اور عائشہ حضرت علی سے جنگ کرنے کیلئے بصرہ کی طرف بڑھ رہے تھے، میں طلحہ کی روش و رفتار کا گہری نظر سے مطالعہ کررہا تھا میں نے ہمیشہ پریشان اور متفکر ہی دیکھا، اکثر وہ تنہائي میں بیٹھے رہتے، گریبان میں منھ ڈالے سوچتے رہتے، ایک دن میں نے ان سے پوچھا_

۱۰_ طبری ج۵ ص ۱۸۴

۱۱_ علقمہ بن وقاص لیثی زمانہ رسول میں پیدا ہوا، جنگ خندق میں شریک تھا عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں اس کا انتقال ہوا_ اسد الغابہ ج۴ ص ۵۱

اے طلحہ، آپ اتنے فکر مند کیوں ہیں؟ کیا وجہ ہے کہ آپ اسقدر پریشان نظر ارہے ہیں؟ اگر علی سے جنگ پسند نہیں تو لشکر سے علحدہ ہو جائیے، اپنے گھر واپس جائیے۔

طلحہ نے جواب دیا، اے علقمہ، ایک دن تھا کہ ہم تمام مسلمان دشمن کے مقابلے میں ایک دل اور ایک زبان تھے، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ آج ہم مسلمان ہی دو مخالف گروہ کی شکل میں امنے سامنے ہو رہے ہیں،

ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دے رہے ہیں۔

اخر میں کہا: اے علقمہ، قتل عثمان کے سلسلے میں مجھ سے بڑی غلطی ہوئی ہے، جسکی تلافی سوائے اسکے ممکن نہیں کہ میرا بھی خون ان کے انتقام میں بہہ جائے [۱۲]

یہ دونوں واقعہ جنھیں میں نے معتبر مدارک سے نقل کیا ہے اچھی طرح واضح کرتے ہیں کہ طلحہ وزبیر اپنے اقدام میں مشکوک تھے، اپنے مقصد وہدف پر ان کا ایمان و عقیدہ نہیں تھا، اپنے اقدام کو شک و تردید کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسکے خطرناک انجام سے ہراساں تھے، کبھی کبھی وہ اپنے شک و تردید کا بے اختیارانہ اظہار بھی کر دیتے تھے۔

لیکن اسکے بر خلاف امیر المومنین اپنے مقصد وہدف پر کامل ایمان رکھتے تھے، اپنے خطبوں میں فرماتے تھے، بھرپور یقین ہے کہ اس جنگ میں خدا وند عالم میرا مددگار ہوگا، وہ مجھے اسمیں کامیاب قرار دیگا، کیونکہ مجھے یقین ہے کہ اس جنگ میں بے گناہ اور حق پر ہوں، اپنے اقدام پر ذرا بھی شک نہیں (و انی لعلی یقین من امری و فی غیر شبهة من دینی)

آپ فرماتے تھے (وان معی بصیرۃ) مجھے اپنے اقدام کی پوری بصیرت ہے۔

عائشہ کے پاس دو خط

۱_ زید ابن صوحان کو خط

طبری نے مجاہد ابن سعید سے نقل کیا ہے کہ عائشہ نے زید ابن صوحان کو خط لکھا جو عالم اور پرہیزگار اور صحابی رسول تھے، خط کا مضمون یہ تھا۔

یہ خط ہے زوجہ رسول عائشہ بنت ابوبکر کا اپنے نیک فرزند زید ابن صوحان کو پیارے فرزند میں تم سے ہر قسم

۱۲_ طبری ج ۵ ص ۱۸۳، مستدرک ج ۳ ص ۳۷۲، یہاں طلحہ نے قتل عثمان میں شرکت کا خود ہی اعتراف کیا، پھر وہ حضرت علی سے خون عثمان کا مطالبہ کیوں کر رہے ہیں

کے مدد کی امید رکھتی ہوں، جیسے ہی یہ خط پہنچے تو میرے پیارے نصرت و مدد کیلئے میری طرف تیزی سے ائو، اور اگر میرا یہ مطالبہ قبول نہ کرو تو کم سے کم علی سے علحدہ رہو اور انکی مدد سے پرہیز کرو_

زید نے عائشہ کو یوں جواب دیا:

یہ خط ہے زید ابن صوحان[۱۳] کی طرف سے زوجہ ء رسول عائشہ بنت ابوبکر کو

اے عائشہ ہاں میں تمھارا وفادار اور فرمانبردار فرزند ہوں بشرطیکہ اس خطرناک اقدام سے باز اجائو اور جس راستے سے تم ارہی ہو اپنے گھر واپس چلی جائو اور اگر میری پیکش قبول نہ کرو اور میری نصیحت نہ مانو تو صرف یہ نہیں کہ میں تمھارا فرزند نہیں ہوں گا، بلکہ وہ پہلا شخص ہوں گا کہ تم سے دشمنی کروں اور سخت جنگ کروں[۱۴]

اس خط کا اثر تھا کہ زید ابن صوحان نے عائشہ کے بارے میں شیریں اور تاریخی جملہ کہا تھا_

خدا رحمت کرے عائشہ پر، میرے ساتھ انھوں نے عجیب معاملہ کیا ان کی ذمہ داری تھی گھر میں بیٹھنا اسے ہمارے حوالہ کیا اور ہماری ذمہ داری ہے جنگ و جھاد اسے اپنے ذمہ لے لیا ہے_

۲_ حفصہ کو خط

ابو مخنف کا بیان ہے کہ جب عائشہ کو معلوم ہوا امیر المومنین کا لشکر ذیقار میں پہنچ گیا ہے تو ایک خط حفصہ

۱۳_ زید ابن صوحان کی کنیت ابو سلمان یا ابو سلیمان تھی انھیں صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا مرد فاضل و تقوی شعار تھے اپنی قوم کے رئیس تھے، صعصعہ اور سیحان بھی دونوں صوحان کے فرزند تھے اور زید کے بھائي تھے منقول ہے کہ رسول خدا نے زید کے بارے میں فرمایا تھا، زید کیا اچھا زید ہے؟

جندب کیا اچھا جندب ہے؟ جب رسول اللہ سے اس کی وجہ پوچھی گئي تو فرمایا کہ میری امت میں دو شخص خصوصی امتیاز سے سر فراز ہیں، ایک زید جس کا ہاتھ اس کے دوسرے اعضاء سے پہلے جنت میں پہنچ جائیگا اور دوسرے جندب جو شمشیر (تلوار) کھینچے گا، تو حق کو باطل سے الگ کر دیگا رسول خدا کی پیش گوئي کے مطابق زید ابن صوحان کا ہاتھ جنگ جلولہ میں کٹ گیا، اور جندب نے بھی ایک جادو گر کو تلوار کی وار سے قتل کیا تھا

۱۴_ اما بعد فانا ابنك الخالص ان اعتزلت هذا الامر و رجعت الى بيتك و الا فانا اول من نا بذك، طبری، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱ عقد الفرید، جمہرة رسائل العرب ج ۱ ص ۳۷۹

بنت عمر کو جو رسول اللہ کی دوسری زوجہ تھیں لکھا

اے حفصہ ایک اچھی خبر اور بہت حیرت انگیز اطلاع تمھیں پہچاتی ہوں، علی اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ سے چلکر منزل ذیقار میں پہنچ گئے ہیں وہاں وہ میرے لشکر کی طاقت اور جنگی سازو سامان کے بارے میں سنکر بہت مرعوب اور خوفزدہ ہیں، رعب کے مارے ان کا سر جھک گیا ہے اور ان کے پائوں نہیں اٹھ رہے ہیں۔

اج علی تھکے گھوڑے کیطرح اور خود باختہ ہیں کہ نہ وہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں کیونکہ ان کو پیر کٹنے کاڈر ہے اور نہ اگے بڑ سکتے ہیں کہ وہ قتل ہونے سے ڈر رہے ہیں۔

جب یہ خط حفصہ کے پاس پہونچا تو انھوں نے اپنی کنیزوں (نوکروں اور خاندان کی لڑکیوں) کو جمع کیا جمع کر کے حکم دیا کہ عائشہ کے خط کو گیت کے انداز مین پڑہیں اور ڈھول بجا کر اس طرح کہیں۔

مالخير ؟مالخير ؟علی فی الکفر کا لخرس الاشقر ان تقدم عقر و ان تاخر نحر

طلقاء کی عورتیں اور لڑکیاں اور علی کے مخالفین (جب ان سب نے یہ واقعہ سنا تو حفصہ کے گھر میں ائے اور ان لوگوں نے اس جشن میں شرکت کی)

حضرت امیر المومنین کی بیٹی ام کلثوم کو جب یہ واقعہ معلوم ہوا تو اپنے سر پر اس طرح سے چادر ڈالی کہ پہچان میں نہ ائیں، اور کچھ عورتوں کے ساتھ حفصہ کے گھر میں پہنچیں اور ایک گوشے میں بیٹھ گئیں، تھوڑی دیر کے بعد اپنے چہرے سے چادر ہٹائی، جب حفصہ کی نظر ام کلثوم پر پڑی تو بہت شرمندہ ہوئیں اور اپنی اس نا زیبا حرکت پر اظہار ندامت کیا۔

ام کلثوم نے کہا: اے حفصہ تم سے اور عائشہ سے یہ کیا بعید ہے، آج تم میرے باپ علی کی دشمنی اور عداوت میں ایک دوسرے کی مدد کررہی ہو، اسی طرح تم نے رسول اللہ کو تکلیف پہچانے میں ایک دوسرے کی مدد کی تھی، یہاں تک کہ تمھاری مذمت اور ملامت میں قران کا ایک پورا سورہ نازل ہو گیا [۱۵] حفصہ نے کہا: اے ام کلثوم خدا تم پر رحم کرے مجھے معاف کرو، اس سے زیادہ میری ملامت نہ کرو، اس کے بعد حکم دیا کہ ام کلثوم کے سامنے عائشہ کا یہ خط پھاڑ ڈالو [۱۶]۔

۱۵_ ان کی مراد سورہ تحریم سے ہے، یہ سورہ عائشہ اور حفصہ کے بارے میں نازل ہوا تھا "ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما و ان تظاھرا علیہ' اس آیت سے ان کیا مذمت کی گئي'

۱۶_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۲ ص۱۵۷

علی کا لشکر مدینے سے چلا

یہاں تک حضرت علی امیر المومنین کے مخالفوں کے حالات کو بیان کیا گیا تھا اور یہ بتایا گیا تھا کہ یہ تمام گروہ آپس میں کس طرح مل کر ایک فوج کی شکل میں انحضرت کے خلاف محاذ ارائي کیلئے امادہ ہوئے اور اسی طرح اس کا نام لشکر عائشہ رکھا گیا، اور وہ مکہ سے شہر بصرہ کو قبضے میں کرنے تک کے حالات بیان کئے گئے۔

اب موقعہ ہے کہ یہاں سے مدینہ چل کر علی کا پتہ لگائیں اور وہاں سے بصرہ تک پہنچنے کے حالات بیان کریں کہ کیا حالات پیش ائے۔

جس وقت حضرت امیر المومنین کے کان میں یہ بات پہونچی کہ عائشہ نے بغاوت کی ہے اور طلحہ و زبیر نے مخالفت پر کمر بستہ ہو کر عائشہ کی فوج کے ساتھ عراق کا رخ کیا ہے تو آپ نے تمام مہاجرین و انصار اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ مسجد مدینہ میں جمع ہوں۔

آپ نے یہ تقریر فرمائی

اے لوگو عائشہ نے میری مخالفت کا پرچم لہرایا ہے اور میرے خلاف لشکر ترتیب دیا ہے اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف جا رہی ہیں، طلحہ وزبیر نے بھی میری بیعت توڑ کر عائشہ کی مدد کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے، کیونکہ طلحہ ان کے چچیرے بھائي ہیں اور زبیر بھی ان کی بہن کے شوہر ہیں، طلحہ و زبیر اس بیعت شکنی اور مخالفت سے حکومت کی ارزو رکھتے ہیں، اور انھوں نے خلافت و حکومت پر قبضہ کرنے کی لالچ کی ہے، اگر وہ کامیاب ہو جائیں تو خلافت پر قبضہ کرلیں، ان دونوں کے درمیان لازمی طور سے شدید اختلاف پیدا ہو گا، کیونکہ ہر ایک اس خلافت کا خواستگار ہے، اور اس مرتبہ تک پہچنے کیلئے ایک دوسرے کی گردن مار دیگا (خون بہا دیگا) لیکن میں بھرپور یقین رکھتا ہوں کہ یہ دونوں اس مرتبہ تک نہیں پہنچیں گے اور نہ کامیاب ہونگے اور نہ خلیفہ ہو سکیں گے۔

اور یہ جو عائشہ ہے یہ شتر سوار عورت، خدا کی قسم وہ اس سفر میں جو بھی پہاڑ یا صحرا کی طرح چل رہی ہے یا بیابان کا چکر لگا رہی ہے وہ صرف مخالفت حکم الھی اور معصیت کی راہ چل رہی ہے، اپنے کو جرم اور گناہ سے الودہ کر رہی ہے، وہ اس راہ میں اپنے کو اپنے ساتھیوں کو ہلاکت و بد بختی کے بھنور میں کھینچ رہی ہے، ہاں، خدا کی قسم، اس جنگ میں

لشکر عائشہ کا ایک تہائی حصہ قتل ہو جائے گا اور ایک تہائی فرار اختیار کریگا اور ایک تہائی بھی نادم و پشیمان ہو گا۔

اے لوگو یہ عائشہ وہی عورت ہے کہ جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے (کہ یہ واقعہ رسول خدا (ص) کی پیشگوئی کے مطابق عائشہ کے باطل ہونے پر اور گنہگار ہونے پر مضبوط دلیل ہے)

اب رہے طلحہ و زبیر، خدا کی قسم وہ دونوں خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ باطل کیطرف جارہے ہیں اور معصیت و گناہ کا راستہ اپنا رہے ہیں، انھیں یقین ہے کہ میری بیعت توڑنے اور مخالفت کرنے کیوجہ سے وہ گنہگار اور خطا کار ہیں، واہ، وہ بھی کیسا عالم ہے جو اپنے ہاتھ میں علم و دانش کی مشعل لیکر بھی جہالت و نادانی کے بھنور میں ہلاک ہو جائے اور بد بختی اس کا مقدر بن جائیگا، اس کا علم و دانش اسے کوئی فائدہ نہ پہونچا سکے، و ربّ عالم قتله جهله و معه علمه لا ينفعه، خداوند عالم میرے ساتھ ہے اور میرا مددگار ہے وہ مجھے کبھی نہ چھوڑے گا حسبنا الله و نعم الوكيل۔

اسکے بعد امیر المومنین کے اگے ارشاد فرمایا:

اے لوگو اگاہ ہو جائو کہ آج بہت بڑا فتنہ و فساد برپا ہوگیا ہے اس فتنہ کی سلسلہ جنبانی بھی وہی سرکش گروہ (فئہ باغیہ) کر رہا ہے، جسکی رسول خدا نے بار بار خبر دی تھی، اور ہمیں اس سے اگاہ کیا تھا، آپ نے اس فتنے کی پیشگوئی مجھ سے فرما دی تھی۔

اے لوگو یہ ہمارے اوپر اور تمھارے اوپر لازم ہے کہ ان فتنہ پردازوں اور باغیوں کو خاک چٹا دیں ان سب کو پچھاڑ دین اور مسلمانوں کے درمیان سے ہٹا کر فتنہ و فساد کو خاموش کر دیں، کہاں ہیں حق اور حقیقت کے محافظ، کہاں ہیں وہ غیرت مند اور با ایمان مرد۔

کہاں ہیں وہ لوگ کہ جو حق و باطل سے ظالم اور مفسد کو عادل اور صالح کے درمیان امتیاز پیدا کردیں۔

اے لوگو میں نے قریش کے ساتھ کیا برائی کی ہے؟ ہم سے مخالفت کا کیا حساب کتاب ہے کہ انھوں نے میرے خلاف یہ سب ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے، خدا کی قسم میں بھی باطل کو پھاڑ کر اس کے پہلو سے حق کو ظاہر کر دوں گا باطل کے ضخیم پردوں کو پارہ پارہ کر دونگا اور اس سے حق کا خوب صورت چہرہ نمایاں کر دوں گا، اور قریش کو نالہ و زاری

میں بتلا کر کے چھوڑوں گا ان سے کہہ دو جہاں تک وہ چاہتے ہیں بد بختی اور جہالت میں سر دھنتے رہیں اور اپنی ذلت و بے چاری پر روتے رہیں حضرت امیر المومنین کی یہ پہلی تقریر اس طرح ختم ہوئي دوسرے اور تیسرے دن بھی لوگوں کو امادہ کرنے کیلئے آپ نے آتشیں تقریر مسجد مدینہ میں فرمائي یہاںتک کہ اخری دن آپ نے اعلان جنگ کر کے لشکر تیار کیا پھر آپ نے حکم دیا کہ تیار ہو کر مدینہ سے کوچ کرو (١٧)

مسعودی کا بیان ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام نے سہل ابن حنیف انصاری کو مدینہ میں اپنا جانشین بنایا اور مدینہ کے معاملات ان کے حوالے کئے، پھر سات سو افراد کے ساتھ عراق کی طرف چل پڑے ان میں چار سو افراد ایسے تھے جنھیں مہاجر و انصار ہونے کا شرف حاصل تھا سترّ وہ تھے جنھوں نے جنگ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ شرکت کی تھی، انھیں بدری کہا جاتا ہے، ان کے علاوہ بھی جو لوگ تھے، صحابی تھے اور مسلمانوں میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، اس طرح علی ابن ابیطالب نے اپنے لشکر کو امادہ کر کے پہلے مکہ کی راہ لی پھر عراق کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ اس مقام پر پہنچے جس کو ربذہ کہا جاتا ہے (١٨)

لشکر علی علیہ السلام ربذہ میں

امیر المومنین(ع) اپنے فوجیوں کے ساتھ پہلی منزل پر اترے جسے ربذہ کہا جاتا ہے وہاں آپ نے چند دن قیام فرمایا

عثمان ابن حنیف جو امام کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے (انھیں عائشہ کے لشکر نے اسیر کر کے ضرب و شتم کے ساتھ وہاں سے نکال دیا تھا) انھوں نے اپنے کو حضرت علی علیہ السلام تک پہنچایا اور ملاقات کی۔

١٧_ ارشاد شیخ مفید ص١١٨، خبطہ ١٠٢، ١٠٣، ١٠٧_ نہج البلاغہ ایها الناس ان عا ئشه سارت الى البصرة و معها طلحة والزبير وكل منهما يرى الامر له دون صاحبه ا ما طلحه فا بن عمها و اما الزبير فختنتها ، والله لو ظفر وا بما ارا د وا ، و لن ينالوا ذالك ابداً،ليضربن احدهما عنق صاحبه ، بعد تنازع منهما شد يد ، والله ان راكبة الجمل الاحمر ، ما تقطع عقبة ولا تحل عقدة الا فى معصية الله و سخطه ، حتى تورد نفسها و من معها موارد الهلكة اى والله ليقتلن ثلثهم ، و ليهربن ثلثهم و ليتوبن ثلثلهم و انها الّتى تنبحها كلاب الحوائب و انهما ليعلمان انهما مخطئان و رب عالم قتله جهله و معه علمه ولا ينفعه حسبنا الله و نعم الوكيل _ و قد قامت الفتنة فيها الفئة الباغية اين المحتسبون ؟اين المومنون؟ مالى و القريش ؟اما والله لا بقرن الباطل حتى يظهر الحق من خاصرته ، فقل لقريش فلتضج ضجيجها

١٨_ مروج الذهب ج٢ ص٣٦٧

طبری نے عثمان ابن حنیف اور امیر المومنین کی ملاقات کا واقعہ محمد بن حنفیہ کے بیان کے مطابق نقل کیا ہے :

عثمان ابن حنیف جب بصرہ سے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ائے اور ربذہ پہنچے تو ان کے سر اور چہرے کے بال اڑے ہوئے تھے جنھیں عائشہ کی فوج نے اکھاڑ دیا تھا ، عثمان اسی ہیئت کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غم و اندوہ کے ساتھ کہا ، اے امیر المومنین جس دن آپ نے مجھے بصرہ کی گورنری عطا کی تھی اس دن میں بوڑھا اور میری داڑھی بھری ، اور سفید تھی ، لیکن آج میں ایک نوجوان اور نابالغ کی صورت میں آپ کے پاس واپس ایا ہوں ۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا : اے عثمان صبر کرو کیونکہ خداوند عالم اس اذیت کے بدلے تم کو اچھی خبر عطا کریگا ، اس کے بعد امام نے اپنے لشکر کی طرف رخ کر کے فرمایا :

اے لوگو طلحہ و زبیر نے اپنی بیعت توڑ دی اور لوگوں کو میرے خلاف بغاوت پر ابھارا ، مجھے اس بات پر تعجب ہے کہ انھوں نے ابوبکر و عمر کے ساتھ کیسے موافقت کی تھی اور ان دونوں خلیفہ کے فرمان پر گردن جھکا دی تھی ، لیکن آج وہ میری مخالفت پر امادہ ہیں خدا کی قسم یہ دونوں اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ان دونوں خلیفہ سے کمتر نہیں ہوں ، اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ و زبیر پر اس طرح بددعا کي

خدایا ان کا منصوبہ ملیا میٹ کردے ان کے عمل کی بنیاد درہم برھم کردے، خدایا ان کے کرتوتوں کی سزا جلد دیدے_

ا لّھم فاحلل ما عقد اًولا تبرم ما احکما فی انفسھما(۱۹)

امیر المومنین نے وہیں سے کوفہ کے گورنر عبداللہ ابن قیس کو خط لکھا جو ابو موسی اشعری کے نام سے مشہور تھے_

اے ابو موسی کچھ لوگوں نے میری بیعت توڑدی ہے_

میرے دوستوں اور ماننے والوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا ہے، انھیں قتل کرڈالا ہے، اور اس طرح مسلمانوں کے درمیان عظیم فتنہ و فساد برپا کیا ہے، انتظامی حالت اور امن و چین کو درہم برہم کردیا ہے_

اے ابو موسی تم میری جانب سے حکمراں ہو، تمھیں چاہیئے کہ حق کی راہ میں میرے مددگار بنو، جیسے ہی میرا یہ خط پہونچے تم کوفہ کے کچھ لوگوں کو تیار کرکے ہتھیار کے ساتھ میری طرف روانہ کرو، تاکہ وہ لوگ اس حساس موقعہ پر میری مدد کریں، اور ان ظالم اور بیعت شکن (اور فتنہ پرور لوگوں سے جنگ کرکے ان کی اوقات بتادیں_ والسلام

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اس گورنر کے خط کے علاوہ بھی ایک خط کوفے والوں کو لکھ کر اپنی نصرت کی دعوت دی لیکن ابو موسی نے امام کے خط پر کوئي توجہ نہیں دی، اس نے صرف یہی نہیں کہ امام کے خط کا اثبات میں جواب نہیں دیا بلکہ کوفے والوں کو بھی امام کی مدد سے روکا، حضرت علی علیہ السلام کا خط جو لوگ لیکر گئے تھے وہ مایوس وآپس ائے، امیر المومنین نے ایک دوسرا خط ابو موسی کو لکھا جس میں ابو موسی کی سخت سرزنش کی اور ان کے نا شائستہ عمل کی مذمت کی_

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام ربذہ سے جو مکہ کے راستے میں تھا، اپنے لشکر کے ساتھ عراق کی جانب متوجہ ہوئے اور اگے بڑھتے رہے_(۲۰)

لشکر علی علیہ السلام ذی قار میں

حضرت علی علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ ربذہ سے چل کر دوسری منزل پر پہنچے جس کا نام ذیقار تھا، وہیں آپ نے کوفے والوں کو دوسرا خط لکھا اور اپنے فرزند امام حسن کو مامور فرمایا کہ اہل کوفہ تک یہ خط پہنچا کر اس کے مضمون سے لوگوں کو مطلع کریں اور انھیں حضرت علی علیہ السلام کی مدد پر امادہ کریں_

حضرت حسن مجتبی علیہ السلام کوفہ تشریف لیگئے اور اپنے والد ماجد کا خط کوفہ والوں کو سنا کر والد کی مدد کیلئے ابھارا_ حضرت

۱۹_ طبری ج۵ ص ۱۸۶

۲۰_طبری ج۵ ص ۱۸۴

حسن مجتبی علیہ السلام نے اپنا کام بخوبی انجام دیا اور بہت اچھا نتیجہ نکلا کیونکہ کوفے کے بہت زیادہ لوگوں پر امام کی تقریر کا اثر ہوا اور وہ لشکر حضرت علی علیہ السلام کی طرف چل کر آپ کے لشکر سے مل گئے طبری نے اس واقعہ کویوں لکھا ہے کہ ابو لیلی کا بیان ہے حضرت علی علیہ السلام نے ایک خط کوفے والوں کو لکھا کہ:

بسم الله الرحمن الرحیم

کوفے والو میں چونکہ خدا و رسول کے بارے میں تمھارے عقیدے سے واقف ہوں اس لئے تمھیں دوسروں پر ترجیح دیتا ہوں اور میں نے تمھاری طرف رخ کیا ہے تمھارے شہر کے قریب اچکا ہوں جو بھی میری نصرت کریگا ، وہ اپنی دینی ذمہ داری کو پورا کرے گا، حق و عدالت کی نصرت کرے گا "فمن جاء نی و نصرنی فقد اجاب الحق و قضی الدین علیه"(۲۱)

ابو طفیل کا بیان ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام نے کوفے والوں کو خط لکھنے کے بعد مجھ سے پیش گوئی فرمائی کہ باشندگان کوفہ میں سے بارہ ھزار اور ایک شخص نے میرے خط کا مثبت جواب دیا ہے ، وہ میری نصرت کیلئے ارہے ہیں۔

اسکے بعد ابو طفیل کہتا ہے:

جو لشکر کوفے سے ایا تھا اس کا اچھی طرح شمار کیا گیا ، ان کی تعداد بغیر کمی و زیادتی کے وہی تھی کہ جس کی امام نے پیشگوئی فرمائی تھی (۲۲)

ابن عبد ربہ کہتا ہے کہ کوفے کے لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف بڑھتے ہوئے منزل ذیقار کی فوجی چھائونی میں اپنے کو پہچا دیا ، امیر المومنین نے ان کے سامنے یہ تقریر کی

بسم الله الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلاۃ

اے لوگو جان لو کہ جن دنوں سارے جھان میں فتنہ و فساد پھیلا ہوا تھا اور خاص طور سے عرب پر فتنہ کی حکمرانی تھی جبکہ انسان جنگ و خونریزی اور اختلاف کے پائوں تلے روندا جارہاتھا ، جبکہ خوف اور اذیت کا چاروں طرف ڈیرا تھا، خدائے مہربان نے اپنے پیغمبر محمد مصطفی (ص) کو سارے عالم کی ہدآیت کیلئے مبعوث فرمایا اور ان کے وسیلے

۲۱_طبری ج ۵ ص ۱۸۴

۲۲_طبری ج ۵ ص ۱۹۹

سے فساد و خونریزی کو ختم کیا ، نفاق کو مہربانی سے بدل دیا ، معاشرتی رخنوں اور طبقاتی اختلافات کا ان کے درمیان سے خاتمہ کیا ، خوف و خطر سے بھرے راستوں کو امن و امان بخشا ، پرانے کینہ و عناد کو جڑ سے اکھاڑ دیا ، پھر انھیں اس حال میں اپنی طرف واپس بلایا کہ اللہ ان کی کوششوں سے راضی تھا اور ان کے کارناموں سے خوشنود تھا ، اپنی بارگاہ میں وہاں بھی وہ محترم ہیں ، انھیں بہشت میں بہترین منزلت و مقام عطا کیا ۔

لیکن افتاب نبوت کے غروب ہوتے ہی تمام مسلمانوں پر حوصلہ شکن مصیبت نازل ہو گئی جو اس قوم میں اس سے پہلے نازل نہیں ہوئی تھی ۔

رسول خدا (ص) کے بعد ابو بکر نے لوگوں کے اختیارات کی زمام اپنے ہاتھ میں لی ، انھوں نے اپنی حکومت کے زمانے میں اپنی حد بھر مسلمانوں کے ساتھ اچھا سلوک برتا اور مسلمان بھی نسبتاً ان سے راضی تھے ۔

ابو بکر کے بعد عمر کرسی حکومت پر بیٹھے اور انھوں نے ابو بکر کی روش اپنائی ، ان دونوں کے بعد عثمان حکومت و خلافت پر بیٹھے انھوں نے مسلمانوں کے اختیارات پر قبضہ کیا لیکن ایسی راہ و روش اپنائی کہ تمام مسلمان غم و غصہ میں بھر گئے ، یہاں تک کہ ان کے قتل کا ارادہ کیا اور اخر کار انھیں قتل کر ڈالا ، اس وقت تم لوگ میری طرف بڑھے اور مجھے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ اس خلافت کو قبول کرنے پر امادہ کیا ، میں نے جتنا بھی اپنے کو بچانا چاہا تم نے ہاتھ پھیلایا میں نے جتنا ہاتھ کھینچا تم نے اتنا ہی مجھے اپنی طرف کھینچا ، میں نے بہت کہا کہ مجھے اس عہدے سے معذور رکھو تم نے اتنا ہی زیادہ سختی سے اصرار کیا تمھارا اصرار بڑھتا رہا ، تم نے کہا ہم آپ کے سوا اس عہدے کیلئے کسی کو بھی قبول نہ کریں گے ، ہم کسی دوسرے کے پاس نہیں جائیں گے ۔

اے لوگو تم میری طرف یوں ٹوٹ پڑے جیسے پیاسہ اونٹ کسی چشمے کیطرف جاتا ہے اور شوق کے ساتھ والہانہ پن کے انداز میں اپنا منھ ڈال دیتا ہے تم اسی طرح میرے گھر پر ہجوم کر کے ائے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی کو قتل کرنا چاہتے ہو ، اخر کار تم نے ہمیں اتنا مجبور کیا کہ میں نے تمھاری پیشکش قبول کر لی اور تم نے ہماری بیعت کر لی ۔

طلحہ و زبیر نے میرے ہاتھ پر بیعت کا ہاتھ رکھا لیکن دیر نہیں گذری کہ خانہ کعبہ کی زیارت کے بہانے مدینے سے نکل گئے، لیکن وہ خانہ ء کعبہ کے بجائے بصرہ کی طرف چل پڑے، وہاں انھوں نے فتنہ پھیلایا اور وہاں کے مسلمانوں کو اذیت دیکر بہت سے لوگوں کو قتل کرڈالا، خدا کی قسم وہ لوگ بہتر جانتے ہیں کہ میں گذشتہ خلفاء سے کمتر نہیں ہوں۔

پھر امام نے فرمایا: اگر میں حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھانا چاہوں تو اس سے بھی زیادہ کہہ سکتا ہوں، حقائق کو روشن کر سکتا ہوں۔

اس کے بعد آپ نے اسمان کی طرف رخ کیا اور فرمایا: خدایا گواہ رہنا، انھوں نے میرے احترام اور رشتہ داری کی رعآیت نہیں کی میری بیعت کا عہد توڑ دیا، لوگوں کو میری عداوت و دشمنی پر ابھارا۔

خدایا تو ہی ان کے منصوبوں کو ملیا میٹ کر اور جس قدر جلد ہو انکے برے کرتوتوں کی سزا دے (۲۳)

ذیقار میں حضرت علی علیہ السلام کی دوسری تقریر

منزل ذیقار میں حضرت علی علیہ السلام کے قیام کی مدت ختم ہوئی اور آپ نے اپنے لشکر کو وہاں سے اگے بڑھانا چاہا لیکن آپ نے مناسب سمجھا کہ چلنے سے پہلے ایک شعلہ بار تقریر کی جائے۔

ابن عبدالبر نے اس تقریر کو اس طرح نقل کیا:

اے لوگو اللہ نے ہر انسان پر جہاد واجب قرار دیا ہے کیونکہ جہاد کے ذریعہ سے دین خدا کی مدد ہوتی ہے، اس کے بغیر دنیا و اخرت کے امور اصلاح پزیر نہیں ہوتے، اے لوگو، میں آج چار شخصیتوں کے مقابل کھڑا ہوں جو ایک دوسرے کے معاون بن گئے ہیں۔

طلحہ۔ بہت پست اور لوگوں میں سب سے سخی انسان

زبیر۔ اپنے وقت کا بہادر ترین انسان

عائشہ۔ مسلمانوں میں جن کی بات سب سے زیادہ مانی جاتی ہے

یعلی بن امیہ۔ یہ بھی بہت بڑا فتنہ پرداز شخص ہے

خدا کی قسم، میرے بارے میں ان لوگوں کا اعتراض صحیح نہیں ہے، کیونکہ میں نے کوئی بھی ناپسندیدہ کام

۲۳۔ عقد الفرید ج۴ ص۳۱۸

انجام نہیں دیا ہے ، نہ مسلمانوں کے مال کیطرف ہاتھ بڑھایا ہے ، نہ اپنے خواہش نفس کی پیروی کی ہے اے لوگو ان لوگوں نے مجھ سے اس حق کا مطالبہ کیا ہے جسے انھوں نے خود کھودیا ہے ، جس خون کو انھوں نے بہایا ہے اس کا انتقام مجھ سے لینا چاہتے ہیں ، ہاں خدا کی قسم ، انھیں کے ہاتھ خون عثمان سے رنگین ہیں ، ان کے قتل میں میں ذرہ برابر بھی شریک نہیں ہوں ، وہی لوگ ہیں جنھیں رسول (ص) خدا نے باغی گروہ (فئہ باغیہ) قرار دیا ہے ، انھیں ظالم قرار دیا ہے اور انھیں سرکش قوم میں شامل کیا ہے ـ

ہاں ، کون سا ظلم اس سے بڑھ کر ہوگا کہ عثمان کو خود انھوں نے قتل کیا لیکن ان کے خون کا بدلہ بے گناہوں سے لے رہے ہیں اور ان سے کہ جو قتل میں شریک نہیں تھے

کون سی سرکشی اس سے بڑھ کر ہوگی کہ انھیں میری عدالت و لیاقت کا اعتراف بھی ہے ، انھوں نے میری بیعت کی اور بار بار مجھ سے عہد کیا لیکن اپنا عہد توڑ دیا اور بیعت ختم کر دي

صرف میرے دل کو یہ سونچکر سکون ملتا ہے کہ ان پر خدا کی حجت تمام ہوگئي اور خدائے دانا ان کی خائن نیتوں سے اگاہ ہے ـ

خدا کی قسم طلحہ زبیر عائشہ یہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ حق میرے ساتھ ہے اور وہ باطل کی راہ پر ہیں لیکن اس کے باوجود میں ان لوگوں کو حق و عدالت کی پیروی اور صلح و صفائي کی دعوت دوں گا ، اگر انھوں نے میری دعوت قبول کی تو میں بھی انھیں معاف کر دوں گا ، ان کی لغزش و جرم سے چشم پوشی برتوں گا ، اور اگر پھر بھی وہ سرکشي و تمرد پر امادہ رہے تو ان کا جواب تیز تلوار سے دونگا ، کیونکہ تلوار ہی حق کی سب سے بڑی مددگار اور باطل کو ملیا میٹ کرنے والی ہے [۲۴]

۲۴ـ استیعاب حالات طلحہ ، عقد الفرید ، تاریخ جنگ جمل اغانی ج ۱۱ ص ۱۱۹

لشکر علی علیہ السلام زاویہ میں

حضرت علی علیہ السلام ذیقار سے چل کر بصرہ کے نزدیک اس مقام پر پہنچے جسے زاویہ کہا جاتا تھا وہاں آپ نے کچھ دن قیام فرمایا ، اس تیسری منزل پر بھی حضرت علی علیہ السلام کی چھائونی میں کچھ واقعات پیش ائے۔

منجملہ یہ کہ حضرت علی علیہ السلام نے یہاں سے ایک خط اپنے مخالف سرداروں کو لکھا :

سبط ابن جوزی نے اس خط کا مضمون نقل کیا ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط ہے امیر المومنین کی طرف سے طلحہ ، زبیر اور عائشہ کی طرف ، تم لوگوں پر سلام

اے طلحہ اے زبیر تم خود جانتے ہو کہ مجھے خلافت کی خواہش نہیں تھی لیکن لوگوں نے حد سے زیادہ اصرار کیا اور مجھے اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے پر امادہ کیا اور میں نے یہ سنگین ذمہ داری یعنی خلافت کو قبول کر لیا ، اور تم دونوں نے بھی اپنی باہیں پھیلائے خوش و خاطر کے ساتھ میری بیعت کی ، آج میں تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں وضاحت چاہتا ہوں کہ اگر تمھاری بیعت اس دن خوشی کی خاطر سے نہیں تھی تو کیوں آج پیمان شکنی کر رہے ہو ، اپنی بیعت توڑ رہے ہو۔

اللہ سے ڈرو ، اور بیعت شکنی کے گناہ سے توبہ کرو اگر تم نے خوشی سے میری بیعت کی تھی تو اس صورت میں مجھے تم پر اعتراض کا حق ہے کیونکہ معلوم ہونا چاہیئے کہ تم لوگ منافق ہو اور جس عمل پر تمھارا خود ایمان نہیں تھا اسے انجام دیا ، بظاہر مجھ سے موافقت کی اور باطن میں میری مخالفت کی اے طلحہ اے مہاجرین کی بزرگ فرد اے زبیر اے قریش کے بہادر اگر تم نے بیعت سے پہلے میری مخالفت کی ہوتی تو یہ تمھارے لئے زیادہ بہتر اور ابرو مندانہ بات ہوتی جو آج میری بیعت کر کے پیمان شکنی کے مرتکب ہو رہے ہو۔

اے عائشہ تو نے بھی حکم خدا کو پائوں سے روند ڈالا اپنے شوہر رسول خدا کے ارشاد اور حکم کو نظر انداز کیا کہ حکم خدا و رسول کے خلاف اپنے گھر سے باہر نکلی۔

تو ایسا کام کرنا چاہتی ہے جس کا تجھ سے کوئی تعلق نہیں اس کے باوجود تو سمجھتی ہے کہ اس طرح مسلمانوں میں صلح و صفائی پیدا ہوگی ، واہ ، تو بھی کسقدر دھوکے میں ہے اور حقیقت سے بہت دور نکل گئی ہے۔

اے عائشہ مجھے بتا ، عورتوں کو فوجی کاروائی سے کیا سروکار ؟ کہاں عورت اور کہاں مردوں کے ساتھ جنگ کیلئے نکلنا ؟ اے عائشہ حقیقت یہ ہے کہ تو مسلمانوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنا چاہتی ہے اور بے گناہ مسلمانوں کا خون بہانا چاہتی ہے۔

اے عائشہ تو اپنے خیال میں عثمان کا انتقام لینے کیلئے ائی ہے ، تجھے خون عثمان سے کیا سروکار تیرے لئے انتقام عثمان کا نعرہ زیبا نہیں کیونکہ وہ بنی امیہ کی فرد تھے اور تو خاندان تیم کی ہے ، کیا تو ہی نہیں تھی کہ کل ان کے قتل کا حکم دیا تھا ؟ اور تو نے کہا تھا کہ اس احمق اور یہودی صفت شخص کو قتل کر ڈالو ، اسے قتل کردو یہ اسلام سے پھر گیا ہے ، آج تو کس منہ سے اس کے انتقام اور طرفداری کیلئے کھڑی ہو گئی ہو۔

اے عائشہ ، خدا کا خوف کر اور اپنے گھر واپس جا ، اپنی غفلت کا پردہ چاک مت کر ، فاتقی اللہ و ارجعی الی بیتک و اسبلی علیک والسلام

یہ تھا اس مضمون خط کا خلاصہ جسے امیر المومنین نے بصرہ کے نزدیک منزل زاویہ سے عائشہ کے سرداران لشکر طلحہ و زبیر اور عائشہ کو لکھا یہ ، معقول اور جھنجھوڑ دینے والا خط ان لوگوں نے پڑھا لیکن ان لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا اور نہ ان لوگوں نے جواب دیا _

بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ عائشہ نے اس خط کا یہ جواب دیا _

اے ابو طالب کے فرزند ہمارا اقدام عتاب و ملامت سے گذر چکا ہے اور اب ہم ہرگز تمھارا حکم نہیں مان سکتے تم سے جو بن پڑے کر ڈالو اور جو کچھ تمھارے قبضے میں ہو ہمارے لئے اٹھا نہ رکھو [۱]

تاریخ اعثم کوفی میں ہے کہ طلحہ و زبیر نے حضرت علی کا تحریری جواب نہیں دیا لیکن زبانی پیغام بھیجا کہ

اے علی تم نے بہت سخت و سنگین راہ اختیار کی ہے اس راستے پر چلنا اپنے لئے لازمی سمجھ رہے ہو ، اب ہمارے لئے بھی سوائے اس کے کوئی راستہ نہیں کہ تمھارا حکم مانیں اور تم اس کے سوا کسی بات پر راضی نہیں ہو گے ہم بھی تمھارا حکم نہیں مان سکتے _

اے علی تم اپنے راستے پر چلو اور ہمارے بارے میں جو کچھ تم سے بن پڑے کر ڈالو

بہر صورت امیر المومنین نے پند و نصیحت پر مشتمل یہ خط صلح و صفائی کیلئے عائشہ کے سرداران لشکر کو لکھا تھا ، جو بے نتیجہ رہا ان لوگوں نے صلح و صفائی کی بات نہ سنی ، یہی وجہ تھی کہ آپ نے وہاں سے اپنے لشکر کے ساتھ بصرہ کیطرف کوچ کیا اور شہر بصرہ میں داخل ہوگئے _

۱_ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۵۵ _ ۶۲ ، جمھرۃ رسائل العرب ج ۱ ص ۳۷۹ ، ترجمہ تعلیق اعثمی ص ۱۷۴

قارئین کرام!

یہاں تک جو کچھ پیش کیا گیا اس سے دونوں مخالف فوجوں کی تیاری اور بصرہ میں پہنچنے تک کے حالات کو کتب تاریخ اور معتبر ماخذ سے نقل کیا گیا، اب بات کو یہیں پر ختم کرتے ہیں اور حادثہ جنگ جمل کو شروع سے بیان کرتے ہیں، اس سلسلہ میں مشہور تاریخ نگار ابو مخنف کا بیان نقل کرتے ہیں جس کو عراق کے حالات و اخبار کی بہت اچھی اطلاع تھی اور اسے ماہر عراقیات کہنا زیادہ بہتر ہوگا ۔

گورنر بصرہ کو طلحہ و زبیر کا خط

مشہور مورخ ابو مخنف [۲] اپنی مشہور کتاب تاریخ جنگ جمل میں لکھتا ہے:

طلحہ زبیر اور عائشہ بہت تیزی کے ساتھ بصرہ میں پہونچ گئے اور مقام حفر ابو موسی پر وارد ہوئے جو بصرہ سے قریب تھا، وہاں سے انھوں نے گورنر بصرہ عثمان ابن حنیف کو اس موضوع کا خط لکھا:

اے عثمان ہمارا ارادہ ہے کہ بصرہ میں داخل ہون میرے انے سے بیشتر تم دارالامارہ کو خالی کردو اور ہمارے لئے تیاری کرو، اور تمھیں شہر کے اختیارات بھی ہمارے حوالے کردینا چاہیئے اور اپنے کو گورنری کے عہدے سے علحدہ کرلو (ان داخل لنا دار الامارہ)

عثمان نے خط کے مضمون سے اخنف ابن قیس کو باخبر کیا جو شیوخ بصرہ میں شمار کئے جاتے تھے اور عقل و دانائي میں مشہور ،تیز طرار تھے، یہ خط دیکر ان سے کہا اے اخنف طلحہ و زبیر کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچ چکا ہے انھیں لوگوں میں زوجہ رسول بھی ہیں لوگ ان کیلئے چاروں طرف سے سیلاب کی طرح ٹوٹے پڑ رہے ہیں، اس سلسلے میں تمھاری کیا رائے ہے؟

۲_ابو مخنف لوط کا بیٹا اور خاندان مخنف سے تھا جو ازدی گروہ سے تعلق رکھتا تھا خاندان مخنف حضرت علی کے دوستوں میں شمار کیا جاتا ہے ابو مخنف مرد فاضل محدث اور مورخ تھا اور اس سلسلے میں اس نے بہت زیادہ کتابیں لکھی ہیں اسکی ایک کتاب کا نام الجمل ہے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں جنگ جمل کی ساری داستانیں اسی کتاب سے نقل کیا ہے ابن ندیم کا بیان ہے کہ علماء کو اس بات کا اعتراف ہے کہ ابو مخنف کو عراق کے حالات تمام مورخین سے زیادہ معلوم تھے جس طرح مدائنی کو خراسان وہند و فارس کے حالات کی خصوصی مہارت تھی واقدی کو بھی حجاز کے حالات سے واقفیت تھی، ابو مخنف نے ۱۵۷ھ میں وفات پائي

اخنف نے کہا: اے عثمان یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے مسلمانوں کو قتل عثمان پہ ابھارا تھا اور ان کا خون بہایا اور آج بھی شرم و حیا سے بالائے طاق رکھ کر ہماری طرف ارہے ہیں تاکہ خون عثمان کا ہم سے انتقام لیں، اگر یہ مقصد لیکر ہمارے شہر میں اگئے تو اس شہر کے لوگوں میں اختلاف اور دشمنی پیدا ہوگی اور ہمیں تلوار کی باڑھ پر رکھ لیں گے، ہمارا خون بہا دینگے۔

اے عثمان تم اس شہر کے گورنر ہو لوگ تمھارے مطیع و فرمانبردار ہیں تمھیں اس حساس موقعہ پر اپنی حیثیت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے، اعلان جنگ کردو، اور کچھ بصرے کے فوجیوں کو لیکر تیزی سے ان کی طرف جائو، کیونکہ اگر تم نے انھیں موقعہ دیدیا اور وہ بصرہ میں ائے تو لوگ تمھاری اطاعت سے منحرف ہو جائیں گے اور ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگیں گے۔

عثمان نے کہا اے اخنف میں بھی اس بات کو سمجھ رہا ہوں کہ ہماری بہتری جنگ کرنے میں ہے، لیکن میں کیا کروں؟ میں فتنہ و فساد سے ڈر رہا ہوں، اور یہ کہ یہ فتنہ مجھ ہی سے شروع ہوگا یہ سونچ کر سخت خوفزدہ ہوں، میں چاہتا ہوں کہ صلح و صفائی ہوجائے، اور جب تک حضرت علی علیہ السلام کا حکم نہ ائے میں کوئی اقدام نہ کر سکوں۔

اخنفکے بعد حکیم ابن جبلہ عثمان کے پاس ائے، عثمان نے لشکر عائشہ کے سرداروں کا خط ان کے سامنے رکھدیا، حکیم نے بھی اخنف کی رائے کی تائید کی اور عثمان کو عائشہ کے لشکر سے جنگ پر ابھارا، حکیم نے بھی عثمان کا وہی جواب سنا جو اخنف سن چکے تھے، حکیم نے جب اپنی پیشکش کا کوئی اثر نہیں دیکھا تو کہا:

اے عثمان اگر تم جنگ پر امادہ نہیں ہو تو مجھے اجازت دو کہ میں اپنے قبیلہ والوں کے ساتھ ان کے خلاف قیام کروں، اگر ان لوگوں کو امیر المومنین کا حکم منوا سکوں اور ان کی بیعت کے تابع لاسکوں تو کیا اچھا ہے، اور دیگر وہ نہ مانیں تو ہم تم سے مدد لئے بغیر ان لوگوں کے ساتھ جنگ کریں۔

عثمان نے کہا: اے حکیم میں جنگ اور قتل سے ڈرتا نہیں کہ اپنے کو الگ کر کے تم کو تمھارے حال پر چھوڑ دوں، بلکہ میں بنیادی طور سے مسلمانوں کے ساتھ جنگ اور فتنہ و فساد کو اچھا نہیں سمجھتا اور اس سے بھاگتا ہوں، ورنہ میں خود اپنے دل و جان کے ساتھ جنگ پر اقدام کرتا اور اس راہ میں پیش قدمی دکھاتا۔

حکیم نے کہا، ہاں، صلح و صفائی تو اچھی ہے لیکن خدا کی قسم تم بھی جانتے ہو کہ اگر وہ لوگ بصرہ میں داخل

ہوگئے تو لوگوں کا دل اپنی طرف موڑ لیں گے اور تم کو عہدے سے معزول کر دینگے ۔
لیکن حکیم نے جنگ کیلئے جس قدر اصرار کیا عثمان نے ان کی پیشکش نہیں مانی ۔

امیر المومنین کا خط اپنے گورنر بصرہ کے نام

امیر المومنین ربذہ میں تھے کہ آپ کو خبر ملی کہ عائشہ کا لشکر بصرہ کے قریب پہنچ گیا ہے آپ نے اپنے گورنر کو اس مضمون کا خط لکھا :

یہ خط بندئہ خدا امیر المومنین علی کی طرف سے اپنے گورنر عثمان ابن حنیف کے نام

اے عثمان باغی اور ظالم نے اللہ سے عہد کیا پھر اپنا عہد توڑ دیا ، اور اب ان کا رخ تمھاری طرف ہے ، شیطان نے ان لوگوں کو اتنا مغرور بنا دیا ہے کہ مرضيء خدا کے خلاف اقدام کر رہے ہیں ، لیکن خدا کا عذاب اس سے زیادہ دردناک اور انتقام کا تازیانہ اس سے بہت سخت ہو گا ۔

اے عثمان وہ لوگ بصرہ میں داخل ہوں تو انھیں حکومت وقت کی اطاعت اور میری بیعت کی دعوت دو اگر وہ اثبات و تائید میں جواب دیں تو ان کا احترام واجب ہے اور اگر تمھاری دعوت قبول نہ کریں (اپنی مخالفت میں مصر ہوں تو ان سے جنگ کرو تاکہ اللہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان حاکم ہو خدائے دادگر کا فیصلہ عادلانہ ہو گا) میں اس خط کو تمہارے پاس ربذہ سے لکھ رہا ہوں اور میں خود بھی تمہارے پاس بہت جلد پہنچوں گا ۔ کاتب خط عبید اللہ ابن ابی رافع بتاریخ ٣٦ھ ۔ [٣]

---

٣ ۔ عبید اللہ ابن ابی رافع مدینہ کے باشندے تھے ازاد کردہ رسول اللہ اور ان کے باپ کو بھی رسول نے ازاد کیا تھا حضرت علی نے انھیں اپنے خزانے کا انچارج اور منشی مقرر کیا تھا ، تہذیب التہذیب ج ٦ ص ١٥

ابو مخنف کا بیان ہے کہ :جب علی کا خط عثمان کے پاس پہنچا تو مشہور افراد ابوالاسود دئیلي[۴] اور عمران ابن حصین کو بلایا اور انھیں مامور کیا کہ جاکر لشکر عائشہ کے سرداروں سے ملاقات کریں اور ان کے بغاوت کی وجہ اور مقصد کو پوچھیں _

ابو الاسود اور عمران حفر ابو موسی میں واقع لشکر عائشہ کی چھائونی میں پہنچے پہلے انھوں نے عائشہ سے ملاقات کر کے گفتگو کی اور موعظہ و نصیحت کی _

عائشہ نے کہا اچھا ہوتا تم لوگ طلحہ و زبیر سے ملاقات کرتے اور ان سے بھی گفتگو کرتے ، ابو الاسود اور عمران زبیر کے پاس گئے ان سے بھی گفتگو کی _

زبیر نے کہا ہمارے اس قیام کا دو بنیادی مقصد ہے _

۱_ انتقام خون عثمان ، ہم ان لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے عثمان کو قتل کیا ہے _

۲_ علی کو چاہیئے کہ خلافت سے معزول ہو جائیں اور مسلمانون کی جماعت ،کسی دوسرے کو شوری کے ذریعہ سے منتخب کر لے _

ان لوگوں نے زبیر کا جواب دیا :

جہاں تک انتقام خون عثمان کی بات ہے تو عثمان کو بصرہ والوں نے قتل نہیں کیا ہے کہ تم ان لوگوں سے انتقام لو _

اے زبیر تم خود اچھی طرح جانتے ہو کہ قاتلان عثمان کون لوگ ہیں ؟ اور کہاں ہیں ؟

تم اور تمھارے ساتھی طلحہ نے اور عائشہ نے جو آج انتقام خون عثمان کا پرچم لہرا رہے ہو کل تم عثمان کے سخت ترین دشمن تھے اور تمہیں تھے کہ لوگوں کو ان کے قتل پر ابھار رہے تھے _

۴_ ابو الاسود کا نام ظالم تھا وہ عمر و ابن سفیان ابن جندل کے فرزند تھے دئیلی قبیلہ دئل کی طرف منسوب ہے اور دئل قبیلہ کنانہ کی شاخ تھا وہ بزرگ تابعی تھے اور حضرت علی کے دوستوں میں شمار کئے جاتے تھے ، جنگ صفین میں علی کے ساتھ تھے امیر المومنین نے علم نحو اور قواعد زبان عربی پورے طور سے انھیں تعلیم کئے تھے ، انھوں نے اس کی شرح کر کے اسے ایک علمی بنیاد دیدی ، ابو الاسود نے ۸۵ سال کی عمر میں عمر ابن عبد العزیز کے زمانے میں بصرہ میں وفات پائي فہرست ابن ندیم ص ۶۰ ، ۶۲ ،وفیات الاعیان ج۲ص۲۱۶_ ۲۱۹

اب رہ گئي حضرت علی کے معزول ہونے کی بات تو تم عہدہء خلافت سے کیسے معزول کر سکتے ہو ؟ اور ان کا مسلّم حق کیسے چھین سکتے ہو ؟ جبکہ تمھیں نے باہیں پھیلا کر خوشی خاطر کے ساتھ ان کی بیعت کی تھی تمھاری بیعت میں ذرا بھی زور زبردستی نہیں تھی ـ

اے زبیر واقعی بہت تعجب کی بات ہے جس دن رسول (ص) خدا رحمت حق سے ملحق ہوئے اور لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کی تونے ان کی بیعت کرنے سے انکار کیا تھا ، ہاتھ میں تلوار لیکر بھانج رہے تھے کہ خلافت کیلئے علی سے بہتر کوئي نہیں ، لیکن آج انھیں سے ایسی سخت مخالفت پر امادہ ہو ، کہاں وہ طرفداری ؟ اور کہاں یہ دشمنی و مخالفت ؟

زبیر نے جب اپنے کو عثمان ابن حنیف کے نمائندوں کے سامنے زچ ہوتے دیکھا اور اپنے کو لاجواب پایا تو کہا :

تم لوگ طلحہ کے پاس جائو انھیں سے بات کرو دیکھو وہ کیا کہتے ہیں ـ

ابو الاسود اور عمران طلحہ کے پاس گئے لیکن انھیں سخت مزاج اور فتنہ انگیز پایا انھوں نے سمجھ لیا کہ ان کا مقصد صرف جنگ کی اگ بھڑ کانا ہے اس کے سوا اور کوئي مقصد نہیں وہ لوگ وہاں سے مایوس ہو کر عثمان ابن حنیف کے پاس واپس اگئے اور سارا واقعہ انھیں سنادیا ـ

ابوالاسود نے اس سلسلے میں کچھ اشعار کہے ہیں :

یابن حنیف قد اتیت فانفر

و طاعن القوم و جالد و اصبر

و ابرز لها مستلئما و شمر

اتینا الزبیر فدانی الکلام

و طلحه کا لنجم او ابعد

و احسن قولیهما فادح

یضیق به الخطب مستنکد (۵)

" اے پسر حنیف اگاہ ہو جائو کہ دشمن کا لشکر جنگ کے سوا کوئي مقصد نہیں رکھتا تم بھی اٹھ کھڑے ہو اور ان کے مقابلہ میں جنگ کرنے کیلئے اپنے کو امادہ کرو ، ان لوگوںکی سرزنش کیلئے کوشش کرو اور اس راہ میں استقامت دکھائو ہم نے زبیر سے

۵ـ الامامۃ والسیاسۃ ج ۱ ص ۶۱ ، ابن اعثم ص ۱۸۰ ، عقد الفرید ج ۴ ص ۳۱۳ ، مروج الذھب و کامل ابن اثیر ج ۵ ص ۱۸۴ ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۷ ، ابو مخنف در کتاب جمل

بات کی تو اس کی باتوں میں نرمی دیکھی لیکن طلحہ بہت تند تھا ، وہ بے راہ روی کا شکار تھا ، اسکا فاصلہ صلح سے اتنا ہی ہے جتنا زمین کا اسمان سے ، ان کی سب سے اچھی بات بہت بری تھی بہت سخت تھی اور فتنہ انگیز تھی ۔

انھوں نے ہمیں بہت ڈرایا دھمکایا لیکن ان کی ساری باتیں ہماری نگاہ میں بے وقعت تھیں ۔

ابو الاسود نے جیسے ہی اپنے اشعار ختم کئے ، عثمان ابن حنیف جوش مین بھر گئے اور کہا ، ہاں ، دونوں مقدس شہروں مکہ و مدینہ کی قسم تم نے جیسا کہ بیان کیا میں ان لوگوں سے ایسی ہی جنگ کروں گا ۔

پھر حکم دیاکہ فوجی تیاری کا عام اعلان کیا جائے اور سب لوگ جنگ کیلئے امادہ ہو جائیں ، بصرے میں نعرے گونجنے لگے بصرے والے اسلحوں سے اراستہ ہو کر عثمان ابن حنیف کے پاس اگئے ۔

لشکر بصرہ وہاں کے ایک وسیع میدان کی سمت جس کا نام مربد تھا بڑھنے لگا ، جہاں لشکر عائشہ کی چھائونی تھی اور دونوں لشکر اسی میدان میں امنے سامنے ہو گئے ۔

شعلہ بار تقریریں

مرد جشمی نے تقریر کی

لشکر بصرہ اور لشکر عائشہ میدان مربد میں امنے سامنے تھے اتنے میں لشکر بصرہ سے قبیلہ جشم کا ایک شخص کھڑا ہوا اور اپنے کو پہنچوانے کے بعد بصرے والوں سے اس طرح مخاطب ہوا ۔

اے لوگو یہ جمعیت جسے تم دیکھ رہے ہو شہر مکہ سے ایا ہے اور اس نے تمھاری طرف رخ کیا ہے ، لیکن نہ انھیں بد امنی کا ڈر ہے نہ فرار اورہرج مرج کا کیونکہ یہ لوگ اس شہر میں تھے کہ جو سب کے لئے امن وپناہ کی جگہ ہے اور تمام موجودات وہاں امن میں رہتے ہیں یہاںتک کہ پرندے حیوانات اور درندے بھی اس شہر میںلوگوں کے گزند سے اسودہ خاطر ہوتے ہیں ، اس بناء پر یہ لوگ خوف کی وجہ سے یہاں نہیں ائے ہیں بلکہ خون عثمان کا انتقام لینے .... کیلئے سیلاب کی طرح ہمارے شہر میں ٹوٹ پڑے ہیں حالانکہ ہم بصرے والوں نے نہ قتل عثمان میں شرکت کی نہ ہم میں کا کوئی شخص ان کے قتل میں شامل تھا ۔

اے لوگو میری بات پر توجہ دو اور اس لشکر کو جہاں سے ایا ہے وہیں وآپس کردو اور اگر تم نے غیرت و صلاح کو راہ نہیں دی تو تمھارے درمیان جنگ کی ایسی اگ بھڑکے گی جو کبھی خاموش نہ ہوگی اور اس کے شعلے تمہاری زندگی کو اپنا لقمہ بنا لیں گے ۔

اس شخص کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ بصرے کہ کچھ لوگوں نے اس پر سنگ باری کردی اور وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا ۔

طلحہ کی تقریر

ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس جشمی شخص کی تقریر کے بعد طلحہ کھڑے ہوئے اور بہت کوشش کے بعد چیختے چلاتے لوگوں کو خاموش کیا اور کہا :

اے بصرے والو تم سبھی جانتے ہو کہ عثمان ابن عفان ایک شریف شخص اور با فضیلت ادمی تھے ، بہت اچھے سابق الاسلام تھے ، وہ انھیں مہاجرین میں تھے کہ جن کے بارے میں اللہ نے اپنی رضا کا اعلان کیا اور قران نے ان لوگوں کے فضائل بیان کئے ۔

ہاں ، عثمان گروہ مہاجرین کی فرد تھے اور صحابی رسول تھے ، مسلمانوں کے امام تھے لیکن اپنی خلافت کے اخری زمانے میں روش بدل دی تھی اور کبھی کبھی وہ عدالت کی راہ سے منحرف ہو جاتے تھے ، ہم نے اس معاملے میں ان کو چونکایا ، (ان پر اعتراض کیا) تو انھوں نے ہماری باتوں کو قبول کیا اور اپنے کرتوتوں سے توبہ کی ، پھر وہ عدالت کی راہ پر چل پڑے ، لیکن کیا فائدہ ؟ وہ شخص کہ جس نے آج مسلمانوں کے معاملات کی لگام بغیر مسلمانوں کی رضا اور اطلاع کے غاصبانہ طریقے سے اپنے ہاتھ میں تھام لی ہے ، وہ ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں بے گناہ قتل کر ڈالا ، کچھ فسادی اور لاپرواہ لوگوں نے بھی اس ظالمانہ عمل میں اس کی مدد کی ۔

ہاں ، عثمان تمام مسلمانوں کے نزدیک قابل احترام تھے وہ بے گناہ اور مظلوم قتل کئے گئے ۔

اے بصرہ والو ہم اس پاک اور بے گناہ شخص کا انتقام لینے کیلئے یہاں ائے ہیں تاکہ ان کے قاتلوں کو قابو میں کر کے قتل کریں اور مسلمانوں میں استقلال پیدا کریں ، اور وہ اختیارات جو ان کے ہاتھ سے نکل گئے ہیں وآپس

لائیں ، شوری کے ذریعہ کسی شخص کو خلافت و حکمرانی کیلئے انتخاب کر لیں ، کیونکہ خلافت و حکمرانی صرف عوام کا حق ہے ، اور جو شخص استبدادی طریقے سے اور لوگوں کو دھوکا دیکر اس عہدے پر قبضہ جما لے اس کی استبدادی حکومت کا پایہ ہلا دینا چاہیئے اور ختم کر دینا چاہیئے ۔

زبیر کی تقریر

طلحہ کی تقریر کے بعد زبیر کھڑے ہو کر تقریر کرنے لگے وہ بھی طلحہ کیطرح عثمان کی بے گناہی اور یہ کہ علی ان کے قاتل ہیں ,بیان کرنے لگے ، پھر انھوں نے طلحہ کے بیان کی تائید کی ۔

یہیں پر کچھ بصرہ والے کھڑے ہو گئے اور طلحہ اور زبیر پر اعتراض کرنے لگے ، انھوں نے واضح طریقے سے کہا :

اے طلحہ اے زبیر کیا تم لوگوں نے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی اور ان کی اطاعت کا عہد و پیمان نہیں کیا تھا ، اخر کیا بات ہوئی کہ کل تم نے بیعت کی اور آج تم نے بیعت توڑ دی ؟

ان لوگوں نے جواب دیا ، ہم نے اپنے اختیار اور رضا و رغبت سے علی کی بیعت نہیں کی ، اور ہماری گردن پر کسی کی بیعت و اطاعت کا حق نہیں ہے جو میرے اوپر اعتراض کرے اور ہمیں بیعت شکنی کا الزام دے ۔

بات یہاں تک پہنچی تھی کہ اہل بصرہ کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہو گیا ، ہلڑ ہنگامہ ہونے لگا کیونکہ کچھ تو طلحہ و زبیر کی طرفداری کرنے لگے ، ان کی باتوں کی تائید و تصدیق کرنے لگے اور صحیح ہے صحیح ہے کے نعرے لگانے لگے اور کچھ دوسرے لوگ ان کو جھٹلانے لگے ، کہنے لگے کہ طلحہ و زبیر جھوٹ بول رہے ہیں ، ان کی باتوں میں مکاری پائی جاتی ہے ۔

عائشہ کی تقریر

ابو مخنف کا بیان ہے کہ : لوگوں کا اختلاف اور ہنگامہ کافی طول پکڑ گیا ، یہاں تک کہ خود عائشہ نے انھیں خاموش

کرنے کیلئے مداخلت کی ، اپنے اونٹ پر سوار ہوئیں لوگوں کے سامنے اکر بہت بلند اواز میں کہا :

اے لوگو بس کرو ، اپنی بات کم کرو ، خاموش ہو جائو ، خاموش ، خاموش ، جب لوگوں نے عائشہ کی اواز سنی تو خاموش ہو گئے ، ہلّڑ ہنگامہ خاموشی میں بدل گیا ، جب مربد کے تمام گوشہ و کنار میں خاموشی پھیل گئي تو عائشہ نے بصرہ والوں سے اس طرح خطاب فرمایا :

اے لوگو امیر المومنین عثمان راہ حق و عدالت سے منحرف ہوئے اور اصحاب رسول کو تکلیف پہنچائي، فسادی اور نا تجربہ کار چھوکروں کو حکومت میں لگا دیا ، ایسے منحرف اور فاسد لوگوں کی حمآیت کی جنھیں رسول اللہ نے جلا وطن کیا تھا ، اور ان پر غضبناک ہوئے تھے _

مسلمانوں نے ان پر اعتراض کیا ان کے کرتوتوں کے نتائج سے باخبر کیا انھوں نے بھی لوگوں کی نصیحتوں سے سبق حاصل کیا اور اپنے برے اعمال پر شرمندہ ہوئے ، اپنے دامن الودہ کو اب توبہ سے دھو ڈالا ، اپنے کو گناہوں اور لغزشوں سے پاک کر لیا _

لیکن کچھ لوگوں نے ان کی توبہ کو اہمیت دیئے بغیر انھیں قتل کرڈالا اس پاک اور بے گناہ شخص کا خون بہا دیا ، ان کے قتل سے ڈھیر سارے گناہوں کے مرتکب ہوئے ، ان کی خلافت کا مقدس لباس اس مقدس ماہ ذی الحجہ (جس میں جنگ حرام ہے ، اور اس شہر مدینہ میں جس کا احترام اسلام نے لازم قرار دیا ہے)ہاں ان حالات و شرائط کے باوجود انھیں یوں قتل کرڈالا جیسے قربانی کا اونٹ پئے کیا جاتا ہے _

اے لوگو جان لو کہ قریش عثمان کو قتل کر کے خود اپنے تیروں کا نشانہ بن گئے ہیں اور اپنے ہاتھ اور منھ کو خون سے الودہ کر لیا ہے ، قتل عثمان ان لوگوں کو مقصد تک نہ پہنچائے انھیں کوئي فائدہ نہ بخشے ، خدا کی قسم ، انھیں کوئي بلا گھیر لے گی ، جو انھیں ملیا میٹ کر دے گي ، ہاں ، انگاروں سے بھری افت ، ان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی ، ایسی افت کہ ان کے سوتوں کو جگا دے اور بیٹھے ہوئے لوگوں کو اٹھا دے _

اے لوگو_ اول تو یہ کہ عثمان کا گناہ ایسا نہیں تھا کہ ان کا قتل جائز ہو جائے دوسرے یہ کہ تم نے انھیں توبہ کی دعوت دی پھر ان کی توبہ پر اعتنا کئے بغیر چڑھ دوڑے اور بے گناہ خون بہادیا ، پھر تم نے علی کی بیعت کرلی ، اور ان کو غاصبانہ طریقے سے خلافت کی کرسی پر بیٹھا دیا _

ذرا سوچو۔میں نے تمھارے فائدے کیلئے عثمان کی فحاشیوں پر غم وغصہ کا مظاہرہ کیا تھا ، لیکن آج عثمان کے فائدے کیلئے جو تم نے ان پر تلوار کھینچی غم و غصہ کا مظاہرہ نہ کروں ؟ اور خاموش ہو جائوں ؟

اے لوگو ہوش میں ائو ، کیونکہ عثمان کو مظلوم اور بے گناہ قتل کیا گیا اور اب تم لوگوں پر لازم ہے کہ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو اور جہاں بھی ان پر قابو پائو انھیں قتل کر ڈالو ۔

اس کے بعد ان چھ افراد میں سے کہ جن کو عمر نے معین کیا تھا شوری کے ذریعے سے خلیفہ مقرر کر لو ، لیکن ایسا ہر گمز نہیں ہونا چاہیئے کہ جس نے قتل عثمان میںشرکت کی ہے وہ شوری میں یا خلیفہ معین کرنے میں کسی قسم کی مداخلت کرے ۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ :عائشہ کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ لوگ موج دریا کیطرح جوش میں بھر گئے اور پیچ و تاب کھانے لگے ۔

ایک نے کہا کہ حقیقت وہی ہے جو عائشہ نے کہا :

دوسرے نے کہا کہ :عائشہ نے غلط بات کہی ہے کیونکہ انھیں حق نہیں ہے کہ گھر سے باہر نکلیں ۔

ایک بولا ، انھیں کیا حق پہنچتا ہے کہ معاشرتی معاملات میں دخل دیں

اخر کار ، ہر شخص اپنی اپنی ہانکنے لگا ، اوازیں بلند ہونے لگیں

لوگوں کی چیخ پکار بڑھنے لگی اور اختلاف پیدا ہونے لگا یہاں تک کہ جوتے لوگوں کے سروں پر چلنے لگے ، گھوسے اور مکّے ایک دوسرے کی ضیافت کرنے لگے ۔

بس یہیں سے بصرہ کے باشندے دو حصوں میں بٹ گئے اور ایک دوسرے کے امنے سامنے محاذ آرائی اور صف بندی کرنے لگے ۔

ایک پارٹی گورنر بصرہ عثمان کی طرفداری ہو گئي اور دوسری پارٹی عائشہ کی طرفدار ہو گئي اسطرح عائشہ نے اپنی تھوڑی دیر کی تقریر میں کچھ لوگوں کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور اپنے لشکر کی تعداد میں اضافہ کر لیا ۔

پہلی جنگ

ابو مخنف کا بیان ہے کہ :میدان مربد میں جو تقریریں اور باتیں ہوئیں اس کے بعد لوگ متفرق ہو گئے

لیکن طلحہ و زبیر نے عثمان ابن حنیف کو اسیر کرنے کیلئے کچھ لوگوں کے ساتھ دارالامارہ پر قبضہ جمانے شہر کے مرکزی حصے کی طرف چلے ، لیکن انھیں لشکر عثمان کی شدید مقاومت کرنی پڑی کیونکہ بصرے والے شہر کے تمام حصوں سے واقف تھے اور لشکر عائشہ کے حملے سے قبل ہی تمام گلی کوچوں تک کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا اور گھات لگائے بیٹھے تھے _

جب عائشہ کا لشکر شہر کے مرکزی حصے کیطرف نہیں بڑھ سکا تو اپنا راستہ میدان اور باغوں کی طرف بدل دیا ، لشکر بصرہ نے وہاں بھی روکا اور دونوں میں گھمسان کی جنگ ہونے لگی اس مقاومت میں حکیم ابن جبلہ نے اپنے قبیلے والوں کے ساتھ دوسروں سے کہیں زیادہ جدوجہد کی اور لشکر عائشہ پر حملہ کیا ، بصرہ کی عورتوں نے بھی کوٹھوں سے سنگباری کی اور اسطرح بصرے والوں نے لشکر عائشہ کو پسپا کر کے قبرستان بنی مازن تک ڈھکیل دیا _

عائشہ کے فوجی وہاں دفاعی حالت میں ٹھر گئے تاکہ چھائونی سے ان کی مدد اسکے اور شکست خوردہ لشکر اس کمک کے ذریعے بصرہ کے باہر زابوقہ کی طرف جا سکے ، وہاں بھی ایک وسیع اور بنجر میدان دار الرزق کے نام سے تھا ، وہیں چلے گئے اور اسی کو اپنی چھائونی بنا لیا ، اسطرح پہلی جنگ میں گورنر بصرہ کو فتح حاصل ہوئي اور عائشہ کا لشکر پیچھے ہٹ گیا _

اس کے بعد ابو مخنف کہتا ہے کہ: قبیلہ تیم کے ایک سردار عبداللہ ابن حکیم جن کو طلحہ و زبیر نے قتل عثمان کے بارے میں خط لکھ کر مدد طلب کی تھی ، وہ طلحہ کے پاس ائے اور اس خط کو دکھا کر رائے طلب کرتے ہوئے پوچھا _

اے طلحہ کیا تم ہی نہیں ہو کہ جس نے ہمیں خط لکھا تھا اور ہمیں قتل عثمان پر ابھارا تھا _

طلحہ نے کہا ہاں ، یہ خط ہماری ہی طرف سے ہے عبداللہ نے کہا اے طلحہ ، تم پر حیرت ہے کہ اس خط کے مطابق تم کل ہمیں عثمان کو معزول کرنے اور انھیں قتل کرنے پر ابھار رہے تھے اخر کار تم نے انھیں قتل کرڈالا اور آج انھیں کی طرفداری اور ان کا انتقام لینے کیلئے ہمارے پاس ائے ہو _

اے طلحہ خدا کی قسم ، تمھارا مقصد صرف یہ ہے کہ دنیا حاصل کر لو اور حکومت پر قبضہ جما لو ، اور ایک غلط اور نامناسب محرک تمھیں اس جنگ پر ابھار رہا ہے ورنہ تم نے کل علی کی بیعت کیوں کی تھی اور راضی خوشی ان کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ کیوں رکھا تھا ، اور آج تم نے اپنی بیعت توڑ دی ہے ، اور ان کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے ہو ؟ ان تمام باتوں سے بدتر یہ کہ یہاں تم شہر کو فتنہ و فساد میں الجھانے ائے ہو اور ہمیں اس فتنہ میں شریک کر رہے ہو _

طلحہ نے کہا کہ: اے عبداللہ میں نے علی کی بیعت اپنی مرضی اور خوشی سے نہیں کی تھی، حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کی بیعت قبول کرنے کے بعد مجھ کو بھی بیعت کی دعوت کی تو میں نے بھی مجبور ہو کر ان کی دعوت قبول کر لی اور اپنی بیعت کا ہاتھ بڑھا دیا، اگر میں نے ان کی بات نہ مانی ہوتی تو جس طرح میں خلافت سے محروم کر دیا گیا (اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا کیونکہ لوگ میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور میرا کام تمام کر دیتے)۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: اس طرح پہلا دن بیت گیا، اس کے دوسرے دن دونوں لشکر دوبارہ امنے سامنے ہوئے اور انھوں نے صف ارائی کی۔

اس موقع پر عثمان ابن حنیف اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ طلحہ و زبیر کے پاس گئے اور انھیں نرم و ملائم انداز میں نصیحت کی، انھیں اختلاف و بیعت شکنی کے انجام سے ڈرایا۔

لیکن طلحہ و زبیر نے بجائے اس کے کہ ان کی نصیحت کو مانیں صاف صاف کہنے لگے کہ اے فرزند حنیف ہم یہاں خون عثمان کا انتقام لینے کیلئے ائے ہیں ہم اس سے کبھی دستبردار نہیں ہو نگے۔

عثمان ابن حنیف نے کہا، تمھیں خون عثمان سے کیا سروکار؟ ان کے بیٹے اور چچیرے بھائی انتقام کیلئے تم پر مقدم اور قریب تر ہیں، وہ لوگ کہاں ہیں؟ خدا کی قسم خون عثمان کا انتقام ایک بہانا ہے اور بس، حقیقت یہ ہے کہ تم لوگ خلافت ہتھیانا چاہتے ہو اور اس سلسلے میں تم نے حد سے زیادہ کوشش کی لیکن مسلمانوں نے تمھاری طرف کوئی توجہ نہیں کی، وہ حضرت علی کی جانب مائل ہوگئے، یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کی عداوت تمھارے دل میں پیدا ہوگئی اور حسد کی اگ بھڑکنے لگی، اسی گرہاں اور انگاروں نے تمھیں بیعت توڑنے اور مخالفت کرنے پر امادہ کیا، ان گرہاں اور انگاروں کو ڈھاکنے کیلئے تم نے خون عثمان کا بہانا بنایا ہے ورنہ تم وہی ہو کہ عثمان کے خلاف ہنگامہ برپا کرنے میں سب سے اگے تھے، تمھیں سب سے زیادہ ان پر تنقید کرتے تھے۔

ابن حنیف کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ طلحہ و زبیر نے دشنام درازی شروع کر دی اور بہت گندی باتیں زبان سے نکالنے لگے یہاں تک کہ بہت شرمناک طریقے سے ان کی ماں کا نام بھی لے لیا۔

عثمان نے ایک نگاہ زبیر پر ڈالی اور کہا:

اے زبیر میں کیا کروں؟ تمھاری ماں صفیہ رسول خدا کی رشتہ دار ہیں، اسی وجہ سے رسول خدا کے احترام

میں تمھاری ماں کا نام لینے سے معذور ہوں۔
اس کے بعد ایک نظر طلحہ پر ڈالی اور کہا:
اے طلحہ اے صعبہ کے فرزند میرا اور تمھارا حساب کتاب اس سے بالاتر ہے جو باتوں سے ختم ہو اس کا جواب صرف تلوار ہے ہمارے اور تمھارے درمیان اسی کو فیصلہ کرنا ہے، میں واقعی ان گالیوں کا جواب تمھیں دوں گا۔
عثمان نے ایک نظر اسمان پر ڈالی اور دعا کی خدایا تو گواہ رہنا کہ میں نے ان لوگوں پر حجت تمام کردی اور ان کیلئے عذر کی کوئی گنجائشے نہیں چھوڑی۔
یہ کہنا اور عائشہ کے لشکر پر ٹوٹ پڑے، اور عملی طور سے اعلان جنگ کردیا، پھر دونوں لشکر کے درمیان گھمسان کی لڑائی شروع ہوگئی، جب جنگ نے بہت شدت اختیار کرلی تو یہ بات طئے پائی کہ دونوں کے درمیان عہد نامہ صلح لکھا جائے تاکہ جنگ ختم ہو سکے۔

صلح اور صلحنامہ

جیسا کہ گذشتہ فصل میں بیان کیا گیا کہ لشکر عائشہ اور لشکر بصرہ کے درمیان گھمسان کی جنگ ہوئی اور بہت سے لوگ لقمہء اجل بن گئے اس طرح یہ لڑائی گورنر بصرہ اور ان کے سپاہیوں کی کامیابی پر ختم ہوئی۔
ابو مخنف کا بیان ہے کہ جنگ و خونریزی کے بعد (جس کا نام ہم نے پہلی جنگ رکھا ہے)دونوں لشکر کے سردار اس بات پر متفق ہوئے کہ چند شرائط کے مطابق باہم صلح کرلی جائے اور عہد نامہ لکھ لیا جائے، تاکہ جب تک حضرت علی بصرے میں تشریف نہیں لائیں جنگ رکی رہے، یہی بات دونوں لشکر کے درمیان صلحنامہ کی شکل میں لکھی گئی اور اس پر سرداران لشکر کے دستخط ہوئے۔

صلحنامہ کا متن ان پانچ دفعات پر مشتمل تھا

یہ وہ عہد و پیمان ہے کہ جو عثمان ابن حنیف اور ان کے ساتھیوں نے طلحہ و زبیر اور ان کے حمآیتیوں کے ساتھ طئے پایا ہے ہر دو طرف کے لوگ اپنے کو اس عہدنامہ کا پابند سمجھتے ہیں کہ اس صلحنامہ کے مطابق عمل کرینگے اور ان کے دفعات کا احترام کر کے اسے نافذ کرینگے ـ

۱ـ طرفین کے کسی شخص کو بھی دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کا حق نہ ہوگا اور اسائشے کے وسیلے سلب نہ کریگا نہ ایک دوسرے کو تکلیف دیگا ـ

۲ـ طرفین حق رکھتے ہیں کہ ازادانہ طریقے سے فطری اور معاشرتی خصوصیات سے بہرہ مند ہوں اور سبھی یکساں طریقے سے بغیر دوسرے کی مزاحمت کے نہروں و چراگاہوں اور شاہراوں اور بازاروں سے استفادہ کر سکیں گے اور ایک دوسرے کی ضرورت کو پورا کریں گے ـ

۳ـ شہری انتظامات اور حکومت اور قصر کی حکمرانی (مسجد اور پیشنمازی کے حالات) اور بیت المال کے اختیارات سابق کیطرح عثمان ابن حنیف کے قبضے میں رہیں گے ـ

۴ـ طلحہ و زبیر اور ان کے ساتھ بصرہ میں ازادی سے رہیں گے وہ بغیر رکاوٹ کے تمام جگھوں پر اپنی چھائونی بنا سکتے ہیں اور شہر کے تمام حصوں پر ازادانہ رہ سکتے ہیں ـ

۵ـ یہ عہدنامہ آج کی تاریخ سے اس وقت تک نافذ رہے گا جبتک حضرت علی بصرہ میں اجائیں ، اور حضرت علی کے تشریف لانے کے بعد طلحہ و زبیر ازاد ہیں کہ وہ سابق کی اپنی بیعت علی کے وفادار رہیں یا ہر ایک صلح و جنگ کا انتخاب کرے ـ

صلحنامہ کے اخر میں اس جملے کا بھی اضافہ کیا گیا کہ طرفین اس صلحنامہ کے دفعات پر اسی طرح عمل کرینگے جیسے خدا اور انبیاء کے عہد و میثاق میں برتا جاتا ہے ، اور اس وسیلے سے ان لوگوں نے مضبوط پیمان باندھا (علی الفریقین بما کتبو ا عهد الله و میثاقه)

صلح نامہ پر طرفین کے دستخط ہو گئے اور صلح و صفائي ہوگئي ، عثمان ابن حنیف اپنے لشکر کے ساتھ دار المرزق سے دار الامارہ کیطرف وآپس چلے گئے اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ جنگی ہتھیار اتار ڈالو اور اپنے گھروں کو وآپس جائو ارام کے ساتھ زخمیوں کا اعلاج و معالجہ کرو ـ

دوسری جنگ

طلحہ و زبیر نے دوسری بار پیمان شکنی کي

لشکر بصرہ نے صلحنامہ کے دفعات پر بھرپور عمل کیا اور اس کے مفاد کے مطابق صلح کیا ، شہر بصرہ میں جنگ سے پہلے کا امن وآپس اگیا ، تمام حالات معمول پر اگئے ، لیکن طلحہ و زبیر نے جس طرح علی علیہ السلام کی بیعت توڑی تھی دیر نہیں گذری کہ اس صلح اور عہد کو توڑنے کی فکر میں لگ گئے ، وہ سوچ رہے تھے کہ اگر کچھ دن بعد حضرت علی علیہ السلام بصرہ میں اجائینگے تو ہم یہ تھوڑے سے فوجی اور معمولی سامان جنگ سے کس طرح مقابلہ کر سکیں گے ، وہ بہترین فوجی ساز وسامان سے اراستہ ہونگے [۶]

یہی بات تھی کہ طلحہ اور زبیر کی بے چینی بڑھ گئي اور ان کی انکھوں سے نیند اڑ گئي تھی ، وہ اس سلسلے میں رات دن تبادلہ ء خیال کرتے رہتے تھے ۔

اخر کار انہوں نے یہ ارادہ کر لیا کہ اس عہد کو بھی بیعت علی علیہ السلام کی طرح توڑدیں اور مخفی طور سے قبائل عرب کے رئیسوں اور بصرہ کے بزرگوں سے مدد طلب کریں اور انھیں اپنی حمآیت کی دعوت دیں ۔

طلحہ و زبیر نے اس منصوبے کے ماتحت قبیلوں کے بزرگوں کو خط لکھے اور انھیں انتقام خون عثمان کی دعوت دی اور علی کی بیعت توڑنے اور بصرہ کے گورنر کی اطاعت سے باہر ہونے پر امادہ کیا ۔

قبیلہ اذد ، ضبہ ، اور قیس عیلان ان تین قبائل نے ان کی دعوت کا مثبت جواب دیکر ان لوگوں کی بیعت کر لی ، انھون نے وعدہ کیا کہ ہر طرح کی کمک اور حمآیت کیلئے وہ تیار ہیں ، صرف یہی انگلیوں پر گنے جانے والے تین قبیلے تھے جنھوں نے چھپے چوری ان کی موافقت کا عہد کیا ۔

۶۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے صلح کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن جب انھوں نے دیکھا کہ گورنر بصرہ سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے تو ظاہری طور سے صلح کا ہاتھ بڑھا دیا تاکہ ان لوگوں کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اپنے بدترین مقاصد حاصل کر لیں

طلحہ و زبیر نے ایک دوسرا خط ہلال ابن وکیع کو لکھا جو قبیلہ بنی تیم کا سردار تھا ، ان لوگوں نے خط میں اپنی حمآیت کی دعوت دی لیکن ہلال نے ان کا کوئي جواب نہیں دیا نہ توجہ کی ، اور ان سے ملاقات بھی نہیں کی ـ

طلحہ و زبیر مجبور ہو کر خود ہی ہلال سے ملاقات کیلئۓ ان کے گھر گئۓ انھوں نے اپنے گھر میں بھی ان سے ملاقات نہیں کی اور اپنے کو چھپالیا ، لیکن انکی ماں نے سرزنش کرتے ہوئے کہا :

اے ہلال ، تمھاری جیسی شخصیت کیلئۓ شرم کی بات ہے کہ اپنے کو مہمانوں سے چھپائو اور قریش کے دو بزرگوں کی ملاقات سے انکار کر دو ـ

ہلال کی ماں نے اپنی بات اتنی بار کہی کہ فرزند کے دل پر اثر ہوا اور ہلال نے طلحہ و زبیر کیلئۓ اپنا دروازہ کھولا ، ان سے ملاقات اور گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بھی طلحہ و زبیر سے متاثر ہو گئۓ اور ان دونوں کی بیعت کرلی ، حمآیت اور نصرت کا وعدہ بھی کیا ـ

قبیلہ تمیم کے دو بڑے خاندان ، عمرو اور ہنزلہ کا خاندان بھی ہلال کی پیروی کرتے ہوئۓ طلحہ و زبیر کی بیعت پر امادہ ہو گیا ـ

قبیلہ تمیم میں صرف ایک خاندان یربوع تھا جو حضرت علی علیہ السلام سے وابستہ تھا آپ کا خالص شیعہ اور وفادار تھا اسی نے ان دونوں کی بیعت سے انحراف کیا اسی طرح خاندان دارم بھی جو بنی تمیم ہی کی شاخ تھا ، اسنے بھی ان دونوں کی بیعت سے انکار کیا ـ

اس طرح طلحہ اور زبیر نے بصرہ کے اکثر قبیلوں کو اپنی طرف مائل کر کے انھیں اپنی حمآیت و نصرت پر امادہ کر لیا ـ

دوسری جنگ شروع ہوئي

جب لشکر عائشہ کے سرداروں نے اپنے کو ہر طرح سے طاقتور دیکھ لیا تو ایک اندھیری رات میں ، جب سخت سردی تھی اور بادو باراں کا زور تھا ، اپنے کپڑوں میں اسلحے چھپا کر جامع مسجد کی طرف چلے ، اور ٹھیک نماز صبح کے وقت مسجد میں پہنچ گئۓ ـ

یہ وقت تھا کہ عثمان ابن حنیف محراب میں تھے اور وہ لوگوں کو نماز پڑھانے کیلئۓ کھڑے ہو گئۓ تھے ، طلحہ و زبیر کے ساتھیوں نے سامنے اکر انھیں محراب سے کھینچ لیا اور زبیر کو ان کی جگہ پر کھڑا کر دیا ، اس موقع پر بیت المال کے محافظوں نے مسجد کے حالات کی خبر پاکر عثمان ابن حنیف کی نصرت میں دوڑے اور زبیر کو محراب سے کھیچ کر عثمان

ابن حنیف کو پھر وہیں کھڑا کیا، زبیر کے ساتھیوں نے بھی دوسری بار عثمان کو علحدہ کیا اور زبیر کو ان کی جگہ پر بیٹھایا لیکن پھر محافظوں نے سخت جدوجہد کی اور زبیر کو پیچھے ہٹا کر عثمان کو محراب میں پہنچا دیا_

یہ نزاع و کشمکش اور امام جماعت کی تبدیلی اتنی دیر تک جاری رہی کہ قریب تھا کہ سورج نکل ائے اور نماز صبح کا وقت ختم ہو جائے_

جو لوگ مسجد میں تھے وہ چلانے لگے کہ اے مسلمانوں خدا سے ڈرو کہ نماز کا وقت جارہا ہے_

اخرکار اس اختلاف اور کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ زبیر نے اخری مرحلے میں عثمان ابن حنیف پر کامیابی حاصل کر لی اور محراب پر قبضہ کرکے لوگوں کو نماز صبح پڑھائي کیونکہ ان کے ساتھی زیادہ تیار اور منصوبہ میں پختہ تھے، نماز پڑھانے کے بعد فوراً زبیر نے حکم دیا کہ عثمان کو پکڑو اور گرفتار کر لو_

جیسے ہی یہ فرمان صادر ہوا زبیر کے ساتھیوں نے اپنے کپڑوں سے تلواریں نکال لیں اور عثمان کے ساتھیوں پر حملہ کر دیا، تھوڑی سی ردو کد مروان اور عثمان کے درمیان واقع ہوئي، عثمان ابن حنیف اور بیت المال کے محافظوں کی تعداد ستر تھی انھیں زبیر کے ساتھیوں نے گرفتار کر لیا اور عثمان کو سخت اذیتیں دی، اس قدر مار پیٹ کی کہ قریب تھا کہ وہ‏ان کی موت ہو جائے_

انہوں نے اسی پر بس نہیں کیا ان کی بھنوں اور سر اور چہرے کے بال کو قابل رحم حالت پر چھیل ڈالا_

اس طرح عائشہ کا لشکر صلح کے باوجود اس جنگ میں فتحمند ہوا اور شہر بصرہ پر قبضہ کر لیا_

جنگی قیدیوں کی سرگذشت

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: عائشہ کے فوجیوں نے معاہدہ صلح کے بر خلاف گورنر ہاؤس اور مسلمانوں کے بیت المال پر حملہ کر کے گورنر اور بیت المال کے محافظوں کو قیدی بنا لیا_

پھر انھیں عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا تاکہ ان لوگوں کے بارے میں کوئي فیصلہ کریں وہ جیسا بھی حکم چاہیں ان لوگوں کے بارے مین حکم صادر کردیں_

عائشہ نے بھی ہر ایک کے بارے میں الگ الگ فیصلہ سنایا_

محافظوں کی سرگذشت

عائشہ نے بیت المال کے محافظوں کے بارے میں اسطرح فیصلہ سنایا کہ زبیر کو اپنے سامنے بلا کر کہا :

اے زبیر انھیں لوگوں نے تم پر شمشیر کھینچی تھی اور عثمان ابن حنیف اور بیت المال کا دفاع کیا تھا ، ان لوگوں کا قتل ، میں تمھارے ذمہ قرار دیتی ہوں کہ ان کا سرتن سے جدا کر کے تلوار کا پانی پلاؤ ـ

ابو مخنف کا بیان ہے کہ یہ حکم پاتے ہی زبیر نے اپنے فرزند عبداللہ کی مدد سے ان سب کے سر بھیڑ بکریوں کی طرح تن سے جدا کر دیا ـ

اس کا بیان ہے کہ :بیت المال کے محافظوں میں ان ستر افراد کے علاوہ بھی کچھ ایسے تھے جو بیت المال کی حفاظت کیلئے بیت المال میں موجود تھے اور طلحہ و زبیر کو قبضہ نہیں کرنے دے رہے تھے ، زبیر نے راتوں رات ان پر چڑھائی کر کے پراکندہ کر دیا اور بیت المال پر اپنا قبضہ جما لیا ، ان میں پچاس ادمیوں کو قید کر کے تمام لوگوں کے سامنے بے رحمی سے گردن ماردی اور سب کی لاشیں ان ستر کے پہلو میں ڈال دیں ـ

ابو مخنف لکھتا ہے کہ سقعب ابن زبیر کے بیان کے مطابق اس دن قتل ہونے والے محافظوں کی تعداد چار سو تھی ـ

وہ مزید کہتا ہے کہ :سب سے پہلا غدر اور حیلہ اسلام میں یہی تھا جو طلحہ و زبیر کے ذریعہ عثمان ابن حنیف کی بابت انجام پایا اور اسلام میں مسلمانوں کا یہ پہلا گروہ تھا جو نہتّا مظلومی کے عالم میں تمام لوگوں کے سامنے انتہائي دردناک حالت میں قتل کیا گیا ، یہ وہی بیت المال کے محافظوں کا گروہ تھا ـ

یہ تھی بیت المال کے محافظوں کی سرگذشت

پھر ابو مخنف لکھتا ہے کہ : طلحہ و زبیر کا لشکر بیت المال کے محافظوں کو پراکندہ کرنے اور قید کرنے کے بعد بیت المال میں داخل ہوئے ، جس وقت انکی نظر سونے چاندی اور بے شمار دولت پر پڑی تو مارے خوشی کے زبیر نے یہ آیت پڑھی جو کفار سے جنگ کے بعد مال غنیمت حاصل ہونے سے متعلق ہے ـ

"وعدکم اللہ مغانم کثیر ۃ تاخذو نھا "(سورہ فتح آیت ۲۰)

اللہ نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ بے شمار مال غنیمت اور بہت بڑی دولت تمھارے حصہ میں قرار دیگا ، خدا نے بہت جلد اپنا وعدہ پورا کیا اور یہ بے شمار دولت تمھارے قبضے میں دیدی اب ان سے فائدہ اٹھاؤ ـ

یہ آیت پڑھنے کے بعد زبیر نے کہا:

میں اس دولت و ثروت کا بصرے والوں سے زیادہ حقدار ہوں_

اس کے بعد ان کے سپاہیوں نے لوٹ مار شروع کردی جو کچھ بیت المال میں تھا سب کو ہڑپ لیا، لیکن جس دن امیر المومنین نے ان لوگوں پر کامیابی حاصل کی تو اس تمام دولت کو واپس لیکر مسلمانوں کے درمیان تقسیم کردیا_

گورنر بصرہ کی سرگذشت

ابو مخنف نے عثمان ابن حنیف کا حال اسطرح لکھا ہے کہ:

انھیں عائشہ کے سامنے پیش کیا گیا، عائشہ نے عثمان ابن عفان کے بیٹے ابان کو اپنے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اپنے باپ کے انتقام مین عثمان کو قتل کردو_

اور اپنے اس فرمان کی یہ توجیہ بیان کی کہ عثمان ابن حنیف اگرچہ قاتل عثمان نہیں ہیں لیکن قاتلوں کے مددگار ہیں، اور مددگار بھی قتل عثمان میں شریک ہیں اس وجہ سے ہر اس شخص کا قتل جائز ہے جو مددگار ہو اور اس سے عثمان ابن عفان کا قصاص لیا جاسکتا ہے_

عثمان ابن حنیف نے جب اپنے کو خطرے میں دیکھا تو عائشہ اور ان کے ساتھیوں سے خطاب فرمایا:

سمجھ لو کہ میرے بھائي سہل ابن حنیف مدینے کے گورنر ہیں، اگر تم نے مجھے قتل کیا تو خدا کی قسم وہ چین سے نہیں بیٹھیں گے، اور تمھارے خاندان کے تمام افراد کو میرے انتقام میں قتل کرڈالیں گے، کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے، خدا سے ڈرو اور اپنے خاندان کی ذلت اور بد بختی کے بارے میں سوچو، میرے قتل کے خطرناک نتائج سے ڈرو_

عثمان ابن حنیف کی بات کا ان لوگوں پر برا اثر ہوا اور اس ڈر سے کہ کہیں مدینے میں سھل اپنے بھائي کے انتقام میں ہمارے رشتہ داروں کو نہ پکڑ لیں، ان کے قتل سے باز ائے

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: جب لشکر عائشہ کے سرداروں نے عثمان ابن حنیف کے قتل کا ارادہ بدل دیا تو انھیں قید خانے سے بھی ازاد کردیا اور انھیںپیشکش کی کہ تمھیں اختیار ہے کہ بصرہ میں رہو یا حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں اپنے کو پہنچا دو، عثمان دوسری بات اختیار کر کے بصرہ سے نکل گئے اور راستے میں امام کے لشکر سے مل گئے، جیسے ہی عثمان نے

امام کو دیکھا ان کی انکھوں سے انسوئوں کی جھڑی لگ گئی اور کہا :

اے امیر المومنین میں جس دن آپ کے پاس سے چلا تھا ایک بوڑھا اور صاحب ریش تھا ، سفید چہرہ تھا ، اور آج میری ہیئت ایسے جوان کی ہے کہ جس کے چہرے پر کوئی بال نہ ہو میں اسی حالت میں واپس ہوا ہوں ۔

امیر المومنین اس حادثہ و جرم سے جو عثمان کے ساتھ پیش ایا تھا اتنے غمگین اور متاثر ہوئے کہ بے اختیار فرمایا ، انا للہ وانا الیہ راجعون ، آپ نے مصیبت کے موقعہ پر دہرایا جانے والا یہ فقرہ تین بار دہرایا ۔

تیسری جنگ

پہلے دن جب عائشہ کا لشکر بصرہ میں داخل ہوا تھا عثمان ابن حنیف سے گھمسان کی جنگ ہوئی تھی اور بہت سے مسلمان لقمہ اجل ہوئے تھے اور اس جنگ کے بعد ایک صلحنامہ پر معاملہ ختم ہوا تھا ۔

لیکن طلحہ و زبیر نے معاہدہ توڑ دیا اور مسجد و بیت المال پر حملہ کر کے دوسری جنگ چھیڑ دی تھی ، یہ جنگ اس بات پر ختم ہوئی تھی کہ حضرت علی کے گورنر کو نکال دیا گیا اور نگہبانوں کو قتل کیا گیا ، لیکن اسی کے بعد تیسری جنگ بھی شروع ہوگئی جس کی تفصیل یہ ہے ۔

عثمان ابن حنیف کے قید اور جلا وطنی اور نگہبانوں کے قتل ہونے کی خبر حکیم ابن جبلہ کو ہوئی تو اپنے قبیلے کے تین سو افراد کے ساتھ جنگ کیلئے تیار ہو کر عائشہ کے لشکر کی طرف بڑھے ، ان لوگوں نے بھی عائشہ کو اونٹ پر سوار کیا اور حکیم کے لشکر کا مقابلہ کرنے پر تیار کر دیا دونوں لشکر کے درمیان ایسی گھمسان کی جنگ ہوئی کہ مورخین نے اس کو چھوٹی جنگ جمل کا نام دیا اور امیر المومنین کی جنگ کو بڑی جنگ جمل کہا ہے ۔

اخر کار اثنائے جنگ میں قبیلہ ازد کا ایک شخص حکیم ابن جبلہ پر حملہ اور ہوا اس نے پائوں پر تلوار چلا کر بدن سے جدا کر دیا ۔

حکیم ابن جبلہ نے اپنے کٹے پائوں کو اٹھا کر بڑی شدت سے اس شخص پر کھینچ کر مارا کہ وہ زمین پر ڈھیر ہوگیا پھر اپنے کو کشاں کشاں کھینچا کر اس پر ڈال دیا ، وہ مرد ازدی حکیم ابن جبلہ کے بھاری بوجھ سے ایسا بے بس ہوا کہ ٹھنڈا ہوگیا ، حکیم ابن جبلہ بھی اس کے بے جان بدن پر اخر تک بیٹھے رہے ، ایک راھگیر نے یہ منظر دیکھ کر ان سے پوچھا ۔

اے حکیم کس نے آپ کو یہ برا دن دکھایا ۔
حکیم نے کہا ،یہی شخص جو میرے نیچے ہے ۔
اس راہ گیر نے غور سے دیکھا تو ایک ازدی شخص ان کے بدن کے نیچے تھا ۔
حکیم ابن جبلہ اپنی بہادری میں مشہور تھے وہ اس طرح حق اور حقیقت کی طرفداری میں قتل کئے گئے اور شہادت سے سرفراز ہوگئے ۔
ابو مخنف کا بیان ہے کہ اس جنگ مینوہ تمام تین سو افراد اور حکیم ابن جبلہ کے تین بھائي بھی قتل کر دئے گئے ۔
اس طرح تیسری جنگ بھی لشکر عائشہ کے حق میں گئي اورپورا بصرہ شہر ان کے قبضے میں اگیا ، اس تاریخ سے بصرہ کے تمام افرادیہاں تک کہ عائشہ کے مخالف فوجیوں نے بھی لشکر عائشہ کے سامنے ہتھیارڈال دیئے اور ان سے مل گئے ۔

داخلی اختلافات

جب عثمان ابن حنیف بصرہ سے نکال دیئے گئے اور حکیم ابن جبلہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیئے گئے اورپورا بصرہ شہر بغیر کسی رکاوٹ اور مزاحمت کے طلحہ اور زبیر کے قبضے میں اگیا تو اب کوئي اختلاف اور تصادم کی گنجائشے نہیں تھی لیکن اس بار داخلی کشمکش اور اختلاف شروع ہوگیا ۔
کیونکہ طلحہ اور زبیر دونوں ہی اس کوشش میں تھے کہ پیش نمازی انھیں حاصل ہو اوردونوں ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کررہے تھے کیونکہ ان کے خیال میں یہ اقتداء ان کی اولویت کو ماننے کے مترادف تھی ۔
ان دونوں کا اختلاف بڑھتا گیا اور خطر ناک صورت اختیار کرگیایہاں تک کہ خود عائشہ نے اس معاملے میں مداخلت کی انھوں نے اختلاف اس طرح ختم کیاکہ طلحہ وزبیر عارضی طور سے پیش نمازی کے اپنے دعوے سے دستبردار ہو جائیں اور ان دونوں کے بجائے ان کے بیٹے باری باری لوگوں کو نمازپڑھائیں ، ایک دن محمد ابن طلحہ لوگوں کو نمازپرھائیں اوردوسرے دن عبداللہ ابن زبیر ۔
لیکن ابن ابی الحدید کہتا ہے کہ عائشہ نے طلحہ و زبیر کا اختلاف ختم کرنے کیلئے حکم دیا کہ عبداللہ ابن زبیر

عارضی طور سے نماز پڑھائے جبتک کہ عائشہ کو اخری فتح حاصل نہ ہوجائے ، اس کے بعد وہ اپنا فیصلہ سنائیں گی کہ ان دونوں میں سے کون مستقل خلیفہ بنایا جائے _

ایک دوسرا اختلاف

پھر ایک دوسرا اختلاف بھی طلحہ و زبیر کے درمیان پیدا ہوگیا وہ یہ کہ ان دونوں میں سے کس کو امیر کہہ کے خطاب کیا جائے اور امیر کہہ کے سلام کیا جائے _

اس بارے میں ابو مخنف کہتا ہے کہ طلحہ اور زبیر کو سلام کرنے کی نوعیت کے بارے میں مورخین کے درمیان اختلاف ہے ، بعض تاریخوں میں ہے کہ جب عائشہ نے زبیر کو سردار لشکر معین کیا تھا تو صرف انھیں کو خطاب کرتے ہوئے السلام علیک ایھا الامیر کہا جاتا تھا _

لیکن دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ طلحہ اور زبیر دونوں ہی کو امیر کہہ کے خطاب کیا جاتا تھا ، اور سلام کے موقعہ پر دونوں ہی کو اس لقب سے سرفراز کیا جاتا تھا [۱]_

خطوط و پیغامات

طبری کا بیان ہے کہ : حضرت علی علیہ السلام ابن ابی طالب نے جب لشکر عائشہ کے حالات سنے تو اپنے لشکر کے ساتھ مدینے سے زاویہ اور وہاں سے بصرہ کی طرف نکل پڑے _

لشکر عائشہ کو بھی حضرت علی علیہ السلام کے امد کی اطلاع ہوگئي اور بصرہ سے ان کے لشکر کی طرف بڑھا ، یہ دونوں لشکر اس جگہ ایک دوسرے کے امنے سامنے ہوئے جسے بعد میں قصر عبیداللہ بن زیاد کے نام سے پکارا جانے لگا _

لیکن تین روز تک دونوں لشکر کی طرف سے کسی قسم کی جنگ یا جھڑپ نہیں ہوئي ، ان تین دنوں میں اکیلے

۱_ ان تمام مطالب ابن ابی الحدید نے ابو مخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے

حضرت علی علیہ السلام بطور اتمام حجت لشکر عائشہ کے سرداروں کو بار بار خطوط لکھتے رہے یا کچھ لوگوں کو سفیر بنا کر انکی جانب بھیجتے رہے، کبھی کبھی خود بھی ان لوگوں سے براہ راست ملاقات فرماتے۔ آپ کی کوشش تھی کہ کسی طرح بھی ہو یہ جنگ اور خونریزی نہ ہو، اور آپ ان لوگوں کو فتنہ و فساد سے باز رکھ سکیں۔

طلحہ و زبیر کو خط

طبری نے اس موقع پر اتنے ہی پر اکتفا کی ہے، اور گفتگو یا اتمام حجت اور خطوط کا متن نہیں لکھا ہے، لیکن کچھ گفتگو اور خطوط کو ابن قتیبہ، ابن اعثم اور سید رضی نے نقل کیا ہے انھیں میں ایک خط حضرت علی نے طلحہ و زبیر کو لکھا تھا اسے آپ عمران بن حصین کے ذریعے انھیں بھیجا، خط کا متن یہ ہے۔

بعد حمد خدا اور صلواۃ بر رسول (ص)........ اے طلحہ اور اے زبیر تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو حالانکہ چھپا رہے ہو، کہ میں نے لوگوں کو نہیں بلایا تھا اور نہ اپنی بیعت کی خواہش کی تھی، بلکہ لوگ خود ہی میری طرف بڑھے تھے اور میری بیعت کی خواہش کی تھی، میں نے بیعت کا ہاتھ انکی طرف نہیں بڑھایا تھا، یہاں تک کہ ان لوگوں نے خود اپنی بیعت کا ہاتھ میری طرف بڑھایا، اور تم دونوں نے بھی بغیر اسکے کہ میں تمھیں دعوت دوں میری طرف ائے تھے، اور تم نے خود ہی میری بیعت کی تھی اور عہد و پیمان باندھا تھا۔

میرے پاس قدرت و توانائی نہیں تھی کہ لوگ میری بیعت کرتے، میرے پاس مال و دولت بھی نہیں تھا کہ اسکی لالچ میں میری طرف اتے بلکہ انھوں نے اپنی خواہش اور اختیار سے میری بیعت کے لئے بڑھے اور مجھے اس عہدے کے لئے منتخب کیا۔

تم نے بھی اگر اپنے اختیار سے میری بیعت کی اور عہد کیا، تو اب جتنی جلدی ہو سکے واپس ائو اور بیعت شکنی سے، جو بدترین عمل ہے، نادم و پشیمان ہو کر اپنے جرم سے توبہ کرو۔

اور اگر تم نے بغیر میلان اور رغبت کے بیعت کی تھی اور دل میں نا فرمانی اور گناہ کی نیت رکھتے تھے تو اپنے عمل سے خود ہی تم نے اعتراض کے دروازے کھولے، کیونکہ بغیر کسی زور زبردستی کے جس پر ایمان نہیں رکھتے تھے اسکا مظاہرہ کر کے نفاق کی ڈگر اپنائی، اور اب جو تقیہ کی بات کر رہے ہو تو خدا کی قسم یہ لچر بہانے کے سوا کچھ بھی نہیں، کیونکہ

جو لوگ تم سے کمزور اور طاقت و حیثیت کے اعتبار سے کمتر تھے، وہ خوف و تقیہ کے زیادہ سزاوار تھے، انھوں نے نہ تقیہ کی بات کی اور نہ اپنی بیعت کو خوف و تقیہ پر بناء کیا۔

اگر تم دونوں نے پہلے دن میری بیعت نہ کی ہوتی، عہد و پیمان نہ باندھا ہوتا تو تمھارے لئے اس سے بہتر تھا کہ آج بیعت توڑدی تمھاری اس بیعت شکنی اور جنگ و خونریزی کا بہانہ یہ ہے کہ تم نے قتل عثمان کا الزام میرے اوپر تھوپا ہے اور اپنے کو اس جرم سے بری قرار دے رہے ہو۔

اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے کیا ہی بہتر ہوتا کہ میرے اور تمھارے بارے میں سوال کیا جائے کہ کون اس سے علحدہ تھا اور ایک تیسرا شخص بغیر جانبداری کے اس بات کی تحقیق کرے اور جسے بھی قتل عثمان میں شریک پائے، یا جتنی مقدار میں خون عثمان اسکی گردن پر ہو وہ اپنے مقدار جرم کے مطابق سزا پائے۔

پس اے طلحہ اور اے زبیر اے بوڑھو اس فاسد خیال اور خطرناک ارادے سے باز ائو، بات بنانے اور بہانے کرنے کا سلسلہ ختم کرو، جنگ و خونریزی سے پرہیز کرو۔

اے طلحہ و زبیر، آج تم صرف عار و ننگ سے ڈر رہے ہو لیکن اگر تم نے میری نصیحت پر عمل نہ کیا تو کل قیامت کے دن اتش جہنم میں جھونک دیئے جائو گے [۲]

زبیر کو پیغام

امیر المومنین نے طلحہ و زبیر کو یہ خط لکھا، اس خط کے علاوہ بھی خاص طور سے اپنے چچیرے بھائی ابن عباس کو زبیر کے پاس بھیجا اور انھیں یہ حکم دیا۔

اے ابن عباس جس وقت تم میرا یہ پیغام زبیر کو پہونچائو تو وہاں پر طلحہ موجود نہ ہو، کیونکہ وہ شخص نہآیت متکبر اور خود پسند ہے، اسکے اندر ذرا بھی لوچ نہیں، وہ انتہائی فتنہ انگیز اور ہنگامہ پرور ہے، وہ اپنا مطلب بر لانے کیلئے ہر ذلیل حرکت پر امادہ ہو سکتا ہے، اپنی جہالت ونادانی سے سخت اور خطرناک کاموں کو اسان و ہموار بتاتا ہے۔

اے عبداللہ، تم اکیلے زبیر ہی سے ملاقات کرنا کیونکہ وہ بڑی حد تک نرم اور ملائم مزاج کا ادمی ہے۔

۲- (شرح نہج البلاغہ، الامامۃ و السیاسۃ، ابن اعثم)

اے عبداللہ ، زبیر سے ملاقات کرکے کہنا کہ تمھاری خالہ کا بیٹا علی کہتا ہے کہ اخر کیا بات ہوئي کہ تم نے حجاز میں مجھے پہچان لیا ، میری بیعت کرلی لیکن اب عراق میں مجھے فراموش کردیا ہے اور غیریت برت رہے ہو ؟

اے زبیر تم نے کیسے اپنا مزاج بدل دیا ، مجھ سے جو مہر و محبت کا برتائو عہد شکنی اور نفرت وعناد میں بدل دیا (فما عدا مما بدا)(۳)

اس موقع پر ابن عساکر نے کچھ اضافہ کیا ہے ، وہ لکھتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے زبیر کو پیغام بھیجا کہ اے زبیر کیا تم نے اس دن اپنی خوشی خاطر سے میری بیعت نہیں کی تھی ؟اج کیا ہوا کہ میرا خون بہانے پر امادہ ہو ، مجھ سے جنگ کرنے کو اپنی لازمی ذمہ داری سمجھ رہے ہو ؟

ابن عباس کا بیان ہے کہ مجھے جو ذمہ داری سونپی گئي تھی اسے بجالایا ، حضرت علی کی بات زبیر تک پہونچا دی لیکن زبیر نے اس ایک بے سر وپیر کے جملے کے سوا کچھ نہ کہا کہ ہم خوف وہراس کی حالت میں ہیں لیکن اسی حالت میں دل کے اندر خلافت کی ارزو بھی رکھتے ہیں_(۴)

ابن عباس مزید کہتے ہیں کہ ہماری گفتگو میں عبداللہ بن زبیر بھی شریک تھا ، اس سے پہلے کہ زبیر کچھ کہیں اس نے جھٹ مجھ سے کہا :

اے ابن عباس علی سے کہہ دو کہ ہمارے تمھارے درمیان کچھ اختلافات ہیں_

ہم خون عثمان کا مطالبہ کر رہے ہیں ، ہم چاہتے ہیں کہ تم بھی خلیفہ دوم کی طرح خلافت کو شوری کے حوالے کردو اور خود کنارہ کش ہو جائو

ہمارا نظریہ ہے کہ خلیفہ دوم نے شوری کے جن دو ارکان طلحہ و زبیر کو معین کیا تھا وہ متفق الرائے ہیں_ لیکن تم اکیلے ہو اور اقلیت میں ہو مسلمانوں کی رائے .... کے علاوہ ام المومنین عائشہ کی رائے بھی ان دونوں کے

۳_ یہ مثل عرب بیاس وقت بولی جاتی ہے کہ اخر کیا بات ہوئي کہ ایسا ہوگیا ؟ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۷۲ ، عقد الفرید ج ۲ ص ۳۱۴ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۲۷ ، تاریخ دمشق ج ۵ ص ۳۶۳_ ۳۶۵

۴_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶۵ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۲۶

موافق ہے ، ان دلیلوں کی بنیاد پر خلافت میں تمھارا ذرہ برابر بھی حصہ نہیں ہے (۵)
ابن عباس جیسے نکتہ سنج اور دانشمند کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ میں نے عبداللہ بن زبیر کے اس جواب سے سمجھ لیا کہ یہ لوگ مصالحت کی رائے نہیں رکھتے ، ان کا مقصد سوائے جنگ و خونریزی کے کچھ نہیں ، وہاں سے میں نے حضرت علی کی خدمت میں اکر تمام باتیں بیان کر دیں

عائشہ کو پیغام

حضرت علی علیہ السلام نے دوبارہ ابن عباس کو بلایا اور انھیں حکم دیا کہ زید بن صوحان کے ساتھ عائشہ کے پاس جا کر کہو کہ اے عائشہ تمہارے لئے پروردگار کا حکم یہ ہے کہ مرتے دم تک اپنے گھر میں رہو ، اپنے گھر سے باہر نہ نکلو لیکن میں کیا کروں ؟ کچھ لوگوں نے تمھیں فریب دیکر خانہ بدر کر دیا ہے ، اور اپنا الّو سیدھا کرنے اور مقصد حاصل کرنے کیلئے تمھیں اپنا ہم خیال بنا لیا ہے اور کچھ مسلمانوں نے تمہاری ہم اہنگی سے ان لوگوں کے بارے میں دھوکہ کھایا ہے ، اور اپنے کو موت و ہلاکت میں جھونک دیا ہے ، اس طرح بد بختی کو اپنا مقدر بنا لیا ہے ۔
اے عائشہ تمھیں اپنے گھر واپس چلا جانا چاہیئے ، اور مسلمانوں میںجنگ و خونریزی برپا کرنے سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔
اے عائشہ ، ہوش میں اجا ، اگر تو اپنے گھر میں واپس نہ ہوگی تو جس اختلاف کی اگ بھڑکائی ہے وہ واقع ہو کر رہے گی اور بہت سے لوگوں کو اپنا لقمہ بنا لیگی ۔
اے عائشہ تیری ذمہ داری سنگین ہے خدا کے غضب سے ڈر ، اس عظیم گناہ سے توبہ کر خدا تیری توبہ قبول کرنے والا ، اور گناہوں سے صرف نظر کرنے والا ہے ۔
اے عائشہ تجھے طلحہ کی رشتہ داری اور عبداللہ بن زبیر کی محبت اتش جہنم کی طرف نہ کھینچ لے جائے اور

۵۔ اس جواب کو ابن عبد ربہ نے عقد الفرید ج ۴ ص ۳۱۴ میں خود زبیر سے منسوب کیا ہے ، لیکن ابن ابی الحدید اور ابن عسا کر نے ابن زبیر سے منسوب کیا ہے ، جواب کا لہجہ بھی بتا رہا ہے کہ یہ زبیر کے بجائے ابن زبیر ہی کا جواب ہو سکتا ہے ۔

عذاب جہنم میں نہ گرفتار کردے [۶]

یہ حضرت علی ؑ کے خطوط اور پیغامات کے نمونے تھے جنھیں آپ نے جنگ روکنے کے سلسلہ میں اتمام حجت اور ہر قسم کے بہانوں کی راہ بند کرنے کیلئے لشکر عائشہ کے سرداروں کے پاس بھیجے

طلحہ و عائشہ کا جواب

حضرت علی نے جن لوگوں کو مامور فرمایا تھا انھوں نے عائشہ کے پاس آپ کا پیغام پہونچا دیا

عائشہ نے جواب میں کہا کہ میں علی سے بات نہیں کرونگی نہ انکی بات کا جواب دونگی، کیونکہ مجھے علی کی طاقت لسانی اور حسن بیان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں، حضرت علی کے پیغام بروں نے عائشہ کے پاس سے واپس جاکر انکی بات حضرت علی ؑ سے بیان کردی [۷]

بعض تاریخ نگاروں نے لکھا ہے کہ طلحہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

اے لوگو علی کے لشکر پر چڑھ دوڑو اور ان کے ایلچیوں کی بات پر کان نہ دھرو، کیونکہ علی کی طاقت لسانی اور حسن بیان کے مقابلے میں اپنے نظریئے کی حفاظت نہ کرسکو گے انکی باتوں کی وجہ سے متاثر ہو جائو گے اور اپنے عقیدے سے ہاتھ دھو بیٹھو گے [۸]

اس طرح طلحہ نے آپ کی منطقی باتوں کا جواب مغالطہ بازی سے دیا _

۶_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵

۷_ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵

۸_ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵

ہیجان انگیز تقریریں

عبداللہ بن زبیر کی تقریر

جیسا کہ پہلے اشارہ کیا گیا ان تین دنوں میں جبکہ حضرت علی علیہ السلام اور عائشہ کا لشکر امنے سامنے تھا اور بالکل تیار کھڑا تھا حضرت علی علیہ السلام نے وہ تمام ممکنہ وسیلہ اختیار کیا جس سے جنگ کی اگ ٹھنڈی ہو جائے اور فتنہ ختم ہو جائے۔

لیکن لشکر عائشہ حضرت امیر المومنین کے بر خلاف جنگ کی اگ بھڑکانے کیلئے برابر گرم اور ہیجان انگیز تقریریں کرتا رہا اور اپنی اتشیں باتوں سے لوگوں کو ابھارتا رہا انہی ہیجان .... تقریروں میں ایک عبداللہ ابن زبیر کی اتشیں تقریر ہے جو فوجیوں کو ابھارنے کیلئے کی گئی، وہ یہ تھی۔

اے لوگو ہوش میں اجائو، علی ابن ابی طالب نے خلیفہ بر حق عثمان کو قتل کیا، آج وہ ایک لشکر جرار لیکر تمھارے محاذ پر کھڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم لوگوں پر مسلط ہو جائیں اور تمام اختیارات اور معاملات اپنے ہاتھ میں لے لیں، تمہارے شہر پر قبضہ کر لیں، تمھیں چاہیئے کہ اپنی تمام قوتوں اور توانائیوں کو اکٹھا کر کے مردانہ وار اٹھ کھڑے ہو، اپنی بود و باش اور اب و ہوا کو علی کے ظالمانہ ہاتھوں سے محفوظ کرو، اپنے استقلال و شرافت اور اپنی عورتوں اور بچوں کا دفاع کرو۔

اے بصرہ والو تم کیسے اس ذلت و خواری پر راضی ہو جائو گے کہ کوفے والے تمھاری سر زمین پر چڑھ دوڑیں اور تمھیں اپنے شہر و دیار سے نکال باہر کردیں۔

اے لوگو اٹھ کھڑے ہو، تم ان پر غضبناک ہو جائو، کیونکہ وہ تم سے غضبناک ہیں، تم ان سے جنگ کرو کیونکہ وہ تم سے جنگ پر امادہ ہیں۔

اے لوگو علی اپنے سوا کسی کو اس خلافت کا لائق و سزوار نہیں سمجھتے، خدا کی قسم اگر وہ تم پر کامیاب ہوگئے تو تمھاری دین و دنیا کو تباہ کردینگے۔

عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کو ابھارنے کیلئے ایسے ہی لچر دار اور لوچ مطالب پر مشتمل بہت زیادہ باتیں کہہ ڈالیں۔

امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا

عبداللہ بن زبیر کی باتیں جب امام کے کانوں میں پڑیں تو آپ نے بھی اپنے فرزند امام حسن سے فرمایا:

بیٹے تم بھی اٹھ کر عبداللہ ابن زبیر کا جواب دو، امام حسن کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الہی کے بعد لوگوں سے کہا، اے لوگو جو باتیں عبداللہ بن زبیر نے میرے بابا حضرت علی کے بارے میں کہیں، ہم نے اسے سنا، اس نے میرے بابا پر

قتل عثمان کا الزام لگایا ہے ، اس کے علاوہ بھی مہمل اور بیکار باتیں زبان پر جاری کی ہیں ، حالانکہ تمھارا ہر شخص جانتا ہے کہ اس کا باپ زبیر عثمان کے بارے میں کیا کیا بد گوئیاں کرتا ہے ؟ اور کیسے کیسے برے القاب سے نوازتا رہا کیا کیا تہمتیں اور جھوٹی باتیںعثمان کے خلاف گڑھتا رہا ؟ سب کو یاد ہے کہ .... عثمان کی حیات و خلافت کے زمانے میں طلحہ نے اتنی جرائت پیدا کرلی تھی کہ بیت المال کے کوٹھے پر ایک دن پرچم لہرا کر عملاً اپنی مخالفت کا اعلان کر دیا تھا ، ایسے بد ترین ماضی کے ساتھ جو انھوں نے عثمان سے برتا آج وہ میرے بابا پر قتل کا الزام کیسے لگا رہے ہیں ، اور کس منھ سے برائي کر رہے ہیں ؟ اگر میں بھی چاہوں تو ان دونوں کے بارے میں اس سے زیادہ باتیں کہہ سکتا ہوں اور اس سے بہت زیادہ حقائق روشن کر سکتا ہوں ـ

لیکن اس نے جو یہ بات کہی ہے کہ حضرت علی لوگوں کی مرضی کے خلاف غاصبانہ طریقے سے ان پر حکومت کر رہے ہیں ، اس نا مناسب اور جھوٹے اعتراض کے مقابل ، میں بھی اس کے باپ پر اعتراض کرتا ہوں کہ زبیر نے بغیر کسی جواز کے میرے باپ کی بیعت توڑدی اور اس نامناسب عمل کی ، یہ توجیہ کررہے ہیں کہ ان کی بیعت مرضی اور رغبت سے نہیں تھی ـ

یہ بات نہ تنہا ان کے عمل کو جائز نہیں ٹھہراتی بلکہ ان کے عصیان اور مخالفت کو بھی اشکار کرتی ہے کیونکہ وہ اپنی اس بات سے اپنی بیعت کا اعتراف تو کر رہے ہیں اور اپنے عہد کا برملا اظہار بھی کر رہے ہیں اس طرح وہ اپنی شخصیت کو بیعت شکن کی حیثیت سے متعارف کرا رہے ہیں ـ

یہ جو عبداللہ نے بات کہی ہے کہ کوفیوں کا لشکر بصرہ والوں پر مسلط ہو جائیگا یہ انتہائي مضحکہ خیز ہے کیونکہ باطل پر حق کا تسلط اور باطل کو خاک چٹانا تعجب خیزبات نہیں ، یہ فطری بات ہے کہ جب حق میدان میں اترتا ہے تو باطل اپنا بوریہ بستر باندھ کر جگہ خالی کر دیتا ہےـ

اس نے عثمان کے مددگاروں کے بارے میں بھی بات کہی ہے کہ جو واقعی مغالطہ سے بھرپور ہے کیونکہ ہم عثمان کے ساتھیوں سے کوئي اختلاف نہیں رکھتے نہ ان سے جنگ کر رہے ہیں ، ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ شتر سوار عورت اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی جائے ، یہ لوگ بھی واقعی میں عثمان اور اس کے ساتھیوں سے کوئي ارتباط نہیں رکھتے (۹)

۹_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۴ ، تاریخ جمل تالیف شیخ مفید ص ۱۵۹ _ ۱۵۸

حضرت علی علیہ السلام کی اخری تقریر

امیر المومنین نے ان تین دنوں میں صلح و صفائي کی بہت کوشش کی اور اس راہ میں اپنی تمام توانائیاں صرف کرڈالیں لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئي نتیجہ بر امد نہ ہوا اور آپ کے ایلچی لشکر عائشہ سے نا امید وآپس ائے اور امیر المومنین کو بتا دیا کہ طلحہ و زبیر جنگ کا مصمم ارادہ کئے ہوئے ہیں۔

اس وقت حضرت علی علیہ السلام اپنے لشکر کے درمیان کھڑے ہوئے اور اخری بار آپ نے یہ تقریر فرمائي :

حمد و ثنائے الہی اور پیغمبر پر صلوات کے بعد ارشاد فرمایا :

میرے ساتھیو میں نے ان لوگوں کو تین دن مہلت دی اور اس مدت میں انھیں بیعت شکنی سے باز رکھنے کی کوشش کی ان کے طغیان و سرکشی کو ثابت کیا تاکہ شاید اپنے جاہلانہ ارادے سے باز اجائیں ، لیکن انھیں شرم نہیں ائي اور اپنے ارادے سے باز نہیں ائے اور اب انھوں نے میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ امادئہ جنگ ہو جائوں اور ان کے نیزہ و شمشیر کو اپنے اوپر قبول کروں۔

وہ لوگ کہتے ہیں کہ علی کو باطل ارزوئوں نے مغرور بنا دیا ہے خواہشات نفسانی نے فریب دیا ہے ، ان کی باتوں پر افسوس ہے ، ان کی مائیں ان کے سوگ میں بیٹھیں ، کیونکہ وہ باطل کی راہ پر چل پڑے ہیں ، مجھے جنگ کی پرواہ نہیں کہ مجھے جنگ (تلوار اور نیزے) سے ڈرایا جائے ، ہاں ، جو مجھے نیزہ و تلوار کی دعوت دیتا ہے وہ انصاف سے دور نہیں جارہا ہے ، کیونکہ میں اول روز سے نیزہ و تلوار سے اشنائي رکھتا ہوں" و لقد انصف القارہ من راماھا"[۱۰] ان لوگوں نے میرے جنگ اور عملوں کو دیکھا ہے اور میری ضرب کو اپنی انکھوں سے مشاہدہ کیا ہے ، انھیں میری تلوار کا سامنا کرنے کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے نہ کہ مجھے جس کو امادہ ہونے کی کوئي ضرورت نہیں ہے ، کیونکہ میں وہی فرزند ابو طالب ہوں جس نے مشرکوں کی مضبوط صفیں توڑیں ہیں اور ان کی جمیعت کو پراکندہ

۱۰۔ قارہ قریش کے قبیلے تھے جو تیر اندازی میں مشہور تھے اسی وجہ سے ان لوگوں کو بطور ضرب المثل کہا جاتا تھا کہ جو شخص قبیلہ قارہ کو تیر اندازی کی دعوت دے اس نے انصاف کیا۔

کیا ہے، آج بھی میں وہی مضبوط بازو اوردل کے ساتھ ان پر حملہ کروں گا اور ان کی صفیں درہم برہم کروں گا _

اے لوگو میں اپنے مقصد پر ایمان رکھتا ہوں اور حق و عدالت پر گامزن ہوں اسی وجہ سے یقین رکھتا ہوں کہ اللہ میری نصرت و مدد فرمائیگا اور مجھے کامیابی عطا کریگا _

اے لوگو سمجھ لوکہ موت انسان کی اخری سرنوشت ہے وہ سب کو اپنے گھیرے میں لے لے گی اور کسی کو اس کے چنگل سے نجات نہیں اگر کوئي شخص میدان جنگ میں بھی قتل نہ ہو تو اپنی طبعی موت سے مرے گا، پس کیا اچھا ہے کہ یہ انسان خدا کی راہ میں اور اس کی رضا و خوشنودی کیلئے جان دے اور اللہ کی راہ میں اپنا خون قربان کردے _

علی کے خدا کی قسم اگر ہزار مرتبہ بھی میدان جنگ میں قتل کیا جائوں تو یہ میرے لئے اس سے کہیں زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں نرم بستر پر اپنی موت مروں _

اس تقریر کے بعد امیر المومنین نے اپنا رخ اسمان کی طرف کر کے کہا خدایا طلحہ نے میری بیعت توڑی اور مجھ سے جو عہد کیا تھا روند ڈالا، اس نے لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکایا یہاں تک کہ وہ قتل کئے گئے پھر میرے اوپر اس قتل کا الزام لگا دیا _

پروردگارا تو اس بات پہ اسے مہلت نہ دے _

اے مہربان خدا زبیر نے میرے ساتھ قطع رحم کیا، میری بیعت توڑی، میرے دشمنوں کی مدد کی، خدایا، اپنی ہر راہ سے مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھ

حضرت علی نے یہی پر اپنی تقریر ختم کی اس کے بعد ابن اعثم کے بیان کے مطابق دونوں لشکر ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگے اور ایک دوسرے سے نزدیک ہو گئے

اس موقعہ پر حضرت علی کے لشکر کی تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئي تھی، طلحہ و زبیر کے لشکر کی تعداد تیس ہزار تھی[۱۱]_

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے جنگی پروگرام کا اعلان فرمایا

طبری کا بیان ہے کہ حضرت علی اور عائشہ کے لشکر نے بروز پنجشنبہ ۱۵ جمادی الثانیہ ۳۶ھ امنے سامنے

۱۱_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۵، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۰۱

صف ارائي کی [۱۲] تین دن تک تیار حالات میں کھڑے رہے ، حملہ یا کوئ جنگ ان کے درمیان واقع نہیں ہوئي ، ان تین دنوں میں حضرت علی علیہ السلام کی کوشش رہی کہ معاملہ صلح و صفائي پر انجام پا جائے ، لیکن اپنی کوشش کا کوئي نتیجہ نہ دیکھا ، آپ صلح سے قطعی مایوس ہو گئے ، آپ نے جب ملاحظہ فرمایا کہ جنگ بہر حال ہو کر رہے گی تو اپنے لشکر کی تنظیم کیلئے عمومی پروگرام کا اعلان فرمایا ، مورخین نے حضرت علی علیہ السلام کے جنگی پروگرام کو تفصیل سے بیان کیا ہے ۔

حاکم نے مستدرک میں اور ملا علی متقی نے کنزالعمال میں یحیی بن سعید کے چچا کا بیان نقل کیا ہے ۔

جنگ جمل کے دن حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لشکر والوں کے سامنے بلند اواز سے اعلان فرمایا :

اے لوگو تم دشمن کی طرف تیر اندازی نہ کرو ، کسی پر تلوار یا نیزے سے حملہ نہ کرو ، جنگ و خونریزی میں سبقت نہ کرو ، ان سے نرمی اور ملائمت سے بات کرو ۔

اے لوگو اگر کوئي شخص اس خطرناک موقعہ پر ہدآیت کی راہ پالے تو قیامت کے دن بھی ہدآیت یافتہ رہیگا ۔

اس پروگرام کو نقل کرنے والے ایک شخص کا بیان ہے کہ ہم ظہر تک اسی حالت انتظار میں رہے اور حضرت علی کے فرمان کے مطابق جنگ میں پہل نہیں کی لیکن عائشہ کے لشکر سے اوازیں اور فریادیں بلند ہوتی رہیں ، یا لثارات عثمان ، اے عثمان کا انتقام لینے والو اٹھو یہ اواز پورے صحرا میں گونجتی رہی ۔

محمد بن حنفیہ ہاتھ میں علم لیکر اپنے والد کے اگے ایک ٹیلے پر کھڑے تھے وہ دشمن کے لشکر کو اچھی طرح دیکھ سکتے تھے اور ان کی اوازیں پورے طور پر سن سکتے تھے امام نے انھیں پاس بلا کر پوچھا ، اے محمد یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں ؟ اور ان کی اوازیں کیوں بلند ہے ؟

محمد نے کہا بابا جان ، یہ جنگی شعار بلند کر رہے ہیں ، یا لثارات عثمان ، اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کو انتقام خون عثمان پر ابھار کر جنگ کیلئے امادہ کر رہے ہیں ۔

اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے ہاتھ بلند کر کے دعا کي .... اے خدا آج تو قاتلان عثمان کو ذلت کی خاک چٹا دے اور انھیں ناکام کردے ، [۱۳] دوسرے مورخین نے لکھا ہے کہ اس دن دونوں لشکر امنے سامنے ہوئے تو حضرت علی نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا :

---

۱۲ ۔ طبری ج ۵ ص ۱۹۹ ، اغانی ج ۱۶ ص ۱۲۶

۱۳ ۔ مستدرک ج ۳ ص ۳۷۱ ، کنزل العمال ج ۶ ص ۸۵ حدیث ۱۳۱۱

جب تک دشمن جنگ شروع نہ کرے تم جنگ میں پہل نہ کرنا اور ان پر سبقت نہ کرنا، پھر فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ حق ہمارے ساتھ ہے اور جنگ میں پہل نہ کرنا بھی ہماری حقانیت کی دلیل ہوگی اس کے بعد فرمایا:

جنگ شروع ہونے کے بعد جو نیزے سے زخمی ہو جائے اسے قتل نہ کرنا، کامیابی کے بعد بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرنا، مقتولوں کو عریاں نہ کرنا، اور ان کے جسم کا مثلہ نہ کرنا، اگر دشمن کے گھروں پر پہنچنا تو بے پردگی نہ کرنا، ان کی عورتوں پر زیادتی نہ کرنا، گھر کے اندرونی حصے میں داخل نہ ہونا اور نہ ان کا مال و دولت لوٹنا۔ (۱۴)

اس موقعہ پر مسعودی نے اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دشمن کی جو دولت میدان جنگ میں مل جائے اسے مال غنیمت کی طرح مت لوٹنا، ان کی عورتوں کو تکلیف نہ پہچانا چاہے وہ تمھیں گالیاں بھی دیں اور تمھارے بزرگوں کو برا بھلا بھی کہیں کیونکہ ان کی عقل ناقص ہے، رسول خدا (ص) نے ان کی اذیت سے منع کیا ہے چاہے وہ کافر ہی ہوں، بالاخر معمولی زیادتی بھی یہاں تک کہ عورتوں کو سرزنش بھی ممنوع ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا

حضرت علی نے صلح و صفائی کی اپنی کوشش کا کوئي نتیجہ نہ دیکھا تو قران سے تمسک اختیار کیا کہ دشمن پر اس سے اتمام حجت کیا جائے۔

آپ نے قران ہاتھ میں لیکر بلند اواز سے فرمایا:

تم میں کون ہے، کہ اس قران کو ہاتھ میں لیکر دشمن کو اس کی طرف دعوت دے یہاں تک کہ وہ اس راہ میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور شھادت سے سرفراز ہوگا۔

اس وقت ایک جوان سفید لباس میں ملبوس پڑا ہوا، اس نے کہا اے علي میں اس موت کی راہ کو عاشقانہ طریقے پر اپنے لئے خریدتا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے دوسری بار لوگوں سے فرمایا:

کون ہے جو اکیلے اس لشکر کے سامنے کھڑا ہو اور انھیں قران کی دعوت دے، اس راہ میں حتمی موت سے نہ ڈرے۔

وہ جوان دوسری بار بھی کہنے لگا .... یا امیر المومنین میری جان آپ پر فدا، میں اس ذمہ داری کیلئے نیزہ و شمشیر سے ہراساں نہیں ہوں اور نہ مجھے موت کی پرواہ ہے۔

۱۴۔ یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۷۔ ۱۶۰، مروج الذھب ج ۵ ص ۱۸۸، ترجمہ تاریخ ابن اعثم، اغانی ج ۱۶ ص ۱۲۷، شرح نہج البلاغہ

امیر المومنین نے قران اس جوان کے حوالے کیا ، اور وہ دشمن کی طرف روانہ ہوگیا ، اس نے عائشہ کے فوجیوں کو قران ہاتھ میں لیکر دعوت دی اس حال میں لوگ اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کا ہاتھ جسم سے جدا کر کے زمین پر ڈال دیا ۔

اس جوان نے بھرپور حوصلے کے ساتھ قران بائیں ہاتھ میں لے لیا اور انھیں تبلیغ کرتا رہا ، لوگوں نے پھر اس پر حملہ کر کے بائیاں ہاتھ کاٹ ڈالا ، وہ اس حالت میں کہ قران اس کے سینے پر تھا اور خون اس کے دونوں ہاتھوں سے جاری تھا اپنی جان جاں افریں کے سپرد کردی (۱۵)

طبری نے یہ داستان اس طرح لکھی :

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کہ کون ہے جو اس قران کو ہاتھ میں لیکر دشمن کے سامنے جائے اور انھیں اطاعت فرمان کی دعوت دے اور ایسی استقامت و فداکاری کا مظاہرہ کرے کہ اگر ہاتھ بھی کٹ جائے تو قران دوسرے ہاتھ میں لیلے ، اور اگر دوسرا ہاتھ بھی کٹ جائے تو قران دانتوں سے دبالے اور لوگوں کو اس کے حقائق کی تبلیغ کرے ۔

اس موقعہ پر ایک نوجوان کھڑا ہو کر بولا .... یا علی ، میں

۔ہاں ، اے امیر المومنین یہ ذمہ داری مجھے دیجئے

علی نے اپنی پیشکش دوبارہ سب کے سامنے رکھی لیکن اس غیر تمند جوان کے سوا کوئی بھی اس ذمہ داری کیلئے امادہ نہیں ہوا کہ جس میں لازمی طور سے موت تھی ۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس وارفتہ جوان سے فرمایا کہ: دشمن کی طرف جاؤ اور ان کے سامنے یہ قران پیش کرو ، ان سے کہو کہ یہ قران ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرنے والا اور حاکم ہے ، اسمیں جو بھی حکم ہو ہمیں اسی کے مطابق عمل کرتے ہوئے خونریزی اور برادرکشی سے پرہیز کرنا چاہیئے ۔

وہ جوان گیا اور اپنی ذمہ داری اچھی طرح نبھائي یہاںتک کہ دعوت قران کی راہ میں اس کے ہاتھ کٹ گئے اس نے قران کو دانتوں سے دبا لیا اور تبلیغ کرتا رہا یہاں تک کہ اپنی جان دیدی ۔

اس واقعہ کے بعد امیر المومنین نے فرمایا ، اب ان لوگوں پر ہر حیثیت سے حجت تمام ہو گئي اور ہمارے لئے ان سے جنگ واجب ہوگئي (۱۶)

۱۵۔ کنز العمال ج ۶ ص ۸۵ ، طبری ج ۵ ص ۲۰۵ ، ابن اثیر

۱۶۔ طبری ج ۵ ص ۲۴ ، کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۴ ، شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۳۱ ، بحوالہ ابن اعثم و ابو مخنف

غمزدہ مادر نے اس پیارے جوان فرزند کے سوگ میں کچھ اشعار کہے جس کا مضمون یہ ہے۔

لاھم ان مسلماً دعاھم

يتلو كتا ب الله لا يخشاھم

وامھم قائمة تراھم

يا تمرون الغى لا تنهاھم

قد خضبت من علق لحاھم

ترجمہ:-اے خدا تو گواہ رہنا کہ اس مسلمان جوان نے انھیں تیری طرف دعوت دی اور ان کی تلواروں کا خیال کئے بغیر قران پڑھتا رہا، اور انکی ماں (عائشہ) بھی ان کے درمیان موجود تھی، ان کے برے کرتوت دیکھ رہی تھی، ظلم و تعدی پر انکھیں پھرا رہی تھی، اس ماں نے اپنے بیٹوں کو اس راستے سے روکا نہیں جو بد بختی و ہلاکت کیطرف جارہا تھا بلکہ وہ انھیں اس ظلم و ستم پر ابھار رہی تھی، انھیں مہندی کے بجائے خون سے خضاب کر رہی تھی۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ: ان اشعار کو ام ذریح نے اس جوان کے سوگ میں کہے تھے۔

ابن اعثم بھی کہتا ہے کہ: وہ جوان کوفے کا باشندہ خاندان مجاشع سے تھا۔

جس شخص نے اس کے ہاتھ قطع کئے وہ عائشہ کا قریبی خدمتکار تھا اسی نے اسے قتل کیا۔

عمار یاسر نے عائشہ اور سرداران لشکر سے بات کي

ایک دن رسول خدا (ص) نے عمار یاسر سے فرمایا:

اے عمار تمھیں ظالم اور باغی گروہ قتل کرے گا یا عمار تقتلك الباغية

جس دن سے رسول خدا (ص) نے یہ مختصر اور تاریخی جملہ عمار کے بارے میں فرمایا تھا وہ مسلمانوں کے درمیان معیار حق بن گئے تھے ، عمار جس لشکر میں بھی ہوتے اس لشکر کی حقانیت کا ثبوت بن جاتے ، اور انھیں کے ذریعہ سے مخالف لشکر کا باطل پر ہونا ظاہر ہو جاتا تھا _

یہی وجہ تھی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے عمار یاسر کو عائشہ اور سرداران لشکر کے پاس ملاقات کیلئے بھیجا تاکہ انھیں موعظہ و نصیحت فرمائیں شاید یہ لوگ ان کی باتیں سنکر اثر قبول کریں ، ورنہ کم از کم ان پر حجت تو تمام ہی ہو جائے گی _

مسعودی نے یہ واقعہ یوں لکھا ہے :

جنگ جمل میں عائشہ کیلئے لکڑی کا ھودج بنایا گیا ، اور مضبوط اور موٹا تختہ دیا گیا ، اس کے اوپر گائے کی کھال اور کمبل بچھایا گیا اس کے بعد ہر قسم کے خطروں سے محفوظ رہنے کیلئے بہت سی زرہوں سے ڈھانپ کر ایک اھنی دیوار کھینچ دی گئي تھی ، یہ ھودج ایسا مضبوط قلعہ بن گیا تھا ، اسے مشہور اونٹ عسکر پر رکھا گیا جسے یعلی ابن امیہ نے خریدا تھا عائشہ کا یہ اونٹ فوج کے اگے اگے چل رہا تھا ،جب عمار یاسر نے یہ حالت دیکھی تو دونوں لشکر کے سامنے کھڑے ہو کر عائشہ کے فوجیوں سے فرمایا :

اے لوگو تم نے اپنے پیغمبر (ص) کے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ اپنی عورتوں کو تو پردے میں بیٹھا رکھا ہے اور ان کی زوجہ کو میدان جنگ میں شمشیروں کے سامنے کھینچ لائے ہو _

پھر عائشہ کے ھودج کے پاس پہنچ کر کہا :

اے عائشہ تو ہم سے کیا چاہتی ہے

عائشہ نے جواب دیا ، عثمان کا انتقام

عمار نے کہا ، اللہ ان ظالم اور باغیوں کو قتل کرے جو بغیر معمولی سا حق رکھتے ہوئے انتقام کا نعرہ لگائے اس کے بعد عمار نے لوگوں سے خطاب فرمایا ، کہ تم لوگ انھیں خوب پہچان رہے ہو جو خون عثمان میں شریک رہے ہیں ،

اچھی طرح جانتے ہو کہ ان دونوں لشکر میں وہ کون لوگ ہیں جنھوں نے عثمان کو قتل کیا، ہاں تم پوری طرح جانتے ہو کہ عثمان کے قاتل وہی لوگ ہیں جو آج انتقام کے بہانے سے یہ جنگ اور اختلاف پیدا کر رہے ہیں۔

اتنے میں بارش کے قطروں کی طرح دشمن کی طرف سے عمار پر تیر برسنے لگے اس وقت آپ نے یہ اشعار پڑھے

ومنك البداء و منك الغير
ومنك الرياح ومنك المطر

و انت امرت بقتل الامام
و قلت لنا انه قد كفر

اے عائشہ تم ہی نے جنگ شروع کی اور تم ہی سے خونریزی ہوئی
یہ تمام ہنگامہ اور حادثے تیری وجہ سے پیدا ہوئے
تونے ہی خلیفہ کے قتل کا فرمان صادر کیا
اور تونے ہی اس کے کافر ہونے کا فتوی دیا

عمار کیطرف مسلسل تیر اتے رہے، انھوں نے بھی اپنے گھوڑے کو تازیانہ لگا کر اپنے کو لشکر سے علحدہ کر لیا، حضرت علی کے پاس اکر آپ نے عرض کیا، اے امیر المومنین۔

کب تک صبر کیا جائے اور کہاں تک انتظار کیا جائے؟
میں نے تویہی دیکھا کہ یہ گروہ آپ سے بالکل جنگ پر امادہ ہے۔

حضرت علی ؑ نے اخری بار اتمام حجت فرمایا

حضرت علی ؑ نے جہاں تک ممکن ہوا صلح و صفائی کی کوشش کی اور دشمنوں پر مختلف طریقوں سے اتمام حجت فرما کر کوئی عذر اور بہانا نہیں چھوڑا۔

۱_ حضرت علی علیہ السلام نے دشمن کے سرداران لشکر کو خط لکھا اور انھیں بیعت شکنی اور جنگ و خونریزی سے ڈرایا_

۲_ حضرت علی علیہ السلام نے عائشہ اور ان کے سرداران لشکر کو پیغام بھیجوایا اور صلح و صفائی کی دعوت دی_

۳_ حضرت علی علیہ السلام بذات خود لشکر مخالف کے بزرگوں سے ملاقات کرکے انھیں موعظہ و نصیحت فرمائی_

۴_ حضرت علی علیہ السلام نے دشمنوں کے سامنے قران پیش کرکے دعوت دی اور اس کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا_

۵_ حضرت علی علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو ایک جنگی پروگرام مرتب کرکے انھیں سمجھایا جس کے دفعات میں محبت، مہربانی، اور صلح و صفائی تھی، اس پروگرام میں جن باتوں کو پیش کیا گیا تھا ان میں انسانی ہمدردی کا عنصر زیادہ تھا اور اپنے بدترین دشمنوں سے بھی نرمی کا برتائو کرنے کا حکم تھا_

۶_ اخرکار عماریاسر کو جو حدیث رسول(ص) کے مطابق میزان حق و عدالت تھے حضرت علي(ع) نے انھیں لشکر عائشہ کی طرف بھیجا کہ وہ انھیں حق کی دعوت دیں اس طرح دوبارہ آپ نے ان پر حجت تمام کی_

ان تمام مطالب کو گذشتہ فصلوں میں معتبر تاریخی مدارک سے ثابت کیا گیا ہے_

حضرت علی علیہ السلام نے اخری بار اس طرح اتمام حجت فرمایا کہ جب لشکر عائشہ نے حضرت علی کے ساتھیوں پر تیر بارانی کی تو آپ نے اپنی فوج کو صبر کی وصیت فرمائي اورانھیں جنگ سے روکتے ہوئے فرمایا:

اللھم اشھد اعذروا الی القوم اے اللہ، اے انصاف کرنے والے خدا تو گواہ رہنا_

اے میرے ساتھیو صبر اور بردباری کا مظاہرہ کرو اور چھوڑدو کہ دشمن پر اس سے زیادہ حجت تمام ہو جائے اور ان کیلئے کوئي عذر اور بہانے کی گنجائشے نہ رہ جائے_

ہاں، حضرت علی علیہ السلام نے اس حدتک صلح و صفائي کی کوشش کی اور دشمن پر حجت تمام کی لیکن جتنی آپ کی صلح و صفائي کی کوشش بڑھتی گئي آپ کے دشمن جنگ و خونریزی پر اتنا ہی اصرار کرتے رہے، اب حضرت علی کا اخری اتمام حجت بھی ملاحظہ فرمایئے، اسے معتبر مورخین نے لکھا ہے_

حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں بیان کیا کہ:

زبیر نے عائشہ کے لشکر والوں سے جو تیر اندازی پر مامور تھے حکم دیا (ارموھم برشق) تم سب ایک ساتھ ان لوگوں پر تیر بارانی کرو حاکم اگے لکھتے ہیں کہ یہ جملہ در اصل اعلان جنگ تھا جو لشکر عائشہ کے سردار کی طرف سے صادر ہوا تھا_

ابن اعثم اور زیادہ تر مورخین نے لکھا ہے کہ :

جس طرح رسول خدا (ص) نے جنگ حنین میں ایک مٹھی خاک لیکر دشمنوں کی جانب پھینکتے ہوئے فرمایا تھا شاہت الوجوہ ، ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں _

عائشہ نے بھی اس عمل رسول (ص) سے سوء استفادہ کیا اور اسے مسلمانوں کے خلاف جنگ جمل میں برتا ، ایک مٹھی خاک اٹھائي اور چلا کر کہا شاہت الوجوہ ، اور وہ خاک حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کی طرف پھینک دی _

اس موقعہ پر حضرت علی کے ایک فوجی نے عائشہ کی سرزنش کرتے ہوئے کہا ،" و ما رمیت اذ رمیت و لکن الشیطان رمی "

اے عائشہ تم نے یہ مٹی حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کی جانب نہیں پھینکی بلکہ یہ شیطان کا ہاتھ تھا ،جس سے یہ ناپسندیدہ حرکت ہوئي (۱۷)

یہ تمام اقدامات اصل میں جنگ شروع کرنے کا فرمان تھا اس کے فوراً بعد عائشہ کے فوجیوں کیطرف سے باقاعدہ جنگ شروع ہوگئي _

ابو مخنف اور دوسرے مورخین لکھتے ہیں کہ:

لشکر عائشہ کی طرف سے تیر اندازی شروع ہو گئي اور اتنی شدت سے علی کی طرف پے در پے تیر آرہے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام کے فوجی صدائے فریاد بلند کرنے لگے _

اے امیر المومنین ، دشمن نے ہمارے امان کو پارہ پارہ کر دیا ہمارے صبر کا دامن چاک کر دیا _

آپ بھی فرمان دفاع صادر فرمایئے

اس وقت ایک شخص کا جنازہ جو تیروں سے چھلنی تھا حضرت علی علیہ السلام کے خیمے کے پاس لایا گیا ، اور کہا گیا کہ اے امیر المومنین یہ فلاں شخص کا جنازہ ہے آپ کا وفادار ساتھی تھا ، اسے دشمن نے قتل کیا ہے ، امام نے اسمان کی طرف رخ کر کے دعا کی ، اے انصاف ور خدا تو گواہ رہنا اس کے بعد اپنے ساتھیوں سے فرمایا ، صبر کرو ، تاکہ دشمن پر کچھ اور حجت تمام کی جائے _

ایک دوسرا جنازہ بھی لا کر کہا :

اے امیر المومنین ، یہ بھی فلاں شخص ہے جو دشمن کی تیروں سے اپنے خون میں نہا گیا ہے _

۱۷_ ترجمہ تاریخ ابن اعثم ص ۱۷۱ ، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۸۵

حضرت علی علیہ السلام نے پھر اسمان کی طرف رخ کیا کہا اے خداوند قہار تو ناظر اور میرے حق کا گواہ ہے، اور اس بار بھی جنگ کی اجازت نہیں دی، اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

تمھیں دشمن کی زیادتیوں کے مقابلے میں اور بھی زیادہ صبر کا مظاہرہ کرنا چاہیئے، جانے بھی دو تمھاری حقانیت اور حسن نیت جتنی زیادہ ثابت ہوگی ان لوگوں پر اتنی ہی حجت تمام ہوگی۔

اسی درمیان رسول (ص) کے صحابی عبداللہ ابن بدیل خزاعی اپنے بھائي عبدالرحمن کی خون آلودہ لاش لائے اور حضرت علی علیہ السلام کے سامنے زمین پر رکھ کر کہا:

یا علی یہ میرا بھائي ہے جسے دشمنوں نے بزدلانہ طریقے سے قتل کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے مختلف طریقوں سے دشمن پر اتمام حجت فرمایا تھا، اب یہاں اپنے کو مجبور پا رہے تھے آپ کیلئے جنگ کے سوا کوئي چارہ نہیں رہ گیا تھا، آپ نے کلمہ ،"انا اللہ و انا الیہ راجعون" زبان پر جاری فرمایا اور رسول خد(ص) اکی زرہ پہنی جس کا نام ذات الفضول تھا، سر پر عمامہ رکھا اور رسول خدا (ص) کے خچر پر سوار ہوئے جس کا نام دلدل تھا، پھر اپنی مشہور تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا کمر میں حمائل کی اور عقاب نام کے پرچم کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کے حوالے کیا، امام حسن و حسین سے فرمایا:

میرے بیٹو چونکہ تم لوگوں سے رسول خدا (ص) بہت زیادہ محبت فرماتے تھے اور تم انھیں سے منسوب ہو یہی وجہ ہے کہ میں نے علم تمہارے حوالے نہیں کیا، اور یہ علم تمہارے بھائی محمد کے حوالے کیا۔

امام اس صورت سے امادہ جنگ ہوئے اور پھر آپ نے اپنے سپاہیوں کی سمت رخ کر کے یہ آیت تلاوت فرمائي

کیا تم لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یونہی جنت کا داخلہ تمہیں مل جائیگا (حالانکہ ابھی تم پر وہ سب کچھ نہیں گذرا ہے جو تم سے پہلے ایمان لانے والوں پر گذر چکا ہے) ان پر سختیاں گذریں، مصیبتیں ائیں، ہلا مارے گئے، یہاں تک کہ اس وقت کا رسول اور اسکے ساتھی اہل ایمان چیخ اٹھے کہ اللہ کی مدد کب ائیگی، اس وقت انھیں تسلی دی گئي کہ ہاں اللہ کی مدد اور کامیابی بہت جلد واقع ہوگی. سورہ بقر آیت ۲۱۴

امیر المومنین نے یہ آیت تلاوت فرما کر جنگ کا عزم کر لیا آپ جنگ کیلئے بڑھتے ہوئے یہ دعا کر رہے تھے

اے خدا ہم سب کو صبر و تحمل اور استقامت عطا کر، اپنی تائید اور کامرانی سے سرفراز فرما، اور اگر حساس موقعہ پیش ائیں یا خطرناک حالات سامنے ائیں تو ہماری مدد و نصرت فرما۔

حضرت علی ؑ کی زبیر سے ملاقات

دونوں طرف کی فوجیں امنے سامنے امادہ جنگ تھیں اسی وقت حضرت علی ؑ نے اپنے لشکر سے عائشہ کے لشکر کی طرف حرکت کی اور زبیر کو اپنے پاس بلا کر کہا :

_اے زبیر تم نے کس مقصد سے اور کیا سونچکر اتنے بڑے لشکر کو اس سرزمین پر کھینچ بلایا ہے ؟

چونکہ میں نے تمھیں خلافت کے لائق نہیں سمجھا اس لئے اس فوج کے ساتھ ایا ہوں کہ تمھیں خلافت سے علحدہ کردو

اے زبیر جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ صرف بہانہ ہے کیونکہ میں عثمان سے کمتر نہیں ہوں ، کہ خلافت کے لائق نہ رہوں

اے زبیر تم تو خاندان عبد المطلب کے اچھے لوگوں میں سے اور ہمارے خاندان کی فرد سمجھے جاتے تھے ، لیکن جب سے تمھارا بیٹا عبداللہ بر سر کار رہوا تو ہمارے اور تمہارے درمیان جدائي ڈال دی _

اے زبیر مجھے تعجب ہے کہ تم خود قاتل عثمان ہو لیکن اس کا بدلہ مجھ سے چاہتے ہو_

خداوند عالم ہم دونوں میں سے جس نے بھی عثمان سے زیادہ عداوت کا مظاہرہ کیا اسے دردناک عذاب میں ڈالے ، اور سخت افت سے دو چار کرے _

یہاں تک کہاکہ اے زبیر تمھیں یاد ہوگا کہ ایک دن میں اور تم ایک ساتھ تھے رسول خدا(ص) بھی ہمارے ساتھ چل رہے تھے انھوں نے مجھ سے فرمایا ، اے علی ، ایک دن ایسا ہوگا کہ یہ تمھاری پھوپھی کا بیٹا نا حق تم سے جنگ کریگا _

زبیر کو فوراً حدیث رسول یاد اگئي اور انھوںنے کہا :

اے علی ، خدا کی قسم میں آج کے بعد تم سے ہرگز جنگ نہ کروں گا ، یہ کہا اور اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف

واپس جا کر کہا :

اے عبداللہ میں جس راہ جارہا ہوں اس سے بہت زیادہ فکر مند ہوں ، نتیجہ محل سے خوفزدہ ہوں ، میں صاف صاف کہتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنا میرے نظریہ کے موافق نہیں ہے ۔

عبداللہ نے کہا : اے بابا ، آپ نے پہلے دن اس راہ میںمضبوط ایمان اور عقیدے کے ساتھ قدم بڑھایا تھا ، آپ کے چہرے پر کسی قسم کا اضطراب نہیں محسوس کیا گیا ، لیکن آج آپ نے اپنا ارادہ بدل دیا ، آپ کو آپ کے دل میں تشویش بھر گئی ،لازمی طور سے یہ کھلے ہوئے پرچم اور اٹھی ہوئی حضرت علی علیہ السلام کی تلواروں نے رعب و وحشت میں بتلا کر دیا ہے اور دل میں اضطراب بھر دیا ہے ۔

ہاں اے بابا ، حقیقت یہ ہے کہ آپ موت کو اپنی انکھوں سے دیکھ کر علحدہ ہو رہے ہیں ، ورنہ ہمارے مقصد کی تقدیس میں کوئی شک نہیں ۔

عبداللہ نے اسی طرح کی مہمل باتیں باپ سے کہیں یہاں تک کہ باپ نے غصہ میں چلا کر کہا : تیرا جیسا بیٹا ہونا میرے لئے افسوس ناک ہے جو باپ کو ہلاکت اور بد بختی میں جھونک رہا ہے ، اے بیٹا ، تم مجھے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ پر ابھار رہے ہو ،حالانکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں ان سے ہرگز جنگ نہ کروں گا میں اس قسم کا کیا کروں ؟

عبداللہ نے کہا : بابا یہ بہت اسان ہے ، آپ اپنی قسم توڑ دیجئے اور قسم توڑنے کے کفارے میں اپنے غلام سرجس کو خدا کی راہ میں ازاد کر دیجئے ۔

زبیر نے اپنے فرزند کی ہدآیت کے مطابق غلام کو اپنا کفارہ قسم میں ازاد کر کے دوبارہ صف لشکر میں اکر امادہ جنگ ہو گئے ۔

ابن اعثم کوفی نے بھی حضرت علی علیہ السلام اور زبیر کی ملاقات کا واقعہ اس طرح لکھا ہے کہ :

حضرت علی علیہ السلام نے ان سے کہا :

زبیر ، تم نے میری مخالفت کا علم کس لئے بلند کیا ہے ؟ خون عثمان کا انتقام لینے کیلئے

تم اور تمھارے دوست طلحہ نے عثمان کو قتل کیا ، ان کا خون تم دونوں کی گردن پر ہے اگر واقعی سچ کہہ رہے ہو تو اپنے کو عثمان کے بیٹوں کے حوالے کردو تاکہ وہ باپ کے انتقام میں تم لوگوں کو قتل کرے یا ان سے باپ کا خون بہا لے لے۔

واقعہ کی تفصیل

طبری نے اس واقع کو دوسری جگہ زیادہ تفصیل سے لکھا ہے ، وہاں اضافہ کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دونوں لشکر کے درمیان اس طرح قریب ہوئے کہ گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے کے امنے سامنے تھیں ، اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے ان دونوں سے کہا :

اے طلحہ و زبیر تم لوگوں نے ایک بڑا لشکر جمع کر کے زبردست طاقت فراہم کر لی ہے ، ہر طرح کی جنگی تیاری اور اسلحہ فراہم کر لیا ہے ، حالانکہ خدائے عادل کے سامنے تم لوگوں کے پاس کوئي عذر اور حجت نہیں ہے ، لازمی طور سے اسی کی بارگاہ میں لا جواب ہو خدا سے ڈرو ، اس کے غضب کا خوف کرو ، تم نے خدا کی راہ میں اسلام اور کلمہ توحید کی بلندی کیلئے مقدس جھاد کئے ہیں ان تمام بہترین خدمات کے مقابلے میں یہ فتنہ و فساد اور داخلی اختلاف تم لوگوں نے پیدا کر دیا ہے ، اب مسلمانوں کو موت کے منھ میں مت جھونکو ، ان تمام اجر اور ثواب کو اس گناہ کے بدلے میں عذاب جہنم سے مت بدلو ، اس بوڑھیا کے مانند نہ ہو جاؤ کہ جس نے بڑی محنت سے مضبوط رسی بٹی پھر انھیں اتنی ہی کوشش سے دوبارہ پارہ پارہ کر دیا (ولا تکونا کا لتی نقضت غزلھا من بعد قوة انکاثا)۔

اس کے بعد فرمایا: اے طلحہ و زبیر کیا ہم تم بھائي بھائي نہیں تھے کہ ایک دوسرے پر ذرا بھی زیادتی کو جائز نہیں سمجھتے تھے ، آج کیا ہوا ہے کہ مجھ پر ایسی شورش پیدا کی ہے اور میرا خون مباح ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔

طلحہ نے حضرت علی علیہ السلام کی ان نصیحتوں کو سن کر کہا : اے علی ، تمھارا جرم و گناہ یہ ہے کہ تم لوگوں کو عثمان کے خلاف بھڑکایا اور ان کا نا حق خون بہایا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائي ، یومئذ یوفیھم اللہ دینھم الحق ، قیامت کے دن ہر شخص کو حق کے خلاف اقدامات کی سزا دی جائیگی۔

حضرت علی علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ جس شخص نے بھی عثمان کا خون بھایا ہے اسے سزا دی جائیگی وہ اپنے کئے کا بدلہ پائیگا ، اسے نہیں جس پر نا حق الزام لگایا جا رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے مزید فرمایا :

اے طلحہ میں بنیادی طور سے خون عثمان میں شریک نہیں تھا تم مجھ سے اس خون کا مطالبہ کیسے کر رہے ہو

خدا لعنت کرے اس شخص پر کہ جس کی گردن پر خون عثمان ہے_

اس کے بعد زبیر سے فرمایا :

اے زبیر تمھیں یا دہے کہ ایک دن رسول (ص) خدا میرے پاس سے گذرے انھوں نے جب دیکھا کہ تم مجھ سے انتہائی محبت کا برتائو کر رہے ہو اور میں مسکرا رہا ہوں تو تم نے کہا کہ یا رسول (ص) اللہ فرزند ابو طالب اپنی خود نمائی سے باز نہیں ائے_

رسول خدا تمھاری بات سے غضبناک ہوئے اور سر زنش کرتے ہوئے فرمایا :

اے زبیر، جس طرح آج تم حضرت علی عليه‌السلام پر نا حق اعتراض کر رہے ہو ، خدا کی قسم وہ دن بھی ائیگا کہ نا حق ان سے جنگ کروگے_

اس موقعہ پر حدیث رسول (ص) یاد ائی اور ندامت سے سر جھکا کر کہا کہ اگر یہ حدیث مجھے یاد ہوتی تو ہر گز تم سے جنگ کا اقدام نہ کرتا ، اب جبکہ میں جنگ کے ارادے سے گھر سے باہر نکل چکا ہوں ، میں اپنے اس ارادے سے باز اتا ہوں ، خدا کی قسم اب میں تم سے جنگ نہیں کرونگا_

طبری کا بیان ہے کہ:

اس گفتگو کے بعد حضرت علی عليه‌السلام اپنے لشکر میں وآپس اگئے ، آپ نے اپنے سپاہیوں سے فرمایا ، زبیر نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ہم سے جنگ نہ کریں گے_

زبیر بھی عائشه کے پاس گئے اور کہا ، اے عائشه ، میں نے جس دن سے ہوش سنبھالا ہے کبھی ایسا اقدام نہیں کیا کہ جس کے نتیجے کے بارے میں میں نے غور نہ کر لیا ہو ، سوائے اس جنگ کے جس کا نتیجہ میرے اوپر مبہم تھا ، میں اس کے انجام سے بہت خوفزدہ ہوں_

عائشه نے کہا : اے زبیر اپنی پوری بات کہو اور جو کچھ ارادہ کیا ہے صاف صاف بیان کرو

_میں چاہتا ہوں کہ اس لشکر سے علحدہ ہو جائوں اور اپنے گھر وآپس جائوں

زبیر کا بیٹا وہاں موجود تھا ، اس نے اپنے بآپ کی سخت ملامت کرتے ہوئے کہا :

بابا اب جبکہ دونوں لشکر کو ایک دوسرے کے امنے سامنے کھڑا کر دیا ہے ، اور کسی وقت بھی جنگ شروع ہونے کا

احتمال ہے ایسے حساس اور خطرناک موقعہ پر انہیں اپنے حال پر چھوڑ رہے ہو فرار کو ثبات پر ترجیح دے رہے ہو ؟

اے بابا حتمی طور سے علی کی تلوار اور فوج دشمن کے بہادر شہسواروں کے ہاتھ میں پرچم دیکھ کر ایسا خوف و ہراس تمھارے دل میں پیدا ہو گیا ہے اور اب تم نے لشکر سے کنارہ کشی کا ارادہ کر لیا ہے _

زبیر نے جواب دیا ، اے عبد اللہ ، خدا کی قسم ، کہ خوف اور وحشت کی بات نہیں ہے لیکن میں نے قسم کھا لی ہے کہ علی سے جنگ نہیں کروں گا _

عبد اللہ نے جواب میں پیشکش کي

اے بابا ، اس کی تدبیر اسان ہے کہ آپ قسم توڑ دیجئے اور اس کا کفارہ ادا کر کے جنگ شروع کر دیجئے

زبیر نے بیٹے کی بات مان لی اور قسم توڑ کر کفارے میں اپنے غلام مکحول کو ازاد کر دیا اور دوبارہ صف لشکر میں شامل ہو گئے

عبد الرحمن ابن سلیمان تمیمی نے اس واقعے کو نظم کیا ہے

لم ارکا لیوم اخا الا خوان

اعجب من مکفر الایمان

بالعتق فی معصیة الرحمن

یعتق مکحولا یصون دینه

کفارة لله عن یمینه

والنکث قد لا ح علی جبینه

میں نے ساری عمر میں ایسا دن کبھی نہیں دیکھا اس شخص نے مجھے حیرت میں ڈالا ہے ، اس شخص نے اپنی قسم توڑی اور اپنا غلام کفارے کے طور پر ازاد کیا ، تاکہ قسم توڑنے کا گناہ اس کے دامن سے پاک ہو جائے ، لیکن اپنے اس عمل سے کہیں زیادہ بد تر گناہ کا مرتکب ہوا _

ایک دوسرے شاعر نے جو زبیر کا فوجی تھا اس سلسلے میں کچھ اشعار کہے ہیں

زبیر نے اپنے غلام مکحول کو کفارۂ قسم کے طور پر ازاد کیا تاکہ وہ دینی لحاظ سے عہد شکن نہ کہا جائے لیکن اس کا کیا فائدہ ؟ کیونکہ اس کفارے کو ادا کرنے کے بعد اس پر عہد شکن کا داغ اور بھی زیادہ نمایاں ہو گیا _

زبیر کی سرگذشت

مسعودی کا بیان ہے:

جس وقت دونوں لشکر امنے سامنے ہوئے، حضرت علی علیہ السلام نے جنگی ہتھیار زمین پر رکھے، پھر رسول خدا (ص) کے مخصوص خچر استر پر سوار ہو کر عائشہ کے لشکر کی طرف چلے، وہاں آپ نے زبیر کو بلایا زبیر جنگی ہتھیار بدن پر سجائے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے ائے جب یہ خبر عائشہ کے کان میں پڑی تو اپنی بہن کے شوہر اور سپہ سالار لشکر زبیر کے بارے میں خوفزدہ ہو کر بے اختیار صدائے فریاد بلند کی (واحر باہ باسماء) ہائے میری بہن اسماء بیوہ ہوگئی۔

لوگوں نے کہا: اے عائشہ غم نہ کرو، کیونکہ علی کے بدن پر ہتھیار نہیں، وہ زبیر سے جنگ کرنے یہاں نہیں ائے ہیں، عائشہ نے سنکر ذرا سکون کی سانس لی۔

جس وقت زبیر حضرت علی علیہ السلام کے سامنے پہونچے تو باہم بغلگیر ہوگئے، دونوں نے ایک دوسرے کے اغوش میں بھینچ لیا اور والہانہ بوسے لینے لگے۔

پھر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے زبیر تم پر افسوس ہے، اخر کس غرض سے اس خطرناک لشکر کے ساتھ اس سرزمین پر ائے ہو؟ اور اخر کیا وجہ ہوئی کہ میرے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا ہے؟

زبیر نے کہا: خون عثمان کا بدلہ لینے کیلئے میں نے اس جنگ اور لشکر کشی کی تیاری کی ہے

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا اسکو قتل کرے جس کا حصہ قتل عثمان میں زیادہ ہے، اے زبیر کیا تمھیں یاد ہے ایک دن رسول خد(ص) انے تم سے کہا تھا اے زبیر ایک دن تم نا حق علی سے جنگ کروگے۔

زبیر نے کہا: استغفر اللہ .... اے خدا میں اپنے اس عمل پر شرمندہ ہوں، اب اپنے کئے پر توبہ کرتا ہوں، خدایا میری تقصیر معاف فرما، پھر حضرت علی کی طرف رخ کر کے کہا:

خداوند عالم میرے دلی راز سے اگاہ ہے، اور میری صداقت بیانی پر گواہ، کہ اگر یہ حدیث رسول(ص) یاد ہوتی تو کبھی اس منحوس بغاوت پر امادہ نہ ہوتا، نہ اپنے گھر سے جنگ کے لئے نکلتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: اے زبیر دیر نہیں ہوئی ہے، اب بھی تم جنگ سے دستبردار ہوسکتے ہو اور ابھی سے اپنے گھر واپس جا سکتے ہو۔

زبیر نے کہا: لیکن اب میں یہ کیسے کر سکتا ہوں کیسے اس بڑے ننگ و عار پر امادہ ہو جائوں، اب تو دونوں لشکر امنے سامنے جنگ پر تیار ہیں، اب تو فرار کا راستہ بھی بند دیکھ رہا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام فرمایا: اے زبیر اگر آج تم نے ننگ و عار کو قبول کر لیا تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ کل بھی تمھیں ننگ و عار کا سامنا کرنا پڑے گا، کل قیامت میں عار بھی ہے اور اتش جہنم بھی۔

اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام کی باتوں سے زبیر بہت زیادہ متاثر ہوئے، حضرت علی علیہ السلام سے جنگ پر سخت نادم و پشیمان ہو کر ارادہ جنگ سے باز ائے، انھوں نے اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے

۔میں اپنے لئے عار و ننگ کو قبول کر رہا ہوں تا کہ ذلیل کرنے والی اتش جہنم سے نجات پا سکوں

۔میرا کمزور جسم اتش جہنم کی تاب کیسے لا سکے گا؟ علی نے ایسی بات یاد دلا دی جسے میں خود جانتا تھا لیکن بھول گیا تھا

۔ہاں علی سے جنگ دین و دنیا دونوں کو تباہ کرنے والی ہے، اور ننگ و عار سمجھے جانے والی اسی وجہ سے میں نے علی سے کہا:

اے ابو الحسن اب اس سے زیادہ ملامت نہ کرو

آپ نے اتنا ہی جو کچھ بیان کیا ہے یہی میری اگاہی کیلئے کافی ہے۔

اخترت عاراً علی نار مو ججة

ما ان یقوم لها خلق من الطین

نادی علی بامر لست اجهله

عار لعمرك فی الدنیا و فی الدین

فقلت حسبك من عذل ابا حسن

بعض الذی قلت منذ الیوم یکفیني

ترجمہ:۔ میں اپنے لئے عار و ننگ کو قبول کر رہا ہوں تا کہ ذلیل کرنے والی آتش جہنم سے نجات پا سکوں

میرا گزور جسم آتش جہنم کی تاب کیسے لا سکے گا؟ علي نے ایسی بات یاد دلا دی جسے میں خود جانتا تھا لیکن بھول گیا تھا.

بال علی سے جنگ دین و دنیا دونون کو تباہ کرنے والی ہے، اور رنگ و عار سمجھے جانے والی اسی وجہ سے میں نے علی سے کہا:

اے ابو الحسن! اب اس سے زیادہ ملامت نہ کرو.

آپ نے اتناھی جو کچھ بیان کیا ھے یہی میری آگاہی کیلئے کافی ہے-

مسعودی نے اگے لکھا ہے:

جب عبد اللہ بن زبیر کو باپ کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے کہا:

اے بابا اس حساس موقع پر مجھے کیسے چھوڑ رہے ہیں، اور خود فرار کر رہے ہیں

زبیر نے کہا: اے بیٹا علی نے ایسی بات یاد دلادی جسے میں بھول چکا تھا، اس وجہ سے اب میں جنگ اگے نہیں بڑھا سکوں گا_

عبد اللہ نے کہا: اے بابا، نہیں، جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں یہ صرف بہانہ ہے، بلکہ آپ تیز تلواروں سے ڈر گئے ہیں_

فوج دشمن کے بلند نیزے، ان کے بہادر اور جنگجو جوان ان سب کو دیکھ کر آپ خوف اور وحشت میں بتلا ہو گئے ہیں، اسی وجہ سے آپ جنگ سے منھ پھرا رہے ہیں

زبیر نے کہا، خدا تیرے جیسے بیٹے کو ذلیل و خوار کرے تو باپ کی بد بختی و ہلاکت کا باعث بن رہا ہے، باپ کی ذلت کیلئے کو شاں ہے [(۱)]

اس جواب کو ابن اعثم نے نقل کیا ہے، لیکن مسعودی کے بیان کے مطابق زبیر نے عبد اللہ کو جواب دیا_ عبد اللہ نہیں، ایسا نہیں جیسا تو سمجھ رہا ہے، ہرگز ایسا نہیں کہ جنگ کا خوف مجھے باز رکھے، بلکہ آج مجھے وہ بات یاد اگئی جسے عرصے سے بھولا ہوا تھا، اس واقعے نے مجھے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ نہ کرنے کی یاد دہانی کرادی، اسی لئے میں نے جنگ نہ کرنے کا عار جہنم کی اگ کے مقابلے میں قبول کیا، اور اپنے کو جنگ سے علحدہ کر لیا_

لیکن میرے بیٹے اب جبکہ تم مجھے بزدل اور ڈرپوک کہہ رہے ہو تو اس دھبے کو بھی دامن سے دھو ڈالوں گا، یہ کہہ کر نیزہ ہاتھ میں سنبھالا اور حضرت علی علیہ السلام کے میمنہ لشکر پر شدید حملہ کیا، جس وقت حضرت علی علیہ السلام نے زبیر کو غضبناک حالت میں چوکڑی بھرتے دیکھا تو اپنے لشکر کو حکم دیا، انھیں مہلت دو، کوئی تکلیف نہ پہونچاؤ کیونکہ انھیں بھڑکایا گیا ہے، وہ اپنا فطری توازن کھو چکے ہیں_ زبیر نے دوسری بار لشکر علی کے میسرہ پر حملہ کیا، اسکے بعد قلب لشکر پر سخت حملہ کرنے کیلئے بڑھے_ اسکے بعد زور سے چلّائے کیا جو ڈرپوک ہوگا وہ ایسی شجاعت کا مظاہرہ کر سکتا ہے اور اس طرح بے باکانہ طریقے سے سپاہ دشمن پر حملہ کر سکتا ہے؟ پھر وہ لشکر سے علحدہ ہو کر صحرا کی طرف چلے گئے جس صحرا کا نام وادی السباع تھا_ احنف بن قیس تمیمي، اس جنگ جمل سے جانبداری کا اعلان کر کے بصرہ کو چھوڑ کر اسی وادی میں اقامت گزیں رہا، ایک شخص نے اس سے کہا، اے احنف یہی زبیر ہے، احنف نے کہا، مجھے زبیر سے کیا

۱_ تاریخ اعثم، مسعودی، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۷۰

سروکار؟اس نے مسلمانوں کے دو گروہ میںجنگ و خونریزی کی حالت پیدا کردی ہے ، اور اب اپنے کو سلامتی کی غرض سے وہاں سے علحدہ کرکے گھر جارہا ہے ، اسے چھوڑ بھی دو کہ چلا جائے ـ

زبیر وہیں گھوڑے سے اترے اور نماز پڑھنے لگے ، اسی وقت ایک شخص جس کا نام عمرو بن جرموز تھا[۲]،

اس نے پیچھے سے تلوار چلائي اور انھیں قتل کرکے لشکر عائشہ کے سپہ سالار کی زندگی کا خاتمہ کردیا ، زبیر کے بعد لشکر عائشہ کی حکمرانی طلحہ کے ہاتھ میں اگئي[۳] ـ

طلحہ کی سرگذشت

ابن عساکر کا بیان ہے :

جنگ شروع ہونے سے قبل حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ کو اپنے پاس بلاکر پوچھا اے طلحہ تجھے خدا کی قسم ہے کیا تو نے رسول خدا (ص) کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ، جس کا میں مولا ہوں اسکے یہ علی مولا ہیں ، خدایا جو اسے دوست رکھے تو بھی اسے دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے تو بھی دشمن رکھ

۲ـ مسعودی اور ابو مخنف لکھتے ہیں کہ جب عمرو بن جرموز نے زبیر کو قتل کیا تو انعام کی لالچ میں تلوار لئے حضرت علی کے پاس ایا ، امام نے واقعہ سے مطلع ہو کر فرمایا ، بخدا صفیہ کا بیٹا ڈرپوک نہیں تھا ، لیکن آج اسکی ایک غفلت و لغزش نے اسے ہلاک کردیا ، پھر زبیر کی تلوار ہاتھ میں لیکر حرکت دی اور فرمایا ، ہائے اس تلوار نے رسول کے دل سے کیسے کیسے غم دور کئے حریم رسالت کا کیا کیا دفاع کیا ابن جرموز نے کہا ، میں نے آپ کے سخت دشمن کو قتل کیا ہے انعام دیجئے ، آپ نے فرمایا ، اے ابن جرموز میں نے رسول خدا سے سنا ہے کہ قاتل زبیر جہنمی ہے ، مایوس ہو کر ابن جرموز یہ اشعار پڑھتا چلا گیا میں زبیر کا سر تن سے جدا کر کے علی کی خدمت میں ایا تاکہ انکی خوشنودی حاصل کروں لیکن توقع کے خلاف علی نے مجھے جہنمی بنا دیا ، ہائے ، کسقدر خطرناک انعام مجھے دیا ، حالانکہ قتل زبیر میرے نزدیک بکری کے ریاح کی طرح تھا ،

۳ـ زبیر کے حالات کیلئے طبری ، اغانی ، ابو مخنف بحوالہ شرح نہج البلاغہ ، تاریخ اعثم ، اصابہ ، مروج الذھب ، تاریخ بن کثیر ، عقد الفرید ، مستدرک ، کنزل العمال ، النبلاء ذھبی اور یعقوبی سے استفادہ کیا گیا ہے

طلحہ نے کہا: ہاں میں نے بھی سنا ہے اور مجھے اچھی طرح یاد ہے۔

حضرت علی نے فرمایا: تعجب ہے، اسکے باوجود تو مجھ سے جنگ کر رہا ہے؟

اس بارے میں طبری یوں لکھتا ہے:

جنگ شروع ہونے سے قبل حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ سے ملاقات کی اور اس سے کہا:

تو وہ شخص ہے جس نے اپنی زوجہ کو گھر میں بیٹھا رکھا ہے اور زوجہ رسول (ص) کو میدان جنگ میں گھسیٹ لایا ہے، میری بیعت بھی توڑ دی ہے۔

طلحہ نے حضرت علی علیہ السلام کے ان تمام اعتراضات کے جواب میں صرف ایک بات پر اکتفا کی۔

یا علی میں نے آپ کی بیعت اپنے اختیار سے نہیں کی تھی بلکہ طاقت اور تلوار نے مجھے بیعت پر مجبور کیا تھا۔

ابن عساکر اور ذہبی لکھتے ہیں کہ:

ابو رجا کا بیان ہے: میں نے طلحہ کو دیکھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر سپاہیوں کے درمیان چلّا رہا تھا۔

اے لوگو خاموش رہو اے لوگو میری بات سنو، طلحہ جتنا بھی چلّا رہا تھا، اتنا ہی ہائو ہو اور ھنگامہ بڑھتا جا رہا تھا، کوئی اسکی بات سننے پر امادہ نہ تھا، طلحہ نے لوگوں کی بے اعتنائی پر غصے میں کہا، تف ہے ان بھیڑیا صفت لوگوں پر جو اتش جہنم کے پروانے ہیں۔

تاریخ بن اعثم میں ہے کہ:

طلحہ نے اپنے لشکر والوں سے چلا کر کہا، یا عباد اللہ اصبرو، اے بندگان خدا صبر کرو، صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو کیونکہ صبر و ظفر دونوں قدیم زمانے سے ایک دوسرے کے دوست ہیں، استقامت اور کامرانی ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھی رہی، فتح اسی کو حاصل ہوتی ہے جس کے پاس صبر و استقامت ہو، جو لوگ سختیوں اور مصیبتوں میں صبر کرتے ہیں وہی بہترین اجر سے سرفراز ہوتے ہیں۔

ابو مخنف لکھتا ہے کہ: جندب بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے جنگ جمل میں طلحہ اور اسکے ساتھیوں کو حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرتے ہوئے دیکھا، ان کے جسم پر بہت زیادہ زخم تھے، وہ لوگ بھاگنے پر امادہ تھے ایک ایک کر کے طلحہ کے سپاہی فرار کرنے لگے، پیچھے ہٹنے لگے، طلحہ کو سب سے زیادہ زخم ائے تھے، تلوار ہاتھ میں لئے چلّا رہا تھا۔

اے بندگان خدا، استقامت دکھائو، صبر و شکیب کا مظاہرہ کرو کامیابی صبر سے وابستہ ہے، اجر و ثواب استقامت میں ہے۔

طلحہ کیسے قتل ہوئے ؟

یعقوبی ، ابن عساکر، ابن عبد ربہ ، ابن عبد اللہ استیعاب میں اور ابن اثیر کامل میں اور ابن حجر عسقلانی اس طرح لکھتے ہیں کہ ، جب حضرت علی اور طلحہ کا لشکر مشغول کارزار تھے لشکر عائشہ کا ایک سردار مروان بولا ۔

میں اگر آج موقع سے فائدہ اٹھا کر ، قاتل عثمان سے انتقام نہ لوں تو کب یہ موقع حاصل کر سکوں گا ؟

یہ کہہ کر اس نے ایک تیر اپنے سپہ سالار طلحہ کی طرف چلایا جو ٹھیک طلحہ کے زانو پر لگا اور پیر کی رگ میں پیوست ہو گیا ، اور فوارے کی طرح خون بہنے لگا ، اور اسطرح مروان کے ہاتھوں طلحہ کی ہنگاموں سے بھرپور زندگی کا خاتمہ ہو گیا ۔

طبقات بن سعد میں ہے :

طلحہ خود بھی یہ خاص بات (نکتہ) سمجھ گئے تھے کہ وہ کاری اور قاتل زخم خود انھیں کے ساتھیوں کی طرف سے ایا تھا ، زندگی کے اخری لمحوں میں کہنے لگے

خدا کی قسم جو تیر میرے پاؤں میں پیوست ہوا وہ لشکر علی کی طرف سے نہیں ایا تھا ۔

مسعودی قتل طلحہ کے سلسلے میں لکھتا ہے :

مروان نے اثنائے جنگ میں طلحہ کو اپنے سے غافل دیکھا تو اسے انتقام عثمان کا خیال ایا ، وہ بولا کہ خدا کی قسم میرے لئے کوئی فرق نہیں کہ میں لشکر علی کی طرف تیر اندازی کروں یا طلحہ کے سپاہیوں کی طرف ۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے ساتھی طلحہ کی طرف تیر چلایا جس سے طلحہ کے بازو کی رگ کٹ گئی ، اس سے خون کا فوارہ بہنے لگا ، اسی زخم کی وجہ سے طلحہ کی جان گئی ۔

ابن سعد نے بھی اس واقعہ کی یوں تشریح کی ہے ۔

مروان کی انکھ نے جنگجو سواروں کے درمیان دیکھا کہ طلحہ کی زرہ میں شگاف ہے ، اس سے اسی کو نشانہ بنا کر تیر چلادیا ، اس تیر نے اپنا کام کیا اور وہ قتل ہو گئے ۔

بعض مورخین نے لکھا ہے :

مروان نے طلحہ کو درمیان لشکر انتہائی حساس حالت میں دیکھ کر کہا خدا کی قسم ، یہ شخص عثمان کا بدترین دشمن اور قاتل تھا ، میں تو عثمان کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں ، کیا اچھا ہو کہ اصلی قاتل کو قتل کر دوں اور جن لوگوں

پر نا حق الزام لگایا جا رہا ہے انھیں نظر انداز کردوں ، یہ کہکر تیر کمان میں جوڑ کر طلحہ کی طرف چلایا اور اسے قتل کردیا _

مستدرک حاکم ، تاریخ بن عساکر اور اسد الغابہ میں ہے

جس وقت مروان نے طلحہ کو قتل کیا ، اس نے عثمان کے فرزند ابان کی طرف رخ کر کے کہا :

اے ابان تمہارے باپ کے ایک قاتل کو کیفر دار تک پہونچا کر تمھارا دل ٹھنڈا کر دیا _

ابن اعثم نے قتل طلحہ کی داستان ذرا تفصیل سے بیان کی ہے ، جنگ کے درمیان مروان نے اپنے غلام سے کہا ، مجھے بڑی حیرت ہے کہ یہ طلحہ ایک دن بد ترین دشمن عثمان تھا ، لوگوں کو ان کے قتل پر ابھارتا تھا ، ان کا خون بہانے میں کوشاں تھا ، یہاں تک کہ انھیں قتل کر ڈالا اور آج انکی طرفداری اور انتقام کیلئے کھڑا ہے ، ان کے دوستوں اور فرزندوں کے ساتھ ہے _

پھر کہا : میں اس متلون اور منافق کو قتل کرنا چاہتا ہوں تاکہ مسلمان اس کی شرارت سے نجات پائیں ، ان بیچارے لوگوں کے سر سے اس کا منحوس سایہ کم ہو _

اے غلام ، تو میرے سامنے اکر مجھے اپنی اڑ میں لے لے اگر تو نے اچھی طرح یہ کام نبھایا تو تیرا بہت شکر گذار ہوں گا ، اور اس کے بدلے تجھے ازاد کر دوں گا _

مروان کے غلام کو اپنی ازادی سب سے زیادہ پیاری تھی ، اس نے اپنے کو مروان اور طلحہ کی اوٹ میں کر لیا ، اسی وقت مروان نے ایک زہر میں بجھائے ہوئے تیر کو کمان میں جوڑ کر طلحہ کا نشانہ بنایا اور انکی ران زخمی کر دی _

مورخین کا بیان ہے کہ : جب طلحہ نے اس زخم سے اپنی کمزوری بڑھتی دیکھی تو اپنے غلام سے کہا ، کم سے کم مجھے ایک درخت کے سائے میں لیکر چل تاکہ سورج کی تیز گرمی سے نجات ملے ، غلام نے کہا ، اے امیر ، اس بیا بان میں دور دور تک کہیں سایہ نہیں ، میں آپ کو کہاں اٹھا کر لیجائوں ، اس وقت طلحہ نے بجھی بجھی حالت میں حسرت سے کہا ، سبحان اللہ ، قبیلہ قریش میں مجھ سے زیادہ بیچارہ کوئی نہ ہو گا ، ہائے میرا خون رائگاں گیا ، اور میرا قاتل لا معلوم ہے ، اے خدا ، یہ منحوس اور سوزش سے بھرپور تیر کدھر سے ایا تھا ؟ اس نے تو میری دنیا اندھیر اور زندگی تباہ کر دی ، یہ تیر دشمن کی طرف سے نہیں ایا تھا ، کیا کروں کہ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا

مدائنی کا بیان ہے :جب مروان کا تیر طلحہ کے پیر میں لگا تو اس نے اپنے کو میدان سے علحدہ کر لیا ، اور ایک مناسب اور محفوظ جگہ پر اپنے کو ڈال دیا کہ وہاں ارام کر سکے ، وہاں وہ کسی علی کے سپاہی کو دیکھتا تو اس سے امان طلب کرتا ، بڑی عاجزی سے کہتا ، میں طلحہ ہوں ، میں تمہاری امان میں ہوں ، کیا تم میں کوئی جو ان مرد ہے جو مجھے امان دے ، مجھے قتل سے نجات بخشے _

حسن بصری کو جب طلحہ کے امان طلب کرنے کی بات یاد اتی تو کہتے انھیں امان کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ پہلے ہی دن سے ایک عمومی امان میں تھے حضرت علی نے اپنے سپاہیوں سے قبل جنگ ہی عام اعلان کر دیا تھا کہ زخمیوں کو قتل نہ کیا جائے _

مورخین کا بیان ہے:

کہ طلحہ اپنے ساتھی مروان کے ہاتھوں قتل ہوئے اور ان کا جسد میدان بصرہ کے مقام سبخہ میں دفن ہوا _

ابن عبدربہ ، ابن عبدالبر اور ذھبی کا بیان ہے ، لشکر عائشہ میں سب سے پہلے طلحہ قتل ہوئے ، طلحہ ہی زبیر کی کنارہ گیری کے بعد لشکر کے سپہ سالار تھے _

جی ہاں ، لشکر عائشہ کے دوسرے سپہ سالار اسطرح قتل ہوئے ، لیکن اس سپہ سالار کے قتل کے بعد بھی فوج عائشہ میں ذرا ہراس نہ تھا کیونکہ اس فوج کا پرچم وہ اونٹ تھا جس پر عائشہ کا ہودج رکھا ہوا تھا ، لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا ، قتل طلحہ کے بعد لشکر کی توجہ زیادہ مرکوز ہو گئی ، اور جنگ میں شدت بھی اگئی [۴] _

اخری جنگ شروع ہوئی

جنگ جمل چند چھوٹی بڑی جھڑپوں سے تشکیل پائی ہے

۱_ لشکر عائشہ بصرہ میں وارد ہوا تو اس کے اور گورنر بصرہ کے درمیان جنگ ہوئی ، اس جنگ میں گورنر

۴_ طبری ج ۵ ص ۲۰۴ ، یعقوبی ج ۲ ص ۱۵۸ ، تاریخ بن اعثم ، تھذیب ، تاریخ بن عساکر ، استیعاب ، اصابہ ج ۲ ص ۲۲۲ ، عقد الفرید ج ۴ ص ۳۲۱ ، مدائنی بحوالہ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۲۱

بصرہ کو فتح نصیب ہوئی اخر کار صلح کے بعد ختم ہوئی _

۲ _ لشکر عائشہ نے معاہدہ صلح روند ڈالا ، ایک انتہائی تاریک رات میں مسجد ، بیت المال اور دار الامارہ پر حملہ کر کے ایک دوسری جنگ شروع کی اس موقع پر لشکر عائشہ کو فتح ملی ، اس طرح حضرت علی علیہ السلام کے گورنر کو بصرہ سے نکال بصرہ پر قبضہ کر لیا گیا _

۳ _ حکیم بن جبلہ نے جو بصرہ کے مشہور بزرگ تھے ، جب لشکر عائشہ کی زیادتی اور معاہدہ شکنی سنی تو اپنے قبیلے والوں کے ساتھ ان سے جنگ پر تیار ہو گئے ، اس طرح تیسری جنگ شروع ہوئی ، اس میں بھی بظاہر لشکر عائشہ کو فتح ملی ، حکیم بن جبلہ کے قتل ہونے پر اس جنگ کا خاتمہ ہوا _

۴ _ ایک دوسری جنگ اور ہوئی جسے اخری اور سب سے بڑی جنگ جمل کہنا چاہیئے ، یہ جنگ اس وقت شروع ہوئی جب حضرت علی علیہ السلام بصرہ میں وارد ہوئے ، اس جنگ میں لشکر عائشہ کو بد ترین شکست کا سامنا کرنا پڑا _

اس جنگ میں عام دستور کے مطابق پرچم نہیں تھا ، ان کا پرچم وہی عائشہ کا اونٹ تھا (۵) جو لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا ، اسکی حرکت سے عائشہ کی فوج میں روح اور توانائی دوڑ جاتی تھی ، جب تک وہ اونٹ کھڑا رہا ، فوج عائشہ میں ذرا بھی کمزوری اور ضعف نہیں دیکھا گیا ، بغیر کسی خوف و ہراس یا اضطراب کے لشکر علی سے جنگ کرتا رہا ، عائشہ اس اونٹ پر سوار تھیں اور فوج کو احکامات صادر کر رہی تھیں ، حملہ کرنے کا حکم دے رہی تھیں _

حضرت علی علیہ السلام نے جب یہ صورتحال دیکھی تو آپ نے بھی عمامہ مشکی (۶) کو سر پر رکھا اور اپنے لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا ، پرچم کو اپنے فرزند محمد حنفیہ کے حوالے کیا _

محمد حنفیہ کا بیان ہے کہ : میرے بابا علی نے جنگ جمل میں علم میرے حوالے کیا ، آپ نے مجھے حملہ کرنے کا حکم دیا ، میں نے قدم اگے بڑھایا لیکن اپنے سامنے لوہے ، نیزوں اور تلواروں کی دیوار دیکھی تو قدم رک گئے ، میرے بابا نے دوبارہ مجھ سے فرمایا ، تیری ماں تجھ پر روئے ، اگے بڑھ ، میں نے پلٹ کر خدمت میں

---

۵ _ تاریخ بن اعثم ص ۱۷۶ ، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ، ج ۲ ص ۸۱ ، اس فرق کے ساتھ کہ ابن ابی الحدید عائشہ کے اونٹ کو پرچم بتاتے ہیں لیکن ابن اعثم خود عائشۂ کو پرچم اور ان کے اونٹ کو علمدار لشکر قرار دیتے ہیں

۶ _ یہ وہی عمامہ ہے جسے رسول خدا نے حضرت علی کو عطا فرمایا تھا ، اسکا نام سحاب تھا ، اس کے بارے میں زیادہ توضیح مولف کی کتاب عبد اللہ بن سبا میں دیکھی جا سکتی ہے

عرض کی، کیسے اگے بڑھوں، کیونکہ لوگوں نے میرے سامنے نیزوں اور تلواروں کی دیوار کھڑی کر رکھی ہے۔

محمد حنفیہ کا بیان ہے کہ: ابھی بات یہیں تک پہونچی تھی کہ کسی نے اس تیزی سے جھپٹ کر میرے ہاتھ سے پرچم لے لیا کہ اسے پہچان بھی نہ سکا ادھر ادھر دیکھا تو یکبارگی متوجہ ہوا کہ پرچم میرے بابا علی کے ہاتھ میں ہے، فوج کے اگے اگے سپاہ دشمن پر حملہ کر رہے ہیں اور یہ رجز پڑھ رہے ہیں۔

اے عائشہ میری نیکیاں اور پچھلے سلوک نے تجھے مغرور بنا دیا ہے، یہاں تک کہ تو مجھ سے بغاوت پر امادہ ہو گئی۔

عائشہ مغرور مت ہو، یہ لوگ جو تیرے اردگرد ہیں یہ تیرے دشمن ہیں جو دوستی کے لباس میں ہیں۔

عائشہ تیرے لئے موت اور سر افگندگی اس سے بہتر ہے کہ تو مسلمانوں اور اپنے بیٹوں کے درمیان جنگ اور خونریزی بھڑکا رہی ہے (۷)

کہانی کعب بن سور کی......... عائشہ کے اولین لجام بردار

(اونٹ کی لجام کعب کے ہاتھ میں)

جیسا کہ میں نے بیان کیا، عائشہ کی فوج کا پرچم ان کا اونٹ تھا جو بھی اس کی لجام تھام لیتا وہ لشکر کا علمدار سمجھا جاتا، وہ اپنے اس عہدے پر فخر و ناز کرتا، اسے عظیم مرتبہ سمجھتا۔

یہ منصب سب سے پہلے قاضی بصرہ کعب بن سور کو ملا (۱)، جنگ شروع ہوئی اور بتدریج گرم تر ہوتی گئی، اس موقع پر کعب بن سور نے قران گردن میں حمائل کئے، ہاتھ میں عصا اور دوسرے ہاتھ میں اونٹ کی لجام تھامے ایک عجیب اور مضحکہ خیز حالت میں لشکر کے اگے اگے چلنے لگے، اتفاقا کسی نامعلوم شخص کا تیر انھیں لگا اسی تیر سے وہ لڑھک گئے، اسطرح عائشہ کے پہلے لجام بردار یا یوں کہا جائے کہ اولین علم بردار اپنے خون میں نہا کر جان جان افریں کے سپرد کر بیٹھے۔

۷_ انت الذی قد غرك منی الحسنا

یا عیش ان القوم قوم اعدا

والخفض خیر من قتال الابنا

کعب بن سور کون ہے ؟

کعب بن سور[٨] خلیفہ دوم عمر کے زمانے میں قاضی بصرہ ہوئے ، وہ اس منصب پر جنگ جمل کے دن تک باقی رہے ، یہ ان لوگوں میں تھے جنھیں جنگ جمل سے کوئ دلچسپی نہیں تھی ، نہ اسے صحیح سمجھتے تھے

جیسا کہ طبری کا بیان ہے کہ: خود کعب کہتے تھے ، خدا کی قسم ، میرا عقیدہ اس جنگ کے بارے میں وہی ہے جو اس بڑھیا کا تھا جو اپنے بیٹے سے نصیحت کر رہی تھی ، بیٹے نہ لوگوں سے علحدہ رہو نہ اختلافات اور جنگوں میں ان کا ساتھ دو_ ابن سعدیوں نقل کرتے ہیں کہ جب طلحہ و زبیر و عائشہ بصرہ میں داخل ہوئے تو کعب بن سور نے جنگ اور فتنہ سے علحدگی اختیار کرنے کیلئے اپنے کو گھر کے اندر محصور کر لیا ، یہاں تک کہ کھانا پانی بھی روشندان سے پہونچایا جاتا تھا ، اس طرح کعب بن سور نے عام لوگوں سے ملنا جلنا قطعی ختم کر دیا ، یہاں تک کہ لوگوں نے عائشہ سے کہا کہ کعب بن سور کو حیرتناک معاشرتی اہمیت حاصل ہے ، اگر وہ آپ کے ہم رکاب ہو کر جنگ میں شرکت کریں تو کئي ہزار افراد پر مشتمل قبیلہ ازد کی مدد بھی حاصل ہو جائے گی ، عائشہ انکی حمآیت حاصل کرنے کیلئے ان کے گھر گئیں تاکہ اس بارے ، میں بات کریں ، لیکن کعب نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا ، عائشہ نے اصرار کیا اور حد سے زیادہ منت سماجت کی ، یہاں تک کہ کہہ دیا کہ .... اے کعب کیا میں تمھاری ماں نہیں ہوں ؟ کیا تمھاری گردن پر میرا حق مادری نہیں ہے ؟الست امك ولی علیك حق ...... عائشہ کی جھنجھوڑنے والی باتوں سے کعب بہت زیادہ متاثر ہوئے اور عائشہ کی موافقت و حمآیت پر امادہ ہو گئے_

٨_ کعب بن سور قبیلہ ازد کی فرد تھے زمانہ رسول میں اسلام قبول کیا لیکن انحضرت کی صحبت نہیں پائي ، استیعاب میں ہے ، ایک دن کعب عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک عورت نے اکر کہا ، اے عمر میرا شوھر دنیا کا سب سے بڑا عابد و زاہد ہے وہ رات بھر عبادت کرتا ہے ، اور دن بھر روزے رکھتا ہے ، عمر نے یہ سنکر اسکے شوھر کی تعریف کی اور اسکے لئے مغفرت طلب کی ، عورت کو شرم ائي کہ اس سے واضح اپنی بات کہے اور اندرونی بات بیان کرے ،کعب نے عمر سے کہا ، اے خلیفہ وہ عورت آپ کے پاس اسلئے نہیں ائي تھی کہ آپ کی خوشنودی حاصل کرے اسکا مقصد تھا کہ وہ نماز روزے کرتا ہے ، اور حق زوجیت ادا نہیں کرتا ، عمر نے کعب کی بات سنی تو چونک پڑے حکم دیا عورت کو حاضر کیا جائے ، تحقیق سے معلوم ہوا کہ اس عورت کا مقصد یہی تھا ، انھوں نے کعب کی معاملہ فہمی دیکھ کر اس عورت کا فیصلہ انھیں کے حوالے کر دیا ، کعب نے کہا یہ مرد اپنے اوقات چار حصوں میں بانٹ دے ، ایک حصہ اپنے بیوی بچوں سے مخصوص کرے ، بقیہ اوقات عبادت اور دوسرے کاموں میں صرف کرے ، اس فیصلے سے عمر کو بڑی حیرت ہوئي اسی لئے شہر بصرہ کا انھیں جج بنا دیا ، یہاں تک کہ وہ جنگ جمل کے دن قتل ہوئے

ابن سعد نے اس شخص کا نام نہیں بتایا ہے جس نے عائشہ کو کعب سے ملاقات پر ابھارا، لیکن عظیم شیعہ عالم شیخ مفید نے اس پیشکش کی نسبت طلحہ و زبیر کی طرف دی ہے۔

ان کا بیان ہے کہ: منجملہ ان قبائل کے جنھوںنے طلحہ وزبیر کی بیعت نہیں کی، ایک قبیلہ ازد بھی تھا، کیونکہ کعب بن سور جو قاضی بصرہ اور قبیلہ ازد کا رئیس بھی تھا، اس نے طلحہ و زبیر کی بیعت نہیں کی قبیلہ ازد والوں نے کعب کی پیروی کرتے ہوئے انکی بیعت نہیں کی طلحہ و زبیر نے کسی کو کعب کے پاس بھیجکر حمایت کرنے کی درخواست کی لیکن کعب نے انکار کرتے ہوئے کہا:

اج ہمارا برتائو یہ ہو گا کہ دونوں لشکر سے علحدہ رہونگا، نہ تمھاری حمآیت میں اقدام کروں گا نہ مخالفت میں اقدام کرونگا، طلحہ و زبیر نے کعب کی بات نہیں مانی۔ انہوں نے باہم رائے قائم کی کہ ہمیں کعب کو .... کو غیر جانبدار نہیں رہنے دینا چاہئے، انھیں اپنی حمآیت پر امادہ کرنا چاہئے، تاکہ اسکی طاقت سے استفادہ کیا جا سکے، اگر وہ علحدہ رہا تو قبیلہ ازد کے تمام افراد علحدہ رہیں گے، اسی وجہ سے طلحہ و زبیر کعب کے گھر گئے اور ملاقات کی اجازت مانگی کعب نے انھیں اجازت نہیں دی، طلحہ و زبیر واپس ہو کر عائشہ کے پاس گئے اور ان سے اس خطرناک مسئلے کے بارے میں سمجھا کر رائے دی کہ خود وہی جاکر اسکی حمآیت طلب کریں عائشہ نے پہلے کعب کے یہاں جانا مناسب نہیں سمجھا اور ایک شخص کو بھیج کر ملاقات کے لئے بلایا، کعب نے عائشہ کی دعوت ٹھکرا دی اور ملاقات سے انکار کیا، جب طلحہ و زبیر نے یہ صورتحال دیکھی تو عائشہ کو اس بات پر امادہ کیا کہ وہ خود ہی کعب کے گھر پر چلیں۔

انھوں نے کہا کہ: اے عائشہ اگر کعب نے ہماری حمآیت نہیں کی تو یہ بات طئے ہے کہ بصرہ کا سب سے بڑا قبیلہ ازد ہماری حمآیت نہیں کریگا، اسکے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ خود مرکب پر سوار ہو کر ان کے گھر چلیں، شاید آپ کی حیثیت کے احترام سے متاثر ہو کر آپ کی پیشکش کو نہ ٹھکرائے۔

طلحہ و زبیر نے باتیں اتنی زیادہ کر ڈالیں اتنا اصرار کیا کہ عائشہ مجبور ہو کر خچر پر سوار ہوئیں اور بہت سے معززین بصرہ گرداگرد کعب کے گھر کی طرف چلیں، عائشہ نے وہاں پر کعب سے بہت زیادہ اصرار کے ساتھ اس طرح بات کی کہ گوشہ خانہ کا شخص میدان جنگ میں کھنچ کر آگیا، بلکہ اپنے لشکر کا پرچم بردار بنا لیا۔

مبرد نے کامل میں لکھا ہے کہ: جنگ جمل کے دن کعب نے قران گردن میں حمائل کر کے اپنے تین یا چار

بھائیوں کے ساتھ لشکر عائشہ میں شمولیت اختیار کی، دل و جان سے جنگ کرتے کرتے قتل ہوئے انکی ماں لاش پر اکر یہ اشعار پڑھنے لگیں

یا عين جودی بدمع سرب

على فتية من خيار العرب

و ماهم غير حين النفو

س ای امیر قریش غلب(۹)

اے انکھ، بہت زیادہ انسوئوں کی بارش کر ان جوانوں پر جو عرب کے بہت اچھے شہسوار تھے

ایسے جوان جنھیں یہ تمیز نہیں تھی کہ اس جنگ میں قریش کے دو امیروں میں سے کون فتحیاب ہوگا_

علی کامیاب ہوں گے، یا طلحہ اور اسکے ساتھی؟

ان جوانوں کی ماں نے اپنے اشعار میں یہ سمجھانا چاہا ہے کہ کعب اور اسکے بھائي دل سے تو غیر جانبدار تھے لیکن عائشہ کے اصرار نے انھیں میدان جنگ میں گھسیٹا اور موت کے منھ میں ڈھکیل دیا

اونٹ کی لجام قریش کے ہاتھ میں

جب کعب بن سور قتل ہوئے تو سب سے پہلے قریش نے بڑھکر لجام تھامی اور وہ اونٹ کے لجام بردار بن گئے، انھیں میں ابو جھل کا (نواسہ) عبد الرحمن بن عتاب بھی تھا، اس نے لجام تھام لی اور اونٹ کو کھینچتا پھر رہا تھا، اور جنگ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہا تھا_

میں ہوں عتاب کا فرزند، میری تلوار کا نام ولول ہے_

اس اونٹ کی راہ میں قتل ہونا میرے لئے باعث فخر اور مایۂ شرافت ہے

انا بن عتاب و سيفى ولول

والموت عند الجمل المجلل

۹_اس بات کی تمام باتوں کے حوالے، طبری ج۵ ص۲۱۹، استیعاب ص۲۲۱، اسد الغابہ ج۳ ص۲۴۲_ اصابہ ج۳ ص۲۹۷، نہج البلاغہ ج۲ ص۸۱، طبقات بن سعد ج۷ ص۹۴، تاریخ جمل شیخ مفید ص۱۵۶، کامل بن اثیر ج۳ ص۲۴۲

عائشہ کے دوسرے لجام بردار عبد الرحمن نے اسطرح اپنے رجز سے لشکر والوں کو جانبازی پر ابھارا، خود بھی شدید جنگ کی، اس اونٹ اور اسکے سوار کی جان و دل سے مدافعت کی، اسی درمیان حضرت علی علیہ السلام کے لشکر نے اس پر حملہ کر کے ہاتھ بدن سے جدا کر دیا، اور اس طرح وہ قتل ہو گیا۔

عبد الرحمن کے بعد قریش کے ستّر ادمیوں نے اونٹ کی لجام ہاتھ میں تھامی اور سب نے جان دی، جو بھی لجام تھامتا فوراً ہی تیر و تلوار سے موت کے گھاٹ اتر جاتا یا اسکے ہاتھ کٹ جاتے

اونٹ کی لجام بنی ناجیہ کے ہاتھ میں

قریش کے بعد خاندان ناجیہ اگے بڑھا اور سبقت کر کے لجام تھام لی، عائشہ کا طریقہ یہ تھا کہ جو بھی لجام تھامتا اسے پہچاننے کے لئے سوالات کرتیں، یہ کون ہے؟ کہاں کا رہنے والا ہے، کس قبیلے سے ہے۔

جب خاندان ناجیہ نے لجام تھامی تو عائشہ نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں کس قبیلے سے ہیں جنھوں نے لجام تھام لی ہے، کہا گیا بنی ناجیہ ہیں عائشہ نے انھیں تشویق دلاتے ہوئے کہا: صبر و استقامت دکھاؤ جم کر لڑو کیونکہ میں تمہارے قبیلے میں غیرت و شجاعت دیکھ رہی ہوں، تم تو قریش سے ہو عائشہ نے یہ جملہ اس حساس موقع پر اسلئے کہا کہ بنی ناجیہ کا قریش کے قبیلے سے ہونے کے بارے میں اختلاف ہے، بعض ماہرین انساب انھیں قبیلہ ء قریش سے نہیں مانتے[۱۰] دوسرے یہ کہ بنی ناجیہ کی قبیلہ قریش سے بیگانگی اس قبیلے کے لئے باعث ننگ تھی جس کی وجہ سے معاشرے میں وہ بدنام تھے، یہی وجہ تھی کہ

۱۰_بنی ناجیہ کے قرشی ہونے پر علماء انساب میں اختلاف ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ بنی ناجیہ کی ماں کا نام ناجیہ تھا، ماں کے نام سے یہ خاندان مشھور ہوا، ناجیہ بھی لوی بن غالب کے بھائي سامہ کی بیوی تھی، اخر کار ناجیہ کا باپ سامہ اختلاف کی وجہ سے مکہ سے چلا گیا، بحرین میں رہتا تھا وہیں سانپ نے کاٹ لیا اور وہ مرگیا، کچھ دوسرے ماھرین کہتے ہیں کہ بنی ناجیہ قریش سے نہیں ہیں کیونکہ ناجیہ اگرچہ سامہ بن لوی قرشی کی بیوی تھی لیکن سامہ اسکا لڑکا نہیں تھا، اس نے دوسرے مرد بحرینی سے شادی کی تھی جسکا نام حارث تھا، وہ بچپن میں یتیم ہو گیا، ناجیہ اسے لیکر مکہ اگئي اور کعب سے کہا یہ آپ کے بھائي کا بیٹا ہے، کعب نے قبول کر لیا اتفاقا ایک بحرینی نے اکر سارا واقعہ بیان کیا تو حارث نے چچا کی مخالفت کی وجہ سے بحرین واپس گیا، اسی لئے وہ قریشی نہیں ہے اغاني--:۱۰/۲۰۳_۲۰۵، شرح نہج البلاغہ:۳/۱۲۰_۱۲۱

موقع شناس عائشہ نے اس حساس موقع پر انھیں قبیلہ قریش سے ہونے کا اقرار کر کے تشویق دلائی ، اور جانبداری و فداکاری کیلئے ابھارا ، اس قبیلے کے معززین نے لجام تھام کر اپنی جان دی ۔

لجام قبیلہ ازد کے ہاتھوں

خاندان ضبہ کے افراد نے ایک ایک کر کے لجام تھامی اور قتل ہوتے گئے ان کے بعد قبیلہ ازد والے اگے بڑھے اور لجام شتر ہاتھ میں لی ، عائشہ نے معمول کے مطابق پوچھا ، تم لوگ کس قبیلے سے ہو ، انھوں نے کہا ہم ازد سے ہیں ، عائشہ نے کہا :

عائشہ نے کہان :۔ہاں ازدی ازاد مرد پنجو شدائد میں صبر کرتے ہیں ، اس جملے کا بھی اضافہ کیا کہ جب تک بنی ضبہ تھے میں اپنے لشکر میں فتحمندی کے اثار محسوس کر رہی تھی لیکن اب ان کے بعد میں فتح سے نا امید ہو چکی ہو ں ۔

عائشہ نے ان جملوں سے قبیلہ ازد کو بھڑکایا تاکہ وہ دل و جان سے جنگ کریں ۔

قبیلہ ازد میں سب سے پہلے لجام عمرو بن اشرف ازدی نے تھامی ، وہ ایسا بہادر تھا کہ جو بھی اسکے قریب اتا ایک ہی ضرب میں قتل ہو جاتا ، وہ لوگوں کو ہیجان میں لانے کیلئے رجز پڑھ رہا تھا ۔

اے اماں جان ، اے بہترین مادر کیا آپ نہیں دیکھ رہی ہیں کہ آپ کے سامنے کیسے کیسے بہادر اپنی شجاعت کا مظاہرہ کر رہے ہیں کیسے کیسے مردان عظیم آپ کے احترام میں نیزہ و تلوار چلا رہے ہیں ، آپ کی راہ جسموں کی تلاش ہو رہی ہے ، ہاتھ جدا ہو رہے ہیں ، مغز اور کھوپڑیاں اڑرہی ہیں

(یا امنا یا خیر ام نعلم ...... اما ترین کم شجاعاً یکلم .... و تختلی ھا متہ و المعصم)

اتفاقاً اسی درمیان جبکہ ابن اشرف رجز خوانی میں مصروف تھا اسکے چچیرے بھائی حارث بن زھرہ ازدی نے حضرت علی علیہ السلام کے لشکر سے نکل کر اس پر حملہ کیا ، یہ دونوں بھائی آپس میں گتھ گئے دونوں میں اتنی تلواریں چلیں کہ زمین پر گر گئے ، ان دونوں کی طاقت ازمائی کی اتنی گرد اڑی کہ مطلع غبار الودہ ہو گیا ، یہاں تک کہ دونوں ہی مر گئے ،

اسطرح عائشہ کی لجام پکڑے ہوئے۔ عمرو بن اشرف کے ساتھ قبیلہ ازد کے تیرہ افراد نے ایک کے بعد ایک اپنی جان دیدی [۱۱]

۱۱۔ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱ ، طبری ج ۵ ص ۲۱۱ ، کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۹۸

ایک عجیب داستان

مشہور مورخ مدائنی اس طرح لکھتا ہے:

راوی کا بیان ہے کہ: میں نے بصرہ میں ایسے شخص کو دیکھا جس کے کان کٹے ہوئے تھے، میں نے اس سے کان ضائع ہونے کی وجہ پوچھی، اس نے جواب میں کہا کہ میں جنگ جمل ختم ہونے کے بعد مقتولوں کے درمیان قریب سے تماشہ دیکھ رہا تھا_

اس ہنگام میری نظر ایک ایسے شخص پرپڑی جسکی سانس چل رہی تھی، وہ اپنے بدن کو حرکت دیتے ہوئے یہ اشعار پڑھ رہا تھا_

ہماری ماں عائشہ نے ہمیں موت کے منھ میں ڈھکیل دیا، جبکہ ہم انکے فرمان سے منھ نہیں پھرا رہے تھے، اور جاں بازی کے ساتھ ان کے سامنے بڑھ بڑھ کے جنگ کر رہے تھے یہاں تک کہ ہم موت سے سیراب ہوئے_

ہم قبیلہ ضبہ والوں نے اپنی ماں کے سامنے اس طرح رزم ارائي کی کہ ان کے ساتھیوں کو اور ان کو دوسروں کے حمآیت کی ضرورت نہیں رہی_

ہم پر افسوس ہے کہ بنی تیم کے مٹھی بھر افراد جو غلاموں اور کنیزوں کی طرح تھے ہم نے ایسے ذلیلوں کی اطاعت کی_

لقد ر او دتنا حومة الموت امنا

فلم ننصرف الاونحن رواء

لقد کان عن نصر ابن ضبة امه

و شیعتها مندوحة و غناء

اطعنا بنی تیم ابن مرة شقو _ة

و هل تیم الا اعبد و اماء

وہ شخص نزع کے عالم میں اسی طرح اشعار پڑھتا رہا، میں نے حیرت سے پوچھا، اے شخص کیا یہ وقت شعر گنگنانے کا ہے ؟زبان پر کلمہ توحید اور شھادتین جاری کرو لا الہ الا اللہ کہو_

اس نے مجھے جواب دیا ، اے فاحشہ کے جنے تو کیا بک رہا ہے ، تو چاہتا ہے کہ موت کے وقت میں اظہار بیچارگی کروں ؟

میں اس سے علحدہ ہونا چاہتا تھا کہ اس نے کہا :

مجھے کلمہ شہادتین پڑھائو ، میں اسے شہادتین پڑھانے کیلئے قریب ہوا تو جھپٹ کر اس نے میرا کان دانتوں سے دبا لیا ، اور جڑ سے اکھاڑ ڈالا ۔

میں درد سے چلانے لگا ، برا بھلا کہنے لگا لعن طعن کرنے لگا تو بولا ، اس لعن طعن سے فائدہ کیا ہے ؟

اگر تم اپنی ماں کے پاس جانا اور وہ پوچھے کہ کس نے تمھاری یہ گت بنائي ہے تو جواب دینا کہ عمیر بن اہلب ضبی نے ، اسی عمیر نے جو عائشہ جیسی عورت کے فریب کا شکار ہوا جو حکومت پر قبضہ کرکے امیر المومنین بننا چاہتی تھی (۱۲)

طبری نے یہ داستان اس طرح لکھی ہے کہ: ایک دوستدار علی کا بیان ہے کہ میں نے میدان جنگ میں ایک زخمی شخص کو دیکھا جو اپنے خون میںنہایا ہوا تڑپ رہا تھا ، وہ اپنی اخری سانسیں گن رہا تھا لیکن اسی حال میں اشعار بھی گنگنا رہا تھا ، میرے اوپر اسکی نظر پڑی تو بولا ، ائو ذرا مجھے کلمہ شہادتین پڑھا دو میں اسکے پاس پہونچا ، پوچھا کس شہر اور قوم سے تمھارا تعلق ہے ؟ میں نے کہا ، کوفے کا باشندہ ہوں ۔

بولا ذرا اپنا سر میرے قریب لائو تاکہ تمھاری بات اچھی طرح سنوں ، میں نے قریب کیا تو جھپٹ کر دانت سے میرے کان پکڑ لئے اور اسے جڑ سے اکھاڑ ڈالا (۱۳)

رجز خوانیاں

ابن ابی الحدید معتزلی نے مدائنی اور واقدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: معرکہ ارائیوں کی تاریخ میں جنگ جمل سے زیادہ کوئي ایسی جنگ نہیں ہے جسمیں اس سے زیادہ رجز خوانیاں ہوئي ہوں ، زیادہ تر رجز بنی ضبہ اور بنی ازد نے پڑھے ، یہ دونوں قبیلے مہار شتر تھامے ہوئے حمآیت میں رجز پڑھکر دوسروں کو جنگ پر ابھار رہے تھے ، اس کے چند

---

۱۲ ـ مروج الذھب در حاشیہ کامل ج ۵ ص ۱۹۹ ، کامل بن اثیر ج ۳ ص ۱۰۰

۱۳ ـ طبری ج ۵ ص ۲۱۳

نمونے ملاحظہ ہوں۔ ابن ابی الحدید بحوالہ واقدی و مدائنی نقل کرتا ہے کہ لشکر بصرہ عائشہ کے اونٹ کے گرد حلقہ کئے ہوا تھا سبھی باہم ایک اواز اور ایک اھنگ کے ساتھ نعرے لگا رہے تھے۔

اے عائشہ اے مادر مہربان اپنے دل میں ذرا بھی خوف و ہراس پیدا نہ کیجئے، کیونکہ ہم اپنی تمام توانائیوں اور فداکاریوں کے ساتھ آپ کے اونٹ کا حلقہ کئے ہوئے ہیں، ہم اسے ہر قسم کے خطرے سے بچائیں گے۔

اماں جان جب تک دنیا قائم ہے کوئی بھی ہمیں اس اونٹ کے اطراف سے نہیں ہٹا سکتا، نہ ہمیں منتشر کر کے آپ کو اکیلا کر سکتا ہے۔

اماں جان کون سی طاقت تمہیں نقصان پہونچا سکتی ہے حالانکہ جنگجو اور بہادر آپ کا حلقہ کئے ہوئے ہیں۔

قبیلہ ہمدان کے شجاع مرد بہترین تلوار چلانے والے آپ کی حمایت کر رہے ہیں اور قبیلہ ازد کے بہترین تلوار چلانے والے آپ کی حمایت کر رہے ہیں، جنھیں زمانے کی سختیوں اور مصائب نے کبھی ہراساں نہیں کیا ابن ابی الحدید نے اس رجز کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ لشکر بصرہ سے ایک بوڑھا، خوش وضع اور خوبصورت نکلا جسکے بدن پر جبہ بھی تھا اس نے بڑے جوشیلے انداز میں قبیلہ ازد سے خطاب کیا۔

اے قبیلہ ازد کے لوگو اپنی مادر مہربان عائشہ کی مدد کرو کیونکہ یہی حمایت تمھاری نماز روزہ ہے، ان کی تمام حیثیت کا احترام تمھارے اوپر واجب ہے، ان کے حریم کا دفاع کرنے میں اپنی تمام توانائیاں صرف کر دینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ دشمنوں کی ٹولی تمھارے اوپر فتح پالیں کیونکہ اگر دشمن نے تم پر فتح پالی تو تمھیں قیدی بنا لے گا اور تمھارے اوپر ہر طرح کا ظلم و ستم ڈھائے گا، اسوقت تمھارے بوڑھے مرد و عورت پر بھی رحم نہ کرے گا، اے جواں مردو اے شہ سوارو، اے قبیلہ ازد والو، چوکنا رہو کہیں اس جنگ میں تم لوگوں کو شکست و

ہزیمت کا منھ نہ دیکھنا پڑے [۱۴]

یا امنا یکفیك منا دنوه ---لن یوخذ الدهر الخطام عنوه

و حولك الیوم رجال شنوه ---وحی همدان رجال الهبوه

والما لکیون القلیلوا الکبوة ---والازد حی لیس فیهم نبوه

یا معشر الازد علیکم امکم ---فانها صلاتکم و صومکم

والحرمة العظمی التی تعمکم ---فاحضروها جدکم و حزمکم

لا یغلبن سم العدو سمکم ---ان العدو ان علاکم زمکم[۱۴]

مدائنی اور واقدی نے اس رجز کے ذیل میں اس نکتے کی بھی نشاندہی کی ہے کہ اس رجز کا مضمون طلحہ و زبیر کے اس تاریخی تقریر کی تائید کرتا ہے جسمیں انھوں نے کہا تھا _

اے بصرہ والو_چوکنا رہو کہ اگر علی علیہ السلام تمھارے اوپر فتحمند ہوئے تو تمہیں ملیا میٹ اور پامال کرڈالیں گے، تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے، اپنا تحفظ کرو، اگر علی علیہ السلام تم پر کامیاب ہو گئے تو تمہارے مردوں کا احترام ختم کردیں گے اور تمہاری عورتوں کو اسیر کر لیں گے، تمھارے بچوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیں گے، تم پر لازم ہے کہ مردانہ وار قیام کرو، تاکہ اپنے ناموس کا تحفظ کر سکو، موت کو رسوائی پر ترجیح دو اور علی علیہ السلام سے اسطرح جنگ کرو کہ انھیں اپنے وطن سے نکال باہر کر سکو، ابو مخنف کا بیان ہے کہ جتنے بھی رجز خوان یا شاعر اس بارے میں نغمہ سرا ہوئے ہیں، ان میں کوئی بھی اس بوڑھے سے بازی نہیں لے جا سکا، جس کی بہترین شاعری نے لوگوں کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، جس وقت بصرہ والوں نے اسکا رجز سنا تو تڑپ کر اپنی صفوں سے شدید تر حملہ کیا اور دوسروں سے زیادہ عائشہ کے اونٹ کے گرد اکر صبر و استقامت دکھایا _

طبری کا بیان:

جنگ جمل میں عمرو بن یثربی نے اپنے قبیلہ ازد والوں کو اسطرح ابھاراو کہ ان میں سے ایک کے بعد ایک لجام شتر تھامتے اور شدید تر جنگ کر کے اپنی مادر گرامی عائشہ کا جان و دل سے دفاع کرتے رہے، وہ اس

۱۴_ ان دونوں رجز کا متن شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۲۵۲_۲۵۶

اس وقت یہ اشعار پڑھ رہے تھے_

ہم قبیلہ ضبہ والے ہیں، تلوار اور موت سے نہیں ڈرتے_

دشمنوں کے سروں کو درخت کی طرح کاٹ ڈالیں گے ان کا خون سیلاب کی طرح بہا دیں گے، اے مادر گرامی عائشہ آپ ذرا بھی خوف نہ کیجئے کیونکہ آپ کے توانا اور شجاع بیٹے آپ کے گرد تلوار لئے کھڑے ہیں، اے ہماری ماں_ اے زوجہ رسول آپ ہی سرچشمہ رحمت و برکت ہیں، آپ ہی عالمین کے پاک رہبر کی زوجہ ہیں (۱۵)

۴_ بنی ضبہ کا ایک جیالا عوف بن قطن لشکر عائشہ سے نکلا اور چلانے لگا_

اے لوگو عثمان کا خون علی اور ان کے فرزندوں کی گردن پر ہے_

یہ کہہ کر اس نے اونٹ کی لجام تھام لی اور جنگ کرنے لگا جنگ کرتے ہوئے وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا اے ماں اے ہماری ماں_ میں وطن سے دور ہوں نہ تو قبر کا طلبگار ہوں نہ کفن کا یہیں سے عوف بن قطن حشر کے میدان میں اٹھے گا ہماری زندگی یہیں ختم ہونا چاہیئے اور اسی بیابان سے صحرائے محشر میں اٹھوں گا_

اگر آج علی عليه‌السلام ہمارے خونین پنجے سے چھٹکارا پا جائیں تو ہم بڑے ہی گھاٹے میں رہیں گے اور اگر ان کے جگر گوشہ حسن و حسین کو زندگی کا خاتمہ نہ کر سکیں تو ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم مارے غم و اندوہ کے جان دیدیں (۲) عوف بن قطن نے یہ رجز پڑھتے ہوئے حضرت علی عليه‌السلام کے لشکر پر حملہ کیا، سخت جنگ کرتے ہوئے قتل ہوگیا_

۱_ نحن بنو ضبة لا نفر ---حتی نری جما جما تخر

یخرمنا العلق المحمر ---کل بنیك بطل شجاع

یا امنا یا عیش لن تراعی ---یا امنا یا زوجة النبی

یا زوجة المبارك المهدی

۲_ یا ام یا ام خلاعنی الوطن ---لاابتغی القبرولا ابغی الکفن

من ها هنا محشر عوف ابن قطن ---ان فاتنا الیوم علی فالغبن

او فاتنا ابناہ حسین و حسن ---اذا ام بطول هم و حزن

۱۵_ شرح نہج البلاغہ ج۱، ص۲۶۱،۲۶۲، تاریخ ابن اعثم

۵_ ابو مخنف کا بیان ہے: بصرہ کا مشہور و رئیس اور دولتمند شخص عبد اللہ بن خلف خزاعی حکومت عمر و عثمان کے ایام میں بیت المال کا محاسب تھا، جنگ جمل کے موقع پر عائشہ کے لشکر والوں کا میزبان تھا وہ صف سے نکلا اور حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوں کے سامنے اکر رسم کے مطابق اپنا مبارز طلب کیا، اس نے ہانک لگائي کہ سوائے علی کے کوئي دوسرا میرے مقابلے میں نہ ائے، ہاں، علی ہی مجھ سے جنگ کیلئے ائیں تاکہ جنگ تمام کی جائے اور خونریزی ختم ہو پھر وہ حضرت علی علیہ السلام کو للکارتے ہوئے بولا_

اے ابو تراب میں ایک بالشت بڑھکر تمہارے سامنے ایا ہوں تم بھی جرائت پیدا کرو اور میرا مقابلہ کرنے کیلئے ایک انگل اگے بڑھو، اے علی، تمہاری عداوت میرے سینے میں بوجھ بنی ہوئي ہے، تمھاری دشمنی سے میرا سینہ دہک رہا ہے، قدم اگے بڑھائو، ذرا سامنے ائو کہ تمھارا خون بہا کر اپنے دل کی اگ ٹھنڈی کروں (۱) عبد اللہ یہ رجز پڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کو مقابلے کیلئے پکارنے لگا امیر المومنین حضرت علي(ع) نے لشکر سے نکل کر میدان میں قدم رکھا اور ایک ہی تلوار کی ضرب سے اسکا بھیجہ نکال کر زمین پر بہا دیا اور قتل کر ڈالا (۱۶)

عبد اللہ اور مالک اشتر کی جنگ

طبری نے خود عبد اللہ بن زبیر کا بیان نقل کیا ہے کہ:

جنگ جمل میں مجھے تلوار اور نیزے کے سینتیس زخم لگے تھے_ اگرچہ اس دن میرے لشکر کی کثرت تعداد کے اعتبار سے یہ حالت تھی سیاہ پہاڑ نظر اتا تھا جو کسی بھی طاقت سے شکست کھانے والا نہینتھا اس حالت میں ہمیں ایسی شکست ہوئي جسکی مثال نظر نہیں اتی ابن زبیر مزید کہتے ہیں کہ اس جنگ مینجو بھی اونٹ کی لجام ہاتھ میں لیتا تھاوہیں ڈھیر ہو جاتا تھا_ حالانکہ سینتیس زخم میرے بدن پر تھے میں نے اسی حالت میں اونٹ کی مہار تھام لی_ عائشہ نے پوچھا اونٹ کی مہار کس نے تھام لی ہے؟

میں نے کہا_ میں عبد اللہ بن زبیر ہوں_

چونکہ عائشہ دیکھ رہی تھیں کہ جس نے بھی مہار شتر ہاتھ میں لی جان سے ہاتھ دھویا_ بے اختیار صدائے فریاد بلند کی_ واثکل اسماء .... ہائے میری بہن اسماء اپنے فرزند کے سوگ میں بیٹھ گئي_

۱_ ابا تراب ادن منی فترا ---و ان صدری علیك غمرا

فاننی الیك شبرا

۱۶_شرح نہج البلغہ ج۱, ۲۶۱,وفتوح ابن اعشم

عبداللہ کہتے ہیںکہ اسی درمیان میری نظر مالک اشترپر پڑی میں اسے پہچان کر اس سے گتھ گیا_یہاں تک کہ دونوں ہی زمین پر گر گئے_میں چلاّنے لگا_ لوگو_مالک کو قتل کردو اسے قتل کر دو چاہے مجھے بھی قتل ہونا پڑے دونوں طرف کے لشکر سے ڈھیر سارے افراد جمع ہو گئے_ہر ایک اپنے اپنے سپاہی کی دفاع ہیںکوشش کر رہا تھا_ہم دونوں ایک دوسرے کی دھینگا مشتی میں اس قدر تھک گئے تھے کہ ایک دوسرے سے علحدہ ہونے کے بعد میری اتنی طاقت نہینرہ گئي کہ اونٹ کی مہار تھام سکونٔواقدی نے بھی مالک اشتر اورابن زبیر کی جنگ کا حال یوں نقل کیا ہے عبداللہ جنگ کی غرض سے میدان میں ئے_حضرت علي(ع) کے لشکر کے مقابل کھڑے ہو کر اپنا مقابل طلب کیا_ان سے مقابلہ کے لیے مالک اشتر کھڑے ہوے_جب یہ دونوں جیالے ایک دوسرے کے امنے سامنے ہوئے تو عائشہ نے پوچھا_ عبداللہ سے مقابلہ کے لئے کون ایا ہے ؟ لوگوں نے کہا_ اشتر

عائشہ نے اشتر کانام سنکر بے اختیار نعرہ لگایاواثکل اسماء .... بالاخردونوں بہادروں میں جنگ ہونے لگي_تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگي_ایک دوسرے کے بدن زخموںسے چور ہونے لگےیہاں تک کہ تلواریں بیکار ہو گئیں_ مالک اشتر بوڑھے تھے اسی کے ساتھ بھوکے بھی تھے_کیونکہ وہ جنگ کے موقع پر تین دن برابر کھانا نہیں کھائے تھے_ اس حالت میں بھی عبداللہ کو زمین پر گرادیا_اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اسی ھنگام دونوں طرف کے لشکر سے لوگ وہاں جمع ہو گئے_عبداللہ کے ساتھی اسکی نجات کے لئے کوشاں تھے_

مالک اشتر کے ساتھی بھی انکے چھٹکارے کی کوشش کر رہے تھے_

داللہ بن زبیر زور سے چلاّئے_ لوگوں_مالک اشتر کو قتل کردوچاہے اسمینٔمجھے بھی قتل ہونا پڑے_

لیکن اس وقت دونوںطرف کے لشکر سے اتنے لوگ جمع ہو گئے تھے کہ میدان کی حالت اشفتہ تھي_لوگ ان دونوں کی تشخیص کرنے سے قاصر تھے_اس وجہ سے ان دونوں کی جنگ طول پکڑتی گئي_

اخرکسی نہ کسی طرح عبداللہ بن زبیر نے اپنے کو مالک اشتر کے چنگل سے نکالا اور میدان سے فرار کر گئے_

صاحب عقد الفرید نے اس واقعہ کے بعد عبداللہ بن زبیر کا بیان نقل کیا ہے کہ مالک اشتر نے مجھے دبوچکر گڑھے میں ڈال دیا اور کہا اے عبداللہ اگر تیری رشتہ داری رسول خدا(ص) سے نہ ہوتی تو تیرے بدن کے جوڑ جوڑ علحدہ کردیتا [۱۷]

۱۷_ عبداللہ کے باپ زبیر کی ماں صفیہ جناب رسول خدا(ص) کی پھوپھی تھی اسی رشتہ داری کی وجہ سے مالک اشتر نے ابن زبیر کو قتل نہیں کیا

طبری نے علقمہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں نے ایک دن مالک اشتر سے پوچھا_ تم قتل عثمان کے مخالف تھے تم نے کیسے جنگ جمل میں شرکت کی جس مین ہزاروں افراد قتل کیے گئے مالک نے میرا جواب دیا_ جب لشکر عائشہ نے علی کی بیعت کی اور پھر اپنی ہی بیعت توڑ دی تو ایسی بیعت شکنی اور علی کی مخالفت نے مجھے اس جنگ میں شریک ہونے پر امادہ کیا_ لیکن ان میں سب سے زیادہ گنہگار اور خطا کار عبداللہ بن زبیر تھا_ کیونکہ اسنے عائشہ کو علی سے جنگ پر ابھارا وہی تھا جس نے اپنے بآپ کو علی سے جنگ کرنے کیلئے بھڑکایا عائشہ اور زبیر دونوں ہی جنگ سے دست بردار ہو گئے تھے ان دونوں کو اسی ابن زبیر نے دوبارہ میدان جنگ میں گھسیٹا_ میں خدا سے دعا کرتا تھا کہ اسے قیدی بنا لوںؔاور اسکے کرتوتوں کی سزا دوں_ خدا نے بھی میری دعا سن لی اور موقع غنیمت دیکھ کر گھوڑے پر سوار ہوا_ اور بھرپور قوّت کے ساتھ اس پر تلوار کی ضرب لگا کر اسے گرا دیا اور ذلّت کی خاک چٹائی_

ایک دن علقمہ نے مالک سے پوچھا_ کیا عبداللہ بن زبیر نے کہا تھا کہ اقتلونی و مالکا_ مالک کو قتل کر دو چاہے مجھے بھی قتل ہونا پڑے_ مالک نے جواب دیا_ نہیں_ یہ جملہ اسنے نہیںؔکہا تھا_ کیونکہ میں عبداللہ کو قتل نہ کرتا_ صرف ایک تلوار چلا کے ہاتھ روک لیا تھا_ میرے دل میں خیال ایا اور میرے جذبات اس کے بارے میں بھڑک اٹھے_ اس کے بعد میں نے اس کے قتل کا ارادہ بدل دیا_

اس کے بعد مالک نے کہا: اصل میںؔیہ جملہ مذکورہ عبدالرّحمان بن عتاب نے کہا تھا_ اس دن وہ چلاؔ کر بولا_ مجھے اور مالک دونوں کو قتل کر دو اس کا مقصد یہ تھا کہ مالک کو قتل کر دو چاہے اس کے ساتھ مجھے بھی قتل ہونا پڑے_ لیکن میدان جنگ کی حالت اس قدر درہم برہم تھی کہ عبداللہ کے ساتھیوں کو میری پہچان نہ ہو سکی_ ورنہ مجھے تو قتل ہی کر دیتے_

طبری کا بیان ہے کہ: جنگ جمل میں عبداللہ بن زبیر کو بہت زیادہ زخم لگے تھے_ اسنے اپنے کو مقتولوں کے درمیان ڈال دیا تھا جنگ ختم ہونے کے بعد اسکا علاج معالجہ کیا گیا اور زخم ٹھیک ہو گئے_

جنگ جمل میں عبداللہ اگر چہ قتل تو نہیں ہوا لیکن بے شمار زخموں کی وجہ سے دشمن سے مقابلہ اور جنگی طاقت ختم ہوگئی تھی اسطرح طلحہ وزبیر کے بعد لشکر عائشہ کا تیسرا سپہ سالار بھی بیکار ہوگیا_

لیکن کسی کے بھی بیکار ہو جانے سے لشکر عائشہ میں کسی قسم کی افراتفری نہیں پھیلی اور جنگ ختم نہیں ہوئی_ کیونکہ اس جنگ میں تمام لوگوں کی نظریں عائشہ کے اونٹ پر تھیں_ اسکے ارد گرد خون بہتے رہے_ اسکے قریب شہ سواروں کے سر گرتے رہے_ اسی اونٹ کے آگے بصرہ کے جیالے اور سرفروش خزاں رسیدہ پتّوں کی طرح گرتے رہے جب تک اونٹ کھڑا تھا_ چل پھر رہا تھا_ جنگ و خونریزی جاری تھی لیکن اکیلے اونٹ کے گرتے ہی' جی ہاں صرف اسی کے گرنے سے جنگ و خونریزی ختم ہو گئی_

(۱۸)

جنگ اپنے شباب پر پہنچ گئی

طبری کا بیان ہے: حضرت علی علیہ السلام کے میمنہ لشکر نے عائشہ کے یسرۂ لشکر پر حملہ کیا اور گھمسان کی جنگ ہونے لگی عائشہ کی فوج کے زیادہ قبیلہ ازد اور ضبّہ کے افراد تھے وہ پیچھے ہٹکر عائشہ کی پناہ پکڑنے لگے اس طرح وہ ہودج کے ارد گرد جمع ہو گئے (۱۹)

ابو مخنف کا بیان ہے:

حضرت علی نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ فوج دشمن کے یسرۂ پر حملہ کریں_ مالک نے یسرۂ پر حملہ کیا تو صفیں درہم برہم ہو گئیں اور فوجوں نے بھاگ کر عائشہ کے پاس دم لیا یسرۂ کی شکست سے قبیلہ ضبّہ، ازد، عدی، ناجیہ، باہلہ وغیرہ کے تمام افراد نے ایک بار اونٹ کی طرف اپنی توجہ مبذول کی اب وہ اونٹ کی حفاظت کی طرف اپنی

۱۸_ طبری ۵_ ۲۱۰_ ۲۱۱_ ;۴; ۲ شرح نہج البلاغہ ۸۷۱ شرح خطبہ کنتم جیند المراتہ کے ذیل یںکامل بن اثیر ۳_ ۹۹ عقد الفرید ۴_ ۳۲۶ لجنتہ التالیف_ تاریخ بن اعثم_ مروج الذہب_

۱۹_ طبری ج ۵ ص ۲۰۷

ساری توجّہ مرکوز کرنے لگے فطری طور سے لشکر علی کے حملہ بھی اسی طرف مرکوز ہوگئے_ اوریہاں جنگ کا دائرہ تنگ ہوگیا اور گھمسان کی جنگ اور خونریزی ہونے لگی_ اس کا نتیجہ اخریہ ہوا کہ عائشہ کے لشکر کو شکست ہوگئي (۲۰)

مدائنی اور واقدی جیسے مشہور مورخوننے بتایا ہے کہ

لشکر عائشہ کی صفیں لشکر علی کے پے درپے حملوںسے درہم برہم ہوگئیں بہادروں نے ہر طرف سے لشکر عائشہ کی طرف اپنی توجہ مرکوز کی اونٹ اور ہودج کو اپنے گھیرے میں لے لیا_ اونٹ کے گرد زیادہ تر بنی ضبّہ اور بنی ازد کے لوگ تھے_ وہی سب سے زیادہ جانفشانی کر رہے تھے حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوننے بھی اپنے حملہ اسی طرف موڑدئے_

ایک چھوٹے سے دائرہ میں جس کا محور عائشہ کا اونٹ تھا اسی کا محاصرہ کرلیاگیا_ حضرت علی علیہ السلام کے سپاہیوں نے اپنے حملوں کا نشانہ عائشہ ہی کے اونٹ کو بنا لیا_ عائشہ کے ساتھی بھی شدّت کے ساتھ اس کا دفاع کرنے لگے حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے حملے اور لشکر عائشہ کے دفاع کی وجہ سے اگ اور خون سے بھرپور جنگ شروع ہوگئي_ سر گرنے لگے_ بدن سروں سے جدا ہونے لگے ہاتھ کٹ کٹ کرہوا میں لہرانے لگے_ پیٹ پھٹنے لگے_ لیکن اس بھیانک صورتحال کے باوجود یہ دونوں قبیلہ چونٹیوں کی طرح اونٹ کے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے_ اس قدر استقامت کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ گھمسان کی جنگ ان پذرا بھی خوف وہراس پیدا نہیںکر سکی_ استقامت میں ذرہ برابر بھی تزلزل پیدا نہ کرسکی_ وہ اہنی دیوار کی طرح اپنی تمام قوتوں اور توانائیون کے ساتھ اونٹ کا دفاع کر رہے تھے کہ اچانک حضرت علی علیہ السلام کی اواز بلند ہوئي_ آپ نے اپنے لشکر سے خطاب فرمایا ویلکم اعقروا الجمل فانه شیطان_

تم پر افسوس ہے_ اونٹ کو پئے کردو کیونکہ یہ شیطان ہے_

تم پر افسوس ہے_ ان کاپرچم گرا دو اونٹ کو پئے کردو کیونکہ یہ شیطان کی طرح بدبخت لوگوں کو اپنے گرد جمع کئے ہوا ہے_ جب تک یہ کھڑا ہوا ہے فتنہ وخونریزی جاری رہے گی_ ان میں کا ایک بھی شخص زندہ نہیں رہے گا_ اے لوگو اونٹ کو پئے کردو اور اس تمام خونریزی کا خاتمہ کردو_

حضرت علی علیہ السلام کے اس فرمان کے ساتھ ہی تلواریں بلند ہوئي اور مرکزی نقطہ پرشدید حملے شروع ہوگئے_ یہاںتک کہ وہ [

۲۰_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۸

منحوس اونٹ ڈھیر ہو گیا_

تاریخ نگاروں کا بیان ہے کہ :جنگ کا دائرہ تنگ تر ہو گیا تھا_جنگ اکیلے شتر عایشہ کے اطراف میں سمٹ کر رہ گئي تھی_لوگ اس طرح اسکے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے جیسے چکی کہ پائے گھومتے ہیںٰاونٹ کے اطراف عجیب ادھام کا منظر تھا_جنگ پورے شباب پر ہونے لگی تھی لوگوں کا شور غوغا اور چیخ پکار اسکے ساتھ اونٹ کی بلبلاہٹ زیادہ ھنگامہ پیدا کر رہی تھی اسی ہیٰنخحتات مجاشعی نعرہ لگا رہا تھا_اے لوگو اپنی ماں کی حمایت کرو_اے لوگو عائشہ کادفاع کرو اپنی مادر کی نگہبانی کرتے رہو_یہ دیکھو تمہاری ماں اب ہودج سے گرنے ہی والی ہیں_اونٹ کے گرد اس قدر وحشت برس رہی تھی کہ لوگ آپس ہیٰنگتھ گئے تھے_ایک دوسرے کو بغیر پہچانے قتل کر رہے تھے حضرت علی علیہ السلام کے ساتھی دشمن کے لشکر پر حملہ کر رہے تھے جدھر حملہ کرتے دشمن کو پراکندہ کر دیتے لیکن پھر بھاگنے والے اونٹ کے گرد جمع ہو جاتے یہاں تک کہ حضرت علی نے نعرہ لگایا_اے لوگو اونٹ پر تیر برسائو_اس ملعون اونٹ کو مار کر گرا دو_حکم ملتے ہی تیر اندازوں نے اونٹ پر تیر بارانی شروع کر دی لیکن اونٹ کو اس قدر اہنی زرہوںٰاور مضبوط تختوں سے چھپایا گیا تھا کہ تیر اونٹ کے بدن تک نہیں پہنچ رہا تھا اسکی سجاوٹ جیسے محکم قلعہ کی طرح تھی ذرہ برابر بھی اسے گزند نہیں پہنچ رہی تھی_تیروں کی بارش تختوں پر جا کر جم جاتی تھی_اونٹ پر اتنے تیر لگے تھے کہ ساہی کی طرح نظر ا رہا تھا_

دو لشکر کا شعار

جب عائشہ کے ساتھیوں نے خطرہ کا احساس کیا اور شکست نظر انے لگی اور لشکر علی کی فتح حتمی طریقہ سے نظر انے لگی تو شعر اور رجز کے بجائے شعار لشکر کا نعرہ لگانے لگے یا لثارات عثمان (خون عثمان کا انتقام لینے والو اٹھ کھڑے ہو) سارے لشکر عائشہ کا علامتی نعرہ یہی تھا_ان کے حلق سے یہی اواز نکل رہی تھی_سبھی مل کر چلاّ رہے تھے_یا لثارات عثمان_ان لوگونکے مقابلہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ساتھیوننے بھی یا محمد (ص) کانعرہ لگانا شروع کیا_ان کا شعار یہی تھا_

لیکن حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا کہ تم لوگ حضرت رسول خدا (ص) کے شعار سے استفادہ کرنے کے بجائے یا منصور امت (۲۱) کو اپنا جنگی نعرہ قرار دو (۲۲)

۲۱_یہ شعار وہ ہے جب مسلمانوں نے حکم رسول کے مطابق بعض جنگوں میں استفادہ کیا تھا یہ دونوں فقرے دو لفظوں سے تشکیل پاتے ہیں ایک ہے یا منصور (یعنی اے لوگو جو خدا کی مدد ونصرت تلے ہو) جملہ دوم ہے اصمت یعنی قتل کرو ان دونوں فقروں کا مجموعہ یہ معنی دیتا ہے کہ اے لوگوں جو خدا کی مدد ونصرت سے سرفراز ہو_اے لوگو جو حق پر ہو ان لوگو کو قتل کر دو جو ظالم ہیں اور حق سے دور ہیں

۲۲_شرح نہج البلاغہ ابی الحدید ۱_۸۷

جنگ کا خاتمہ

لشکر عائشہ کے ایک سپاہی کا بیان ہے:

جنگ جمل میں ہماری پارٹی کو ایسی سخت شکست کا منھ دیکھنا پڑا جو اس سے پہلے دیکھی نہ گئي، اس موقع پر عائشہ ہودج میں سوار تھیں اور ان کا اونٹ متواتر تیروں کی بارش سے خار پشت (ساہي) کی طرح ہو گیا تھا (۲۳)

اس بارے میں ابو مخنف کا بیان ہے:

صرف اونٹ پر ہی تیروں کی بارش نہیں کی گئي_ بلکہ عائشہ کا ہودج بھی تیروں کا نشانہ بنایا گیا_ تیروں کی بارش سے کجاوہ بھی کسی خارپشت (ساہي) کی طرح نظر ا رہا تھا_

ابو مخنف کہتا ہے: جب حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کی عائشہ کا اونٹ ہی جنگ کا محور بنا ہوا ہے اور اسی کے ارد گرد خون اچھل رہے ہیںاور ہاتھ کٹ رہے ہیںتو آپ نے عمار یاسر اور مالک اشر کو حکم دیا کہ جاکر اس منحوس اونٹ کو پئے کردو کیونکہ ان لوگوں نے اسی کو اپنے لئے قبلہ قرار دے لیا ہے_ اور خانہ کعبہ کی طرح اسکا طواف کر رہے ہیں_ جب تک یہ اونٹ کھڑا ہے جنگ ختم نہیں ہوگی_ جب تک یہ اونٹ زندہ ہے لوگ اس پر واری فدا ہو کر اپنا خون نثار کرتے رہیں گے (۲۴)

طبری کا بیان ہے: حضرت علی علیہ السلام نے درمیان لشکر بلند اواز سے فرمایا:

اے لوگو اپنا حملہ اونٹ پر مرکوز کردو اسے پئے کردو حضرت کے فرمان کے مطابق آپ کے ایک جری سپاہی نے صفوں کو توڑ کر اپنے کو عائشہ کے اونٹ کے پاس پہنچا دیا_ اور اس پر تابڑ توڑ تلواریں مارنے لگا_ اونٹ نے اس طرح سے نعرہ لگایا کہ ایسی چیخ کبھی نہ سنی گئي تھی_ اس موقع کو ابو مخنف نے بھی بیان کیا ہے کہ: جب حضرت علی علیہ السلام نے دیکھا کہ تمام قتل اور خونریزی اونٹ کے ہی ارد گرد ہو رہی ہے_ اور جب تک اونٹ زندہ ہے جنگ جاری رہے گی_ تو آپ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ اونٹ پر حملہ کردو_ خود آپ نے بھی تلوار ہاتھ میں لیکر اس اونٹ پر زبردست حملہ کیا_ اس وقت اونٹ کی مہار قبیلہ ضبّہ کے ہاتھ میں تھی_ ان کے اور لشکر علی کے درمیان گھمسان کی جنگ ہونے لگی_ جنگ کا بنی ضبّہ کی ہی طرف تھا_ اسی کے زیادہ تر لوگ مارے جانے لگے حضرت علی علیہ السلام نے قبیلہ ہمدان اور قبیلہ نخع کے ساتھ سخت حملہ کیا_ دشمن کے افراد کو پراکندہ اور منتشر کردیا_ اسی موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے قبیلہ نخع کے ایک شخص جس کا نام بجیر تھا فرمایا_ اے بجیر

۲۳_ طبری ج ۵ ص ۲۱۸

۲۴_ شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱

یہ اونٹ تمہاری زدپر ہے اس کا کام تمام کردو_ بجیر نے تیزی سے اس اونٹ کی ران پر تلوار چلادی_ اونٹ نے زبردست نعرہ مارا_ اور زمین پر ڈھیر ہوگیا_ جب اونٹ زمین پر گرا تو عائشہ کے تمام فوجی جو چونٹیوں کی طرح اس کا حصار کئے ہوئے تھے' تتر بتر ہوگئے_ سب نے فرار کا راستہ اختیار کیا_ حضرت علی علیہ السلام نے بھی نعرہ لگایا_

اے لوگو ہودج کی طنابیں اور رسیاں کاٹ دو اور ہودج کو اونٹ سے الگ کردو_ آپ کے سپاھیوں نے ہودج ہٹا دیا، لوگوںنے عائشہ کے ہودج کو اغوش میں لیکر حضرت کے حکم کے مطابق اونٹ کو قتل کیا اور پھر اسے اگ میں جلادیا اور خاک ہوا میںاڑادی_ چونکہ امام کا یہ حکم تعجب انگیز تھا_ اس لئے اپ نے اس کا حوالہ آیت قرانی سے دیتے ہوے فرمایا:

اے لوگو یہ اونٹ منحوس حیوان اور اگ برسانے والا تھا یہ بنی اسرائیل کے گوسالہ شباہت رکھتا تھا وہ بنی اسرائیل میں اور یہ مسلمانوں کے درمیان تھا_ جس نے دونوں کو بد بختی میں پھنسایا_ حضرت موسی نے حکم دیا کہ اس گوسالہ کو اگ میں جلا دو اور اسکی خاک دریا میں ڈال دو_ پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی جو موسی کی زبانی تھی_

ونظر الى الهك......(۲۵)

ذرا دیکھو اپنے اس معبود کو جس پر تم واری فدا کرتے تھے میں کیسے اگ میں جلارہا ہوں اور خاکستر کو سمندر میں ڈال رہا ہوں_

جی ہاں_ فساد کے مواد کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہیے_ اور فتنہ واشوب کو اگ میں جلا دینا چاہیے(۲۶)

عائشہ سے کچھ باتیں

عائشہ کی فوج کو شکست ہوئی اورپورے طور سے شکست کے بعد یہ خونریز جنگ جمل اختتام کوپہنچی اور اتش جنگ خاموش ہوگئی (ٹھنڈی پڑگئی) اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے محمد بن ابی بکر کوما مور فرمایا کہ اپنی بہن عائشہ کے لئے جاکر ایک خیمہ نصب کرو اور ان کی دلجوئی کرو اور ان سے پوچھو کہ جنگ میں کوئی تیر یا زخم لگا ہے کہ نہیں؟

۲۵_ سورۂ طہ آیت ۹۰

۲۶_ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۸۹

محمد ابن ابی بکر حکم پاتے ہی اپنی بہن کے پاس ائے اور سر کو ہودج میں ڈالا

عائشہ نے پوچھا تم کون ہو_؟

میں ہوں محمد_ تمہارا قریبی رشتہ دار لیکن تمھارا خاندانی سخت ترین دشمن

عائشہ نے کہا_ تم خشعمیہ عورت کے فرزند ہو؟

محمد نے کہاہاں

عائشہ نے کہا_ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوجائیں_ خدا کا شکر ہے کہ اس جنگ میں تمہاری جان سلامت رہی_

مسعودی کہتا ہے:

عائشہ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟تو محمد نے جواب دیا کہ میں محمد ہوں_وہ محمد جو تمھارا قریب ترین رشتہ دار ہے لیکن تمھارا بد ترین دشمن اس کے بعد کہا اے عائشہ امیرالمومنین حضرت علی تمہارا حال پوچھ رہے ہیں اور دلجوئي کے طور پر پوچھا ہے کہ اس جنگ میں تمھیں کوئي زخم تو نہیں لگا ہے؟

عائشہ نے کہا کہ اس جنگ میں صرف ایک تیر مجھے لگا اور وہ بھی کاری اور موثر نہیں_

حضرت علی نے عائشہ سے گفتگو کی

محمد ابن ابی بکر کے بعد حضرت علی عائشہ کے خیمہ کی طرف چلے اور ھودج کے سامنے پہنچ کر اس عصا سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا ھودج کی طرف اشارہ کر کے فرمایا

اے حمیرا کیا رسول خدا (ص) نے اس فتنہ انگیزی اور مسلمانوں کا خون بہانے کا حکم دیا تھا؟

کیا ایسا نہیں ہے کہ تمہارے شوہر رسول خدا (ص) نے حکم نہیں دیا تھا کہ اپنے گھر سے باہر نہ نکلنا؟

اے عائشہ جو لوگ تمہیں یہاں تک لائے ہیں انھوں نے رسول خدا(ص) کے ساتھ بڑی ناانصافی کی ہے کہ اپنی عورتوں کو تو گھر میں بٹھا رکھا ہے لیکن تیرے جیسی زوجہ رسول کو جو اسلام کی خاتون اول ہے میدان جنگ میں گھسیٹ لائے ہیں_

اس موقع پر طبری کا بیان ہے :

محمد ابن ابی بکر نے اپنی بہن عائشہ کو لشکر سے علحدہ ایک خیمہ لگایا_ حضرت علی علیہ السلام اس خیمہ کی پشت پر ائے اور عائشہ سے کچھ باتیں کی_ منجملہ ان کے_یہ بھی فرمایا اے عائشہ تم نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا کہ مجھ سے جنگ پر امادہ ہوگئے_ اور انھیں ہیجان میں لاکر میری دشمنی ان کے دلوں میں ڈال دی کہ وہ خونریزی اور ھنگامہ پر امادہ ہوگئے_

حضرت علی علیہ السلام کی باتوں پر عائشہ بالکل خاموش رہیں اور کوئي جواب نہیںدیا صرف اتنا کہا کہ یا علی اب جبکہ تم نے میرے اوپر قابو پالیا ہے_ اب تو تم صاحب اختیار ہو معاف کردینا بہتر ہے_

عمار نے عائشہ سے بات کي

طبری اور ابن اثیر کہتے ہیںکہ جنگ ختم ہونے کے بعد عمار نے عائشہ سے ملاقات کی_

عمار نے کہا اے عائشہ تم حکم خدا سے کتنی دور ہو گئي ہو رسول خدا (ص) سے تم نے عہد کیا تھا کہ گھر میں بیٹھو گی اور تم نے مخالفت میں میدان جنگ کا راستہ اختیار کیا کہاں گوشہء خانہ اور کہاں میدان جنگ ؟ ؟

عائشہ نے کہا_ کیا تم ابو یقظان ہو ، تم تو مجھ سے بہت سختی اور صفائي سے باتیں کر رہے ہو

عمار نے کہا ہاں

عائشہ نے کہا_ خدا کی قسم جب سے تم پہچانے گئے ہو تم نے کبھی حق کے سوا کوئي بات نہیں کی عمار نے کہا_ اس خدا کا شکر ہے کہ جس نے تمھاری زبان پر میرے بارے میں کلمہ حق جاری کیا_

فتح کے بعد معافي

عام معافي

حضرت علی علیہ السلام کی فوج کامیاب ہوگئي اور دشمن کی فوج پر پورا قابو حاصل کرلیا_ دشمن کی فوج کی ہریمت وفرار کا راستہ اختیار کیا_ اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے وہی حکم دیا جو جنگ سے پہلے اپنے سپاہیوں کو پہنچایا تھا_ دوسری بار بھی وہی متن پڑھ کر سنایا آپ کے نمائندہ نے میدان جنگ میں بلند اواز سے لوگوں کو اس اعلانیہ کا متن پڑھ کر سنایا_

اے لوگو دشمن کے کسی زخمی کو قتل نہ کرو بھاگنے والوں کا پیچھا نہ کرو، شرمندہ لوگوں کی سرزنش نہ کرو_ دشمن کا کوئي فرد اگر جنگی ہتھیار پھینک دے تو وہ امان میں ہے اسے ہرگز تکلیف نہ پہنچاو جو شخص اپنے گھر میں داخل ہوکر دروازہ بند کرلے اس کا خون اور جان محفوظ ہے اسے اذیت مت دو_

اس موقع پر حضرت علی علیہ السلام نے حکم دیا جو اگرچہ جملہ بہت مختصر ہے لیکن بہت جامع اور جذباتی ہے، اپنے سب کو سناتے ہوئے اعلان فرمایا کہ تمام دشمن کے سپاہی چاہے وہ سیاہ ہوئیا سفید چھوٹے ہوں یا بڑے عورت ہوں یا مرد سبھی کو امان دی جاتی ہے_ کسی کو ان سے تعرض کا حق نہیں (ثم امن الاحمر ولاسود)

حضرت علی علیہ السلام نے اس مختصر جملہ میں سب کو ازاد فرمایا اور تمام دشمن کے افراد کو عام معافی دیدی اور آپ کی کرامت کا تقاضا بھی یہی تھا صاحب کنزالعمال کہتے ہیں کہ جنگ ختم ہونے کے بعد بھی وہی جنگ سے پہلے والا فرمان دوبارہ پڑھ کر سنایا گیا لیکن اس بار چند جملہ کا اضافہ کیا گیا_

اے لوگو دشمن کے ناموس واموال تم پر حلال نہیں ہیں تمہیں چاہئےہ صرف جنگی ہتھیار ہی لو اور میدان جنگ میں جو مال لے ائے ہیں انھیں کو حاصل کرو بقیہ سارا مال مقتولوں کے پسماندگان کے لئے چھوڑ دو جو شخص میدان جنگ سے بھاگ گیا ہے اسکو قیدی نہ بنائو انکی دولت کو مال غنیمت سمجھ کر مت لوٹو_ ان کے مال کو حکم قرانی کے مطابق وارثوں میں تقسیم ہونا چاہیے_ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اپنے سپاہیوں کے سامنے اعلان فرمایا کہا اس جنگ

میں جو عورتیں اپنے شوہر سے محروم ہوئي ہیں تم ان سے شادی نہ کرو جب تک وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح چار ماہ دس دن کا عدہ وفات پورا نہ کر لیں اس کے بعد تم انھیں عقد میں لے سکتے ہو_

حضرت علی علیہ السلام کا منشاء اس ارشاد سے یہ تھا اس جنگ کے بعد دشمنوں کے ساتھ دوسرے مسلمانوں کا سا برتاو کرنا چاہیے_ ہاں _یہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی نظر میں کافروں اور مشرکوں سے الگ تھے ان پر کفار کا حکم لاگو نہیں ہوا تھا_

اعتراض اور علی علیہ السلام کا جواب

حضرت علی علیہ السلام نے دشمن کی فوج کے بارے میں جو روش اپنائي تھی اس پر خود آپ ہی کے لشکر میں اعتراض ہونے لگا_ وہ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی بارگاہ میں اکر اس طرح اعتراض کرنے لگے_

یا علی اپ نے کل ان لوگونکا خون ہمارے لئے حلال قرار دیا تھا_ اور آپ ہی آج ان لوگوں کا مال ہمارے لئے حرام قرار دے رہے ہیں ؟

حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا :

اہل قبلہ اور جو لوگ زبان سے اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں،اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہیں ان کے بارے میں اسلام کا حکم وہی ہے جسے میں نے نافذ کیا ہے_

لیکن اکثر معترضین امام کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوئے انھوں نے اپنی مخالفت جاری رکھی ، حضرت علی علیہ السلام نے انھیں مطمئن کرنے کے لئے فرمایا_

اے لوگو اب جب کہ تم لوگ اصرار کے ساتھ کہہ رہے ہو کہ ان لوگو نکے ساتھ بھی کفار و مشرکین کا سا برتاو کرنا چاہیئے_ تو اب او سب سے پہلے ام المومنین عائشه کے بارے میں قرعہ ڈالا جائے کیونکہ وہی اس لشکر کی قیادت کر رہی تھیں_ جس کے نام بھی قرعہ پڑ جائے وہ انہیں کفار کی عورتوں کی طرح اپنی کنیز بنالے_

یہ سن کر تمام معترضین کو حضرت علی علیہ السلام کے اس برتاو کا راز سمجھ میں ایا اور وہ اپنے اعتراض پر نادم وشرمندہ ہوئے_ اس طرح حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں کو ایک وجدانی دلیل سے خاموش کیا لیکن اس مطلب کو پوری طرح واضح کرنے کے لئے آپ نے ایک دوسری دلیل بھی پیش کی اور فرمایا:

چونکہ عائشہ کے فوجی بظاہر خدا پرست ہیں_ وحدانیت خدا کی گواہی دیتے ہیں_ ان کے اسی عقیدہ کے مطابق کہ وہ زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں میں ان پر احسان کر رہا ہوں اور ایک توحید پرست مسلمان کی طرح برتاو کر کے ان کے فرزندوں کو ان کے مقتول باپ کا وارث بنا رہا ہوں_

صاحب کنز العمال نے یہ داستان اس طرح لکھی ہے کہ:

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لشکر میں خطبہ دیا اسی درمیان عمار یاسر نے کھڑے ہو کر کہا:

اے امیر المومنین لوگ دشمن کے مال و دولت کے بارے میں آپ پر اعتراض کر رہے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے جس سے بھی جنگ کی جس قوم و ملت پر فتحمند ہوئے تو ہم نے ان کا مال غنیمت کی طرح حاصل کیا اور ان کے بیوی بچوں کو قیدی بنایا(۲۷)

اس سے پہلے کہ حضرت علی علیہ السلام عمار یاسر کا جواب دیں آپ کے لشکر سے ایک شخص عباد ابن قیس نام کا جو بکر ابن وائل کے خاندان سے تھا اور بہت تیز طرار اور خوش بیان تھا_ اپنی جگہ سے کھڑا ہو کر حضرت علی علیہ السلام سے بولا_

اے امیر المومنین خدا کی قسم آپ نے بصرہ والوں کے مال غنیمت کی تقسیم میں آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ انصاف و مساوات کی رعآیت نہیں کی

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا_ تجھ پر افسوس ہے_ میں نے تمہارے بارے میں مساوات و عدالت کی کیسے رعآیت نہیں کی؟

اس شخص نے کہا: جب آپ نے بصرہ والوں کے کسی مال و دولت کو جسے وہ میدان جنگ میں لائے تھے اس کے علاوہ سارے مال کو ہم لوگوں پر حرام قرار دیا ان کی عورتوں کی اسیری کو بھی حرام کر دیا اور ان کے بیٹوں کو غلام بنانے سے بھی

۲۷_ جاہلی عہد کا طریقہ یہی تھا_ ابو بکر نے بھی یہی روش اپنائي تھی جن لوگوں نے انکی بیعت سے سرتابی کی تھی انکے ساتھ بھی جاہلی عہد کا سا سلوک کیا تھا_ ملاحظہ ہو کتاب عبداللہ بن سبا_ اس طرح جن لوگوں نے ابو بکر کو زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا ان سے جنگ کی اور ان سے کفار مشرکین کا سا برتاو کیا_ ان کا مال لشکر والوں میں تقسیم کیا_ اسی وجہ سے جنگ جمل میں لشکر والوں کو اشتباہ ہوا جس کی وجہ سے انھوں نے حضرت علی کے اسلامی و انسانی برتاو پر اعتراض کیا_

ہمیں منع کردیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے ان تمام اعتراض کرنے والوں کو مطمئن کرنے کے لئے اس مرد بکری سے خطاب فرماتے ہوئے کہا:

اے بنی بکر کے بھائی کیا تم اسلامی قانون نہیں جانتے ہو۔ کیا یہ نہیں جانتے کہ باپ کے جرم کی وجہ سے ان کے بے گناہ چھوٹے بچوں سے مواخذہ کرنا اسلامی نقطہ نگاہ سے جائزنہیں ہے، صرف اس بہانے سے کہ ان کے باپ نے ہم سے جنگ کی ہے ہمیں ان کے بچوں کو قیدی بنانا اور عورتون کو کنیز بنانا جائز نہیں ہے لیکن یہ جو دشمن کی عورتوں اور مال کا معاملہ ہے، یہ لوگ صرف وہی دولت جو جنگ کے موقع اپنے پاس رکھے ہوئے تھے۔ اور مسلمان بھی ہیں ہم سے بر سر جنگ ہیں۔

ان کی عورتوں کا نکاح اسلامی حکم کے لحاظ سے ہوا تھا ان کے بیٹے فطرت اسلام پر پیدا ہوئے تھے ان خصوصیات کے پیش نظر جن کی میں نے وضاحت کی ہے ان کی عورتوں بچوں اور دولت کے بارے میں اسلام کا حکم وہی ہے جسے میں نے بیان کیا ہے ۔

تمہیں صرف اتنی اجازت ہے کہ یہ لوگ جتنا مال میدان جنگ میں لائے تھے اور تم نے اپنی چھاونی سے انھیں لوٹا ہے انھیں کو غنیمت کے طور پر لے لو اور اسی پر اکتفاء کرو، اس مال کے علاوہ بقیہ جتنی دولت ہے وہ ان کے بیٹوں کی وراثت ہے اگر کوئی شخص ہم سے جنگ اور مخالفت کے لئے نکلے تو اکیلے اسی کو ہم سزا دینگے اور اس کا گناہ دوسرے کے ذمہ ہرگز نہیں لادیں گے، یہاں تک کہ ان کے بچوں کو بھی باپ کے کرتوت کی سزانہیں دی جائے گی۔

اے بنی بکر کے بھائی میں رسول خدا(ص) کی جگہ پر ہونۓ بصرہ والے میرے خلاف بغاوت پر امادہ ہیں انہوں نے اپنے بھائیوں کا خون بہایا میں نے ان کے ساتھ وہی سلوک کیا ہے جو رسول خدا (ص) نے فتح مکہ کے موقع پر لوگوں کے ساتھ سلوک کیا تھا آپ نے مکہ والوں کا صرف وہی مال لیا جو ساتھ لیکر ائے تھے بقیہ انھیں کے حوالہ کردیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے مزید فرمایا: اے بکری بھائی کیا تو نہیں جانتا کہ دار الحرب یعنی کافرونکا شہر اور دار الہجرت یعنی مسلمانوں کا شہر ان دونوں کے درمیان اسلامی قانون میں فرق ہے کیونکہ دار الحرب کا ہر مال جو کفار سے حاصل ہو پورے طور سے مسلمانوں کا ہے لیکن جنگ کے موقع پر دار الہجرت کا مال صرف وہی مسلمانوں کا ہوگا کہ جو جنگ

کے موقع پر ساتھ لائے ہیں کیونکہ زبان سے وہ کلمہ توحید پڑھتے ہیں۔

اللہ تم لوگوں پر رحم کرے۔ خاموش رہو اور عائشہ کے لشکر والوں کی اسیری پر اصرار نہ کرو ورنہ پھر میرے ایک سوال کا جواب دیدو کہ تم میں کون ایسا ہے کہ جنگی اسیروں کی تقسیم کے وقت عائشہ کو کنیزی کے طور پر اپنے حصہ میں لے کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو عائشہ کو کنیز بنا کر اپنے گھر لے جائے۔

حضرت علی علیہ السلام کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ آپ کے لشکر میں شور مچ گیا چاروں طرف سے اوازیں انے لگیں یا علی ہم میں سے کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا رسول خدا(ص) کی نسبت ایسی گستاخی ہم سے نہیں ہو سکتی کہ ان کی زوجہ کو اپنی کنیز بنائیں اس کے بعد انھوں نے کہا۔ یا علی آپ اپنے عمل میں حق کے راستہ پر ہیں۔ ہم نے اعتراض کر کے سخت غلطی کی ہم نے دھوکا کھایا۔ یا علی آپ کا عمل علم و دانش کی روش میں تھا ہمارا اعتراض جہالت ونادانی تھی۔ اب ہم اپنے گناہ سے توبہ کرتے ہیں اور اپنے اعتراض پر نادم وپشیمان ہیں۔ خداوندے عالم آپ کے وسیلہ سے ہمیں ہدآیت و رہبری عطا کرے۔

عمار یاسر دوسری بار کھڑے ہوئے اور لشکر سے خطاب فرمایا:

اے لوگو علی کی پیروی کرو۔ ان کے احکام بجالائو خدا کی قسم وہ سیرت رسول(ص) پر عمل کرتے ہیں اور انکی سنت سے ہر گز انحراف نہیں کرتے علی وہی راہ اپناتے ہیں جس راہ پر رسول خدا (ص) نے مسلمانوں کو چلایا تھا انکی مثال ویسی ہی ہے جیسی موسی کے سامنے ہارون کی تھی۔ ہارون حضرت موسی کے جانشین تھے، بس فرق یہ ہے کہ رسول (ص) کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا اور یہ فضیلت وبزرگی حضرت علی علیہ السلام سے مخصوص ہے۔

عمار یاسر کی بات ابھی یہیں تک پہنچی تھی کہ حضرت علی علیہ السلام نے دوبارہ لوگوں سے خطاب فرمایا:

جو کچھ میں تم سے کہتا ہوں اسے مانو اور میرے حکم کو نافذ کرو کیونکہ اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو گے تو انشا اراہ مستقیم اور سعادت ابدی پا جائو گے، اگرچہ اس راستہ میں سختیاں ہیں اور ناکامیاں و تلخیاں ہیں۔

اب رہ گئیں عائشہ تو انکا عقیدہ اور باطنی نظریہ میرے بارے میں دشمنی سے بھرپور ہے اسلئے وہ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں ایسی اذیت وہ کسی کے لئے بھی جائز نہیں سمجھیں گی لیکن اسکے باوجود وہ میری نظر میں سابق کی طرح محترم ہیں۔ ان کے کرتوتوں کو میں اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ خدا ہی ہر شخص کو اس کے گناہوں کی سزا دے گا

یا اسے معاف کردیگا۔

ابھی امام کی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ لوگوں کی اوازیں انے لگیں ہاں صحیح ہے جو لوگ اعتراض کر رہے تھے وہ اب نادم و پشیمان ہیں۔ان لوگوں نے ایک سخت کشمکش کے بعدامام کے ارشادات کی تصدیق و تائیدکی اور ان کے حکم پر سر جھکا دیا۔ واضح طور پر اعلان کیاکہ ہم غلطی پر تھے یا واضح طور سے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ انھوں نے معذرت کرتے ہوئے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا۔

اے امیرالمومنین خدا کی قسم آپ نے فوج دشمن کا مال تقسیم کرنے کے سلسلے میں حکم خدا کے مطابق عمل کیا لیکن ہم نے جہالت ونادانی کی روش اپنائي اور آپ کی عدالت پر اعتراض کیا،ابن لساف حضرت علی علیہ السلام کے فوج کا ایک بہت تیز طرار اور جیالا شخص تھا۔ اس نے اس سارے واقعے کو نو شعروں میں نظم کیا ہے۔

ان رایا را یتموه سفاها ----لحظاالایرادوالاصدار

لیس زوج النبی تقسیم فیئا ---ذاکزیغ القلوب والابصار

فاقبلوا الیوم مایقول علی ---لاتناجوابالاثم فی الاسرار

لیس ماضمت البیوت بفي ---انما الفي ماتضم الاوار

من کراع فی عسکروسلاح ---ومتاع یبیع ایدی التجار

لیس فی الحق قسم ذات نطاق ---لاولااخذکم ذات خمار

ذاك فیئکم خذوه وقولوا ---قد رضینالاخیرفی ا لاکثار

انها امکم وان عظم الخط ---ب وجائت بزلة وعثار

فلهاحرمته النبی وحقا ---علینامن سترها و وقار

اے لوگو تم نے جو بصرہ والوں کے بارے ینڑائے ظاہر کی ہے وہ جہالت و نادانی کی بات تھی ، وہ غلط نظریہ تھا ، کیونکہ رسول کی زوجہ مال غنیمت کے طور پر حاصل نہیں کی جاسکتی نہ وہ کنیزی میں لی جاسکتی ہیں ، کیونکہ یہ عمل وجدان کے اعتبار سے کوتاہ نظری اور فکری انحراف ہے اس لئۓ آج جو کچھ حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرمارہے ہیں اس کومان لواور اپنی بیجا باتیںاور لچر اعتراضات اور سرگوشیاں ختم کردو حضرت علی کے فرمان کے مطابق عمل کرو جو مال و دولت

مقتولوں کے گھر میں ہے اسے مت لوٹو اور اسپر تصرف مت کروبس وہ جنگی ہتھیار، کپڑے، اور گھوڑے جو میدان جنگ میں لائے تھے انھیں کومال غنیمت کے طور پر لے لواور وہ تمھارے اوپر حلال ہے مختصر یہ کہ جو کچھ دشمنوں کی دولت تمھارے لئے حضرت علی جائز سمجھیں وہ تمھارا حق ہے تمھیں اس پر مطمئن ہو جانا چاہیئے۔

اے لوگو عائشہ تمھاری ماں ہیں اگر چہ ان کا جرم بہت بڑا اور لغزش زبردست ہے وہ رسول خدا(ص) کی خاطر سے محترم ہیںٰہم پر ان کا احترام لازم ہے ہمیں ان کی ابرو اور حیثیت کو محفوظ رکھنا چاہیئے [۲۸]۔

حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ وزبیر سے کیوں جنگ کی ؟

جیسے ہی ابن یساف نے اشعار پڑھے حضرت علی کے لشکر سے ایک دوسرا شخص بولا .... اے امیرالمومنین، آپ نے طلحہ وزبیر سے کیوں جنگ کی ؟ اس کی وجہ کیا تھی ؟

حضرت علی علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں نے طلحہ و زبیر سے اس لئے جنگ کی کہ انھوں نے میری بیعت توڑدی تھی اور انھوں نے بے گناہ اور پاک نفس لوگوں کو قتل کیا، انھوں نے حکیم بن جبلہ کا ناحق خون بہایا، بیت المال کو لوٹا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بے گناہ لوگونکا ظلم وتعدی سے خون بہایا جائے اور امام و پیشوا ان کا دفاع نہ کرے ؟

جو سلوک میں نے طلحہ و زبیر کے ساتھ کیا ہے یہ مجھ ہی سے مخصوص نہیںہے کیونکہ اگر انھوں نے ابو بکر و عمر کی بھی بیعت شکنی کی ہوتی اور لوگوں کا ناحق خون بہایا ہوتاتو وہ بھی دفاع کرتے اور ان سے جنگ کرتے۔

اے لوگو یہ تمہارے درمیان اصحاب رسول خدا ہیں جو میری باتوںکی گواہی دیں گے کہ جو شخص بھی ابوبکر و عمر کی بیعت سے سرتابی کرتاوہ لوگ انھیں تلوار سے سرزنش کرتے اور اپنی بیعت میںواپس لاتے اور دوبارہ حکومت کی پیروی پر مجبور کرتے، جیسا کہ خلیفہ اول کی بیعت کے وقت انصار نے ان کی بیعت سے انکار کیاتوانھوں نے سختی کی اورانصار کو مجبور کیا کہ وہ ان کی بیعت کریں۔ حالانکہ انصار کی بیعت راضی خوشی سے نہیں تھی لیکن اس کے باوجود بیعت کا احترام کیا گیا اور اس پر اخر تک باقی رہاگیا لیکن میں کیا کروں؟ کہ طلحہ و زبیر نے رضا مندی اور پوری ازادی کے

۲۸۔ تاریخ یعقوبی، کنزالعمال، شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، میں ان تفصیلات کو دیکھا جا سکتا ہے۔

ساتھ میری بیعت کی لیکن دیر نہیں گزری کہ انھوں نے اپنا عہد وپیمان توڑ دیا ان
کے دل میں بصرہ و یمن کی گورنری کی لالچ بھری ارزو تھی لیکن چونکہ میں نے ان کے اندر حرص ولالچ دیکھی اس لئے حکومت بصرہ و یمن نہیں دی_دوسرے یہ کہ انھیں مال و دولت حاصل کرنے کی ہوس تھی_ انھوں نے مسلمانوں کے مال ودولت پر اپنی انکھیں جمادی تھیں وہ مسلمانوں کو اپنا غلام عورتوں کو کنیز بنانا چاہتے تھے ان کی دولت کو مال غنیمت سمجھ کے لوٹنا چاہتے تھے یہ تمام باتیں میرے مشاہدہ میں ائیں تو میں اس پر مجبور ہو گیا کہ ان سے جنگ کرکے ان کے ہاتھو ّنمسلمانوں کے جان ومال کی طرف بڑھنے نہ دوں، مسلمانوںکو ان کے شر و فساد سے مطمئن کروں_

اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ والونکی طرف رخ کیا اور ان کی کرتوتوں پر سرزنش فرماتے ہوئے کہا :
بصرہ والوں تم ایک بے منھ کے جانور کے سپاہی ہو_ اس نے شور مچایا تو سخت طریقہ سے حملہ اور ہو گئے ،جس وقت وہ جانور قتل ہو گیا زمین پر لوٹنے لگا تو اسے چھوڑ کر فرار ہو گئے بصرہ والو تم بڑے بد اخلاق اور عہد شکن ہو_ تمہارا برتاو نفاق سے بھرپور ہے یہ تمہاری سیرت میں داخل ہے اور اس پر ہمیشہ باقی رہو گے_ تم ایسے لوگ ہو کہ جو شخص بھی تمہارے درمیان زندگی بسر کرے وہ گناہوں اور غلطیو ّنمیںمبتلا ہو جائے_جو تمہارا ماحول چھوڑ کر الگ ہو جائے اس پر رحمت خدا کی بارش ہو_

عائشہ ، مدینہ واپس ہوئیں

جنگ ختم ہو گئي عام معافی کا اعلان کردیا گیا_ اور جنگ کے درمیان جو دشمن کا مال غنیمت ہاتھ ایا تھا حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں تقسیم کردیا گیا_ گومگو کی کیفیت ختم ہو گئي_ پانی کا سیلان بھر گیا ،بھانت بھانت کی اوازیں خاموش ہو گئیں_ حالات معمول پر اگئے ،اس وقت حضرت علی علیہ السلام نے اپنے چچیرے بھائي عبداللہ بن عباس کو اپنے پاس بلوا کر فرمایا_ اے عبداللہ_ تم عائشہ کے پاس جاکر انھیں اپنے شہر واپس جانے کے لئے راضی کرو_

ابن عباس کا بیان ہے کہ: میں عائشہ کے پاس گیا اور ملاقات کی اجازت طلب کی تاکہ حضرت علی علیہ السلام کا پیغام پہنچاوں_ انھوں نے مجھے اجازت نہیں دی، میں بغیر اجازت ہی خیمہ کے اندر داخل ہو گیا پاس میں رکھے گاو تکیہ کو اٹھا کر دبایا اور انھیں کے سامنے بیٹھ گیا عائشہ نے کہا اے ابن عباس خدا کی قسم میں نے تم سے زیادہ حکم رسول کو نظر انداز کرنے والا نہیں دیکھا_ تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں چلے ائے اور میری اجازت کے بغیر میرے فرش پر بیٹھ گئے ؟

ایک دوسری روآیت ہے کہ عائشہ نے ابن عباس سے کہا_ تم نے دو غلطیاں کر کے حکم رسول کی مخالفت کی_ کیونکہ سب سے پہلے تم میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہوئے دوسرے میری اجازت کے بغیر میرے فرش پر بیٹھے_

ابن عباس نے کہا: تم نے احکام ہم ہی سے سیکھے اور اب ہم ہی کو یاد دلا رہی ہو، یہ دیکھو حضرت علی علیہ السلام تمھیں حکم دے رہے ہیں کہ اپنے شہر واپس جاو_

عائشہ نے کہا_ خدا عمر پر رحمت نازل کرے کہ وہ امیر المومنین تھے

ابن عباس نے کہا: ہاں_ اب حضرت علی امیر المومنین ہیں

عائشہ نے کہا: نہیں، نہیں، میں انھیں ہرگز امیر المومنین نہیں جان سکتی ان کے حکم سے واپس جانے پر تیار نہیں ہوں_

ابن عباس نے کہا_ اے عائشہ وہ زمانہ بیت گیا_ تمھاری تقرری اور برخاستگی کا تیا پانچہ ہو گیا_ آج تمھاری رائے اور بات کا کوئی اثر نہیں ہے_ تمھاری موافقت و مخالفت برابر ہے_

ابن عباس کا بیان ہے کہ: میری بات یہیں تک پہنچی تھی کہ عائشہ پر گریہ طاری ہو گیا، اس قدر شدید گریہ کہ دہاڑ مار کر رونے لگیں، ان کی ہچکیاں سن رہا تھا(۲۹)

۲۹_ عقد الفرید ج۴ ص ۳۲۸، شرح نہج البلاغہ ج۲ ص ۸۲، تاریخ اعثم کوفی ص ۱۸۱، تاریخ یعقوبی ج۲ ص ۲۱۲، مروج الذہب ج۵ ص ۱۹۷

پھر انھوں نے کہا: اے عبداللہ ٹھیک ہے، میں اپنے شہر وآپس جاونگی، میں نہیں چاہتی کہ اس شہر میں رہوں جہاں تم دونوں ہو_(ان ابغض البلدان الی بلد انتم فیه)

ابن عباس نے کہا: اے عائشہ خداکی قسم ہم بنی ہاشم کی نیکی کابدلہ یہ نہیں تھا کہ ہمارے خلاف بغاوت کرو_ ہماری مخالفت کاراستہ اپناو_ ہم ہی تھے کہ تمہیں ام المومنین بنایا، ہم نے تمھارے باپ کو صدیق امت بنایا_

عائشہ نے کہا: عبداللہ تم رسول خد(ص) اکو ہم سے اپنی طرف گھسیٹ رہے ہو ان کے نام سے میرے اوپر فخرجتا رہے ہو_

ابن عباس نے کہا: ہاں ہم ایسے خاندان کی فردہیں کہ اگر تم بھی اس خاندان سے ہوتی تو میری طرح فخر ومباہات کرتی_

ابن عباس کابیان ہے کہ: عائشہ سے گفتگو کے بعدوآپس حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، ساری باتیں دہرائیں_آپ نے میری پیشانی پر بوسہ دیکر فرمایا:

ان خانوادے پر صلوات جو گویائي اور حاضرجوابی میں ہماری طرح ہیں (بابی ذریة بعضها من بعض)

اعثم کوفی نے فتوح البلدان میں نقل کیا ہے کہ:

جنگ ختم ہونے کے بعد حضرت علی علیہ السلام رسول خدا(ص) کے مخصوص خچر دلدل پرسوار ہوکربصرہ میں اس گھرکی طرف چلے جہاں عائشہ عارضی طور سے ٹھہری ہوئي تھیں، اجازت لینے کے بعدگھر میں داخل ہوئے امیرالمومنین نے دیکھاکہ عائشہ کچھ بصرہ کی عورتوں کے ساتھ گریہ وزاری کر رہی ہیں، اس وقت حارث ثقفی کی بیٹی صفیہ اوردوسری عورتوں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھ کر کہا:

یا علی آپ نے ہمارے رشتہ داروںاور دوستوں کو قتل کیا ہماری جمیعت کو درہم برہم کیا، خدا تمہارے بھی بچوں کو یتیم کرے جیسے تم نے عبداللہ خلف کو یتیم کر کے باپ کی موت پر اس کی انکھیں اشکبار کی ہیں_

حضرت علی علیہ السلام نے صفیہ کوپہچان کر فرمایا:

اے صفیہ میں تمہیں اس دشمنی اورعنادپر تجھے ملامت نہیں کرونگاکیونکہ میں نے ہی جنگ بدر میں تیرے داداکو اور جنگ احد میں تیرے چچاکو قتل کیا ہے_ اور اب تیرے شوہر کو موت کے گھاٹ اتاراہے اور اگر میں رشتہ داروں اور عزیزونکا قاتل ہوتاتو اس وقت اس گھر جو لوگ چھپے ہوئے ہیں انھیں بھی قتل کرڈالتا

اسکے بعد امیر المومنین نے عائشہ سے فرمایا :
اے عائشہ اپنی کتیوں کو یہاں سے بھگاتی کیوںنہیں ہو ؟
عائشہ سن لو کہ اگر میں لوگوں کی سلامتی نہیں چاہتا تو ابھی اس گھر میں چھپے ہوئے لوگوں کو گھر سے نکالتا اور ایک ایک کی گردن مار دیتا _

اعثم کوفی کا بیان ہے کہ :
یہ سنتے ہی عائشہ اور تمام عورتوں نے چپ سادھ لی ان سب کی بولتی بند ہو گئی _
اس کے بعد امیر امومنین نے عائشہ کو مخاطب کر کے سر زنش کی _
اے عائشہ _ خدا نے تمہیں حکم دیا تھا کہ اپنے گھر میں نچلی بیٹھی رہو غیروں سے پردہ کرو ، لیکن تم نے حکم خدا کی مخالفت کی _ اپنا ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگ لیا ، لوگونکو میرے خلاف بھڑکایا اور ظالمانہ طریقہ سے عظیم جنگ کھڑی کردی _ حالانکہ تم اور تمھارے خاندان نے ہمارے ذریعہ سے عزت و شرف حاصل کیا ہمارے ہی خاندان کے وسیلہ سے تم ام المومنین بن گئی ہو _
عائشہ اب تمہیں چلنے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے _ تم اسی گھر میں جاکر رہو جہاں تمہیں رسول خدا (ص) نے بٹھایا تھا _ وہاںتم زندگی کی اخری سانسوں تک رہو _
حضرت علی علیہ السلام اتنا فرما کر وہاں سے چلے ائے _
اعثم کوفی کا بیان ہے کہ : اسی کے دوسرے دن حضرت علی علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن مجتبی کو عائشہ کے پاس بھیجا ، امام حسن نے عائشہ سے کہا میرے بابا امیر المومنین فرماتے ہیں کہ :
اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا ، اس خدا کی قسم جس نے انسانوں کو پیدا کیا کہ اگر تم نے اسی وقت مدینہ کے لئے کوچ نہیں کیا تو اس بارے میں جسے تم خود جانتی ہو انجام دے دونگا جیسے ہی یہ پیغام عائشہ نے سنا فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں اور کوچ کی تیاری کرنے لگیں _
ایک عورت نے جب اس عجلت کو دیکھا تو سوال کیا کہ اے ام المومنین عبداللہ ابن عباس آپ کے پاس ائے اور آپ سے مدینہ جانے کو کہا لیکن آپ نے انکی بات نہ مانی ، بلکہ تم نے تو ان کا کلّہ بہ کلّہ جواب دیا _
ابن عباس تمہارے پاس سے خفا ہو کر چلے گئے ان کے بعد حضرت علی علیہ السلام ائے اور تمہارے اندر ذرا بھی بے چینی نہیں

دیکھی گئي لیکن جیسے ہی یہ جوان تمھارے سامنے ایا اور باپ کا پیغام پہنچایا تمہارے انداز میں عجیب اضطراب اور بے چینی پیدا ہو گئي اور اسکی بات کو تم نے فوراً قبول کر لیا ؟

عائشہ نے جواب دیا _ ہاں _ میرا اضطراب اسلئے تھا کہ یہ جوان رسول خدا (ص) کی یادگار اور ان کا فرزند ہے رسول کے اوصاف کا نمونہ ہے ، اسے دیکھتے ہی مجھے رسول خدا (ص) کا سراپا یاد اگیا ، جسے بھی رسول خدا کا سراپا دیکھنا ہو وہ اس جوان کو دیکھ لے _ دوسری طرف یہ بھی کہ یہ جوان اپنے باپ کا وہ پیغام لایا تھا جسے سن کر میں خوف زدہ ہو گئي اور کوچ کرنے پر مجبور ہو گئي _

اس عورت نے اخری بات سنکر کریدنے کے لئے پوچھا

اے عائشہ _ میں آپ کو قسم دیتی ہوں خدائے تعالی کی کہ بتائیے وہ حضرت علی علیه‌السلام کا پیغام کیا تھا جو آپ میں اتنا اثر دیکھا گیا اور آپ اتنا بے چین ہو گئیں ؟

عائشہ نے جواب دیا _ تیرا ناس ہو جائے _ ارے ایک جنگ میں رسول خدا (ص) کو بہت زیادہ مال غنیمت حاصل ہوا تھا _ آپ نے سب کو اپنے اصحاب میں تقسیم کر دیا _ ہم ازواج نے چاہا کہ ہم لوگوں کو بھی اسمیں سے حصہ دیا جائے _ ہم نے اپنے مطالبہ میں بہت اصرار کیا اور بڑی اودھم مچائي ، حضرت علی علیه‌السلام ہماری حرکتوں کو دیکھ کر غصہ میں بھر گئے _ ہمیں سرزنش کرنے لگے ، انھوں نے کہا کہ اب بس بھی کرو _ تم نے رسول خدا (ص) کو بہت زیادہ رنجیدہ خاطر کیا یہ سن کر ہم لوگ علی سے بھی لڑائي بھڑائي پر تن گئے ، انھیں بھی سخت جواب دیا ، حضرت علی علیه‌السلام نے جواب میں یہ آیت پڑھي "عسی ان طلقکن ....[۳۰]"

اگر تمھیں طلاق دیا جائے تو خدا وند عالم تمھاری جگہ تم سے بہتر اور نیک کردار عورتیں انھیں عطا کرے گا ہم نے یہ آیت سن کر سخت غضبناک انداز میں اور بھی سخت جواب دیئے _ اس وقت رسول خدا کے چہرے پر اثار غضب ظاہر ہوئے اپ نے حضرت علی علیه‌السلام کی طرف رخ کر کے فرمایا :

۳۰- سورہ تحریم آیہ ۶۶

اے علی میں اپنی تمام ازواج کے طلاق کا اختیار تمھیں دیتا ہوں_

جسے بھی تم طلاق دے دوگے اس سے میری زوجیت کا رشتہ ختم ہو جائے گا_

رسول خدا(ص) نے اس وکالت کو کسی خاص وقت میں معین نہیں کیا تھا ، یہ اختیار ہمیشہ کے لئے علی کے پاس محفوظ ہے جب بھی وہ چاہیں رسول(ص) کی طرف سے ان کے ازواج کو طلاق دیدیںا ور انکی رسول سے جدائي کردیں ، حضرت علی عليه‌السلام نے جو پیغام بھجوایا تھا اس کا مطلب یہی تھا ، کیونکہ اگر میں جلدی سے کوچ پر امادہ نہ ہو جاتی تو وہ مجھے طلاق دے دیتے_ میری ام المومنین کی حیثیت ختم ہو جاتی (۳۱)

کتاب عقد الفرید کے مولف نے لکھاہے کہ :

اس گفتگو کے بعد جب عائشہ نے مدینہ جانے کا اعلان کردیا_ حضرت علی عليه‌السلام نے تمام وسائل سفر عائشہ کے اختیار میں دیدیئے_

اور انھیں چالیس یا ستّر عورتوں کے ساتھ مدینہ روانہ کردیا_

طبری کا بیان ہے کہ حضرت علی عليه‌السلام نے عائشہ کے لئے بہترین وسائل سفر مھیا کئے ، اور انھیں بارہ ہزار درہم بھی عطا کئے اور انھیں بہت سے عورتوں مردوں کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا جب یہ بارہ ہزار کی رقم عبداللہ بن جعفر (۳۲) کو کم معلوم ہوئي تو دوبارہ ایک معتدبہ رقم عائشہ کو عطا فرمائي_

انھوں نے فرمایا کہ اگر امیر المومنین نے اجازت نہیں دی تو یہ تمام رقم میں اپنے ذمہ لے لونگا_

مسعودی نے بھی عائشہ کی واپسی کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت علی عليه‌السلام نے عبد الرحمن بن ابی بکر کو مامور فرمایا کہ اپنی بہن عائشہ کو بنی عبدقیس اور ہمدان کی شریف عورتوں کے ہمراہ مدینہ پہنچا دیں_

اس واقعہ کو یعقوبی اور ابن اعثم نے بھی اپنی تاریخوں میں لکھاہے فرق صرف یہ ہے کہ انھوں نے عبد الرحمن کانام نہیں لکھاہے (۳۳)

ان کی ماں اسماء بنت عمیس خثعمی تھیں ، ان کے ماں باپ دونوںہی اوائل میں حبشہ ہجرت کی تھی ، وہیں حبشہ میں عبداللہ پیدا ہوئے ، وہ پہلے مسلمان مولودہیں جو حبشہ میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ جعفر کے ساتھ مدینہ واپس ہوئے

۳۱_ ترجمہ فتوح بن اعثم ج۲ ص ۳۳۹_ ۳۴۰

۳۲_ عبداللہ بن جعفر حضرت علی عليه‌السلام کے بھائي جعفر کے صاحبزادے تھے_ قرشی وہاشمی تھے

۳۳_ عقد الفرید ج۴ ص ۳۲۸ ، شرح نہج البلاغہ ج۲ ص ۸۲ ، تاریخ یعقوبی ج۲ ص ۲۱۳ ، مروج الذھب ج۵ ص ۱۹۷

جب ان کے والد کا انتقال ہوا تو انکی ماں اسماء نے ابو بکر سے عقد کر لیا۔ اس طرح عبداللہ اور محمد بن ابی بکر مادری بھائی ہیں ۔جس طرح محمد اور عائشہ پدری بھائی نہیں تھے عبداللہ دس سال کے تھے کہ رسول خدا (ص) نے انتقال فرمایا۔ عبداللہ بڑے کریم حلیم اور عرب کے سخی ترین لوگوں میں تھے مشہور ہے کہ ۸۰ ھ یا ۸۴ھ یا ۸۵ھ میں نوے سال کی عمر میں انتقال کیا، ابان بن عثمان جو مدینہ میں گورنر تھے، انھوں نے آپکی نماز جنازہ پڑھائی۔ (۳۴)

جنگ جمل کے بدترین نتائج

جنگ جمل کے بدترین اثار ونتائج جو کچھ مترتب ہوئے اور بتدریج اس کے عواقب سامنے ائے وہ واقعی حیرت ناک ہیں۔

مورخین نے اس بارے میں لکھا ہے کہ:

جنگ جمل میں دونوں طرف سے اس قدر تیر اندازی ہوئی کہ دونوں کے ترکش خالی ہو گئے، دونوں فریق میں اس قدر نیزونکی ردوبدل ہوئی کہ سپاہیونکے سینے چھلنی ہو گئے۔ دونوں لشکر سے اس قدر افراد زمین پر ڈھیر ہوئے کہ اگر سب لاشونکو میدان میں جمع کر کے گھوڑے دوڑائے جاتے تو کسی گھوڑے کا پاوں زمین پر نہ پڑتا خود ایک شخص جو اس جنگ میں شریک تھا بیان کرتا ہے کہ جنگ جمل کے بعد میں جب بھی بصرہ دار الولید دھوبیوں کے گھاٹ سے گزرتا تھا اور دھوبیوں کے کپڑا پیٹنے کی اواز سنائی دیتی تھی تو مجھے جنگ جمل یاد اجاتی تھی، جس جنگ میں نیزونکی باڑھیوں گونجتی تھی جیسے دھوبی کپڑآپیٹ رہا ہو (۳۵)

ہم نے گزشتہ صفحات میں اس جنگ کے متعلق مورخین کے بیانات نقل کئے ہیں کہ اس دن کس طرح بدنوں سے سر جدا ہو رہے تھے، ہاتھ کٹ رہے تھے، پیٹ پھٹ رہے تھے۔

مصیبت کے ماروں کی تعداد اور اس جنگ میں کٹے ہاتھوں اور پھوٹی انکھوں کی تعداد تصور سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ مقتولوں کی تعداد طبری نے چھ ہزار لکھی ہے، لیکن ابن اعثم نے اپنی تاریخ میں عائشہ کے لشکر کے مقتولوں

۳۴۔ اسد الغابۃ ج ۳۰ ص ۱۳۳، استیعاب ص ۴۲۲

۳۵۔ طبری ج ۵ ص ۲۱۸، عقد الفرید ج ۴ ص ۳۲

کی تعداد نو ہزار لکھی ہے ، اور حضرت علي(ع) کے لشکر سے سات ہزار قتل ہوئے _

ابن عبدربہ عقدالفریدمیں لکھتے ہیں کہ جنگ جمل میں لشکر عائشہ کے بیس ہزار افراد قتل ہوئے اور حضرت علی کے لشکر کے پانچسوافراد قتل ہوئے _

تاریخ یعقوبی میں ہے کہ دونوں طرف کے مقتولوں کی تعداد تیس ہزار سے زیادہ ہے [1]

جی ہاں_ جنگ جمل میں حد سے زیادہ اقتصادي نقصان پہنچا_ جاني اور جسمانی نقصان بھی بہت زیادہ ہوا _ کتنی ہی مائوں نے اپنے جوانوں کے داغ جھیلے _ کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیںاور ڈھیر سارے بچّے یتیم ہوئے _

یہ تمام طمانچے ،نقصانات اور خرابیاں صرف ایک دن میں وارد ہوئیں،ہاں اسی دن جب شورش اور جنگ اسلامی معاشرے پر تھوپا گیا _ ایک محدود اور معین نقطے پر ، لیکن ان نقصانات اور بدترین نتائج کے علاوہ بعد کے ایام میں سالوں بعد اسلامی معاشرے پر اس جنگ کی وجہ سے وارد ہونے والے نقصانات اس سے کہیں زیادہ ہیں جو اسلامی ممالک نے جھیلے، ان کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا _ ہم یہاں کچھ تاریخوں کے تجزیے قارئین کرام کے سامنے پیش کر رہے ہیں_

بعد کے نتائج

ایک جنگ جمل کا تلخ ثمرہ یہ ہوا کہ جنگ صفین کی اگ بھڑک اٹھی _ کیونکہ واقعی بات یہ ہے کہ جنگ صفین اصل میں جنگ جمل کا اختتامیہ اور اسی کا بدترین اثر ہے _ یہ دونوں جنگوں کا باہم مضبوط رشتہ ہے _ جسکی ابتدا میدان بصرہ میں اور انتہامیدان صفین میں ہوئي، اس رشتہ کا سرا عائشہ کے ہاتھ میں نظر اتا ہے ، انھوں نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام کر اخر اخر تک اسے حرکت دیتی رہیں _

کیونکہ عائشہ قبیلہ تیم سے تھیں ان کا عثمان کے خاندان سے کوئي رشتہ نہ تھا _ ان کی بغاوت نے معاویہ کی بغاوت کا راستہ ہموار اور اسان کیا ، انھیں کی وجہ سے معاویہ کو بہانہ ہاتھ ایا، کیونکہ جب عثمان کے غیر خاندان کی عورت

۱_ طبری ج ۵ ص ۲۵ ، عقد الفرید ج ۴ ص ۲۲۴ ، تاریخ اعثم کوفی جمل

خون عثمان کا مطالبہ کر سکتی ہے تو معاویہ بدرجہ اولی اس انتقام کا حق رکھتے ہیں، چنانچہ انھوں نے خون عثمان کو بہانہ بنا کر جنگ صفین کھڑی کر دی_

۲_ انتقام عثمان کا مطالبہ عائشہ اس بات کا سبب بنا کہ معاویہ خلافت کو اپنے خاندان بنی امیہ میں موروثی حیثیت سے قرار دیں کیونکہ خلیفہ مقتول انھیں کے خاندان سے تھے_ انھوں نے خلافت کو اس طرح موروثی قرار دیا کہ کسی دوسرے خاندان میں منتقل ہونا ممکن نہ ہو_

۳_ جنگ جمل برپا ہونے اور ختم ہونے کا سلسلہ جاری رہا بلکہ یہ دونوں جنگیں جمل وصفین ایک دوسرے سے اس قدر پیوست تھیں کہ ایک تیسری جنگ پیدا ہوئي جسے جنگ نہروان کہا جاتا ہے، اس جنگ نے بھی بہت سے مسلمانوںکو خون میں نہلایا_

کیونکہ ان دونو ںجنگوںنے بدباطن لوگوںمیں تنگ نظری اور برے نظریات پیدا کر دیئے ور ایسی کوتاہ فکری پیدا کردی کہ لوگ تشویش و اضطراب کی زد میں اگئے_ الزام وجو ابی الزام کی فضا بن گئي_ عناد کی نظریں ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں اکثر مسلمانوں نے تکفیر کے فتوے ایک دوسرے کو دئے اور ایک دوسرے کا خون مباح سمجھ لیا مسلمانوںمیں امن و اسائشے نام کو نہیں رہ گئي، جنگ و خونریزی کے دروازے کھل گئے جس کا سلسلہ بنی عباس کے عہد تک جاری رہا اس درمیان بے شمار مسلمانوںنے اپنی جان سے ہاتھ دھویا اس تجزئے سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ جمل صرف بصرہ تک ہی محدود نہیں رہی_ جو میدان بصرہ میںمحدود وقت تک برپا رہی بلکہ اس جنگ نے کشش پیدا کی اور اسلامی سرزمین کے زیادہ حصہ میں پھیلتی چلی گئي، بہت سے مسلمانوں کو متاثر کیا اور ایک طویل مدت تک مسلمانوں میں اپنی گونج پیدا کرتی رہی جنگ جمل کے نام سے تو نہیں بلکہ اسکے نام مختلف تھے اور اسکے عنوان الگ تھے_

نظریاتی اختلافات کی پیدائشے

کسی بھی قوم اور معاشرے میں جنگ و خونریزی ہونے سے ہر طرح کے اختلافات اور نظریاتی ٹکرائو کے راستے رد عمل کے طور پر کھل جاتے ہیں نظریاتی تضاد رہن سہن میں اختلافات اور عقیدے میں ٹکرائو کی فضا بن جاتی ہے، فکری اختلاف عملی اختلاف کا باعث بنتا ہے اسکے برعکس عملی اختلاف نظریاتی اختلاف کو جنم دیتا ہے_

جنگ جمل وصفین ونہروان بھی اس قانون طبیعی سے مستثنی نہیں رہے ہر ایک جنگ نے اپنے مخصوص دائرے میں مسلمانوںکے افکار میں اور روح میں بھی اپنے اثرات چھوڑے_ اس جنگ کے بعد لوگ کئي گروہ وعقیدہ اور طرز تفکر میں بٹ گئے_

کچھ تو طرف دار حضرت علی عليه‌السلام ہوئے انھیں علوی گروہ کہا جانے لگا [۲] کچھ لوگ عثمان کے طرفدار ہوگئے انھیں عثمانی پارٹی کہا جانے لگا کچھ ایسے تھے جنھوں نے ان دونوں کو کافر کہہ دیا ، کچھ نے بنیادی طور پر ان دونوں سے اپنے کو الگ رکھا_ وہ لوگ اخر تک غیر جانبدار رہے ، اسی طرح ہر گروہ نے ایک نئي پارٹی بنا لی اور اپنی پارٹی کا نیا نام رکھ لیا اور اسی نام سے مشہور ہو گیا_

یہی وجہ تھی کہ داخلی جنگوں کے بعد مسلمانوں کے درمیان نئے نئے مذاھب،فرقے اور عقیدے پیدا ہوتے گئے_اس فکری اختلاف نے جو جنگ کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے بعد میں بھی نئي جنگوں کے راستے ہموار کئے جو بڑی شدید اور خونریز ہوئیں اور اگر خونریز جنگ نہیں ہوتی تو سرد جنگ اور گومگو کی کیفیت کی وجہ سے کلامی بحثیں پیدا ہو گئیں ، یہ تمام خرابیاں اسی جنگ جمل کے نتیجے میں پیدا ہوئیں [۳]

جی ہاں_جنگ جمل سے ان نقصان دہ نتائج کے علاوہ جن کا گزشتہ صفحات میں تذکرہ کیا گیا بہت بڑے بڑے اختلافات اور شدید کشمکشوں نے بھی مسلمانوں کے گروہ میں جنم لیا_

خوارج کا عقیدہ تھا کہ طلحہ ،زبیر اور عائشہ نے حضرت علی سے جنگ کی ، انھوں نے اپنے امام کی مخالفت کي، اس وجہ سے یہ سب کے سب مخالفت علی کی وجہ سے کافر ہو گئے ان کا اسلام سے کوئي تعلق نہ رہا کیونکہ اس دن حق علی کی طرف تھا_ لیکن انھوں نے بھی جنگ صفین میں تحکیم کو منظور کر لیا ابو موسی اشعری اور عمرو عاص کو کا حاکم مان لیا اس لئے وہ بھی اسلام سے خارج ہو گئے_

خوارج کے کچھ فرقہ جنگ جمل میں علی کو حق پر سمجھتے ہیں، لیکن چونکہ انھوں نے تمام بصرہ کی دولت مال

۲_ یہ علوی کہے جانے والے لوگ شیعوں کے علاوہ ہیں ، کیونکہ شیعت کی ابتداء زمانہ رسالت میں ہوئي ہے جن کا نمونہ عمار یاسر ، مالک اشتر جیسے لوگ ہوئے_

۳_ کتاب عثمانیہ جاحظ ج۵۵ ص ۲۵۰ ، ابن ابی الحدید ج۲ ص ۱۵۹

غنیمت کے طور پر لوٹنے کی اجازت نہیں دی ، ان کے بچوں اور عورتوں کو اسیر نہیں کیا اس لئے انھوں نے غلطی کی ۔ اس غلطی کی وجہ سے وہ حضرت علی علیہ السلام کو گالی دیتے ہیں اور لعنت کرتے ہیں [۴]

معتزلہ کے بعض فرقے ان دونوں گروہوں کو کافر کہتے ہیں عائشہ اور حضرت علی علیہ السلام ہر دو لشکر کے افراد کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں ان کا خیال ہے کہ یہ دونوں ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے [۵]

معتزلہ کے کچھ دوسرے گروہ ان دونو ںمخالف دھڑونکو بغیر معین کئے فاسق اور جہنمی کہتے ہیں کیونکہ یہ دونوں گروہ فاسق اور گنہگار تھے لیکن ان میں سے ایک فاسق اور جہنمی ہوگا جسکا فیصلہ خدا کرے گا، اس گروہ کے عقیدہ کے مطابق ان دونوں میں سے کسی کی بھی شہادت قابل قبول نہیں ۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ علی و عائشہ کے تمام لشکر والے اگر ایک ہرے پتے کی گواہی دیں تو قبول نہیں کی جائے گی نہ اس گواہی پر اعتبار کیا جائے ۔ [۶]

معتزلہ کے تیسرے گروہ کا عقیدہ لشکر عائشہ کے بارے میں یہ ہے کہ ان میں سبھی یہاں تک کہ طلحہ و زبیر بھی گنہگار اور جہنمی ہیں لیکن ان میں وہ لوگ جہنمی نہیں رہیں گے جنھیں اپنے کئے پر احساس پشیمانی ہوا اور انھوں نے توبہ کرلی ۔ اس گروہ کا خیال یہ ہے کہ عائشہ ان لوگوں میں تھیں جنھوں نے پشیمانی ظاہر کرکے توبہ کی کیونکہ عائشہ جنگ کے بعد امیر المومنین کے پاس ائیں اور اپنے گناہ کا اعتراف کیا ان سے معافی مانگی حضرت علی علیہ السلام نے بھی انہیں بخش دیا ۔ اور انکی لغزش اور گناہوں سے صرف نظر فرمایا [۷]

جاحظ کہتے ہیں کہ عائشہ اور حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے بارے میں بعض لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ دونوں لشکر کے فوجی افسران تو نجات پا جائیں گے لیکن ان کے فوجی جہنم میں داخل کئے جائیں گے [۸]

زیادہ تر اشاعرہ کے لوگوں کا لشکر عائشہ کے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ انھوں نے حضرت علی علیہ السلام کے خلاف خروج کرکے غلطی کی ، مرتکب گناہ ہوئے لیکن ان کا یہ گناہ ایسا نہیں کہ انھیں کافر کہا جا سکے نہ ان کا گناہ فسق کا باعث ہے ، ان کی اس غلطی کی وجہ سے عداوت یا دشمنی رکھنا مناسب نہیں ، بلکہ یہ غلطی اشتباہ کی وجہ سے ہوئی اور یہ معمولی غلطی ہے جو

---

۴ ۔ الملل ج ۱ ص ۱۷۶ ، التبصیر ص ۲۷ ، الفرق بین الفرق ص ۵۸

۵ ۔ التبصیر ص ۴۲

۶ ۔ التبصیر ص ۴۱

۷ ۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۲۹۶ ۔ ج ۲ ص ۴۴۸

۸ ۔ کتاب عثمانیہ جاحظ ص ۲۴۶ ، طبع مصر سال ۱۳۷۴

قابل معافی ہے، کیونکہ یہ لوگ مجتہد تھے اور مجتہد اپنے اجتہاد میں غلطی سے دوچار ہو ہی جاتا ہے۔ (۹)

اس طرح حضرت علی اور عائشہ کے لشکر والوں کے بارے بھانت بھانت کے عقائد و نظریات پیدا ہو گئے جو ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔

ان نظریات میں بعض تو سرحد کفر تک پہنچا دیتے ہیں اور بعض انھیں نجات یافتہ قرار دیتے ہیں بہشتی کہتے ہیں اور بعض اس غلطی کو ایسا گناہ قرار دیتے ہیں جو ہرگز بخشے جانے کے قابل نہیں لیکن اس بارے میں ہمارا عقیدہ بہت موزوں اور متوازن ہے اور یہ حضرت علی کے اس ارشاد سے ماخوذ ہے۔

آپ نے فرمایا:

عائشہ نے اگرچہ ہر طرح اختلاف و خونریزی پیدا کی لیکن پھر بھی وہ ہماری ماں ہیں اور تمام مسلمانوں کی ماں ہیں اور ان کے اعمال کا حساب خدا کے ذمے ہے (۱۰)

(ولما بعد حرمتها الاولی و الحساب علی الله)

عائشہ کی واقعی شخصیت کا تعارف

ہم نے جنگ جمل کی تاریخ بیان کرنے میں قارئین کرام کے سامنے صرف وہی باتیں بیان کی ہیں جو براہ راست یا بالواسطہ طور سے احادیث عائشہ کی حیثیت سمجھنے میں معاون ہوں۔ اوریہی ہمارا مقصد بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایسے حوادث بیان کئے ہیں جن سے عائشہ کے روحانی و اخلاقی امتیازات اور ان کے عقائد و افکار کا پتہ لگایا جاسکے۔ ہم نے تاریخی کتابوں کے معتبر ماخذ سے شواہد تلاش کر کے قارئین کے سامنے پیش کئے ہیں تاکہ اس کے ذریعے عائشہ کی واقعی شخصیت اور سیاسی و معاشرتی رسوخ کا پتہ چل سکے۔ اسی کے ساتھ یہ کہ ان کی روحانی و نظریاتی و اخلاقی خصوصیات معلوم ہو سکیں کیونکہ یہی باتیں عائشہ کی احادیث و روایات سمجھنے میں معاون ہو سکتی ہیں اوریقین حقیقت کو اسان و ہموار بنا سکتی ہیں

اور اب عائشہ کے بارے میں جو تاریخی مدارک حاصل ہوئے ہیں انھیں چند فصلوں میں بطور خلاصہ پیش

۹۔ الملل و النحل ج ۱ ص ۴۴، المفصل ج ۴ ص ۱۵۳

۱۰۔ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۶۳، کنز العمال ج ۸ ص ۲۱۵، منتخب کنز ج ۵ ص ۳۱۵۔ ۳۳۱

کئے جارہے ہیں ، لیکن ہم اس فصل میں صرف عائشہ کی دلی قوت ہی کو بیان کریں گے جس کی وجہ سے وہ اپنی ہم جنسوں میں ممتاز ہوئیں ۔

عائشہ کی دلی قوت

عائشہ اپنی جگر داری اور قوت کے اعتبار سے تمام دنیا کی عورتیں میں بے نظیر تھیں ، یہاں تک کہ تاریخ میں آج تک ان سے زیادہ جگر دار عورت کی نشاندہی نہیں ہوگی ، ہر وہ کامیابی کے ساتھ اپنے نسوانی جذبات و احسات پر اسقدر مسلط تھیں کہ کسی عورت کے لئے ایسے تسلط کا مظاہرہ بہت بعید ہے ۔

انہوں نے پہلے ہلّے میں بصرہ پر قبضہ کر کے وہاں کے بیت المال کے محافظوں کو اسیر کر کے نہآیت بے رحمی کے ساتھ حکم دیا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے ۔ اور اس عورت کے حکم سے دسیوں مسلمانوں کو ان کی انکھ کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح قتل کر ڈالا گیا ۔

پھر اس کے بعد جنگ شروع ہوئي تو اس اتشیں اور وحشت انگیز میں خود شریک رہیں ۔ اور ذرا بھی خوف و ہراس کو راہ دئے پورے دلی اطمینان کے ساتھ ایک سپہ سالار کی طرح حکم چلا رہی تھیں ۔ حالانکہ خزاں کے پتوں کی طرح سر اڑ رہے تھے ، یہ سارا تماشہ وہ اپنی انکھوں دیکھ رہی تھیں ۔ ذرا ماتھے پر شکن نہ تھی ، پہاڑ کی طرح جمی تھیں ہودج میں بیٹھ کر لگاتار فوجی احکامات صادر کر رہی تھیں ۔ ان کے دل میں ذرا بھی گھبراہٹ ، کمزوری اور پریشانی کا اثر نہ تھا ۔ جی ہاں ۔ یہ امتیاز و خصوصیت عائشہ کے علاوہ دنیا کی کسی عورت میں نظر نہیں اسکتی ، نہ تاریخ کسی ایسی عورت کی نشاندہی کر سکتی ہے ہم نے اسے ام المومنین کی قوت قلب کیا ہے ۔ قارئین اسے قساوت و بے رحمی کا نام دے سکتے ہیں یا جگر داری کہہ سکتے ہیں ۔

ہم نے قارئین کے سامنے تاریک بیان کی ہے فیصلہ انھیں کو کرنا ہے ۔

عائشہ، دنیا کی عظیم ترین سیاست داں

گذشتہ فصلوں میں جو باتیں پیش کی گئیں ان سے استفادہ ہوتا ہے کہ عائشہ ایک مجیر العقول شخصیت کی حامل تھیں، وہ ذاتی حیثیت سے سحر انگیز اور چمتکاری توانائي رکھتی تھیں، اس عظیم توانائي کی وجہ سے ان کے لئے یہ بات بہت سہل و اسان تھی کہ حق کو باطل کی صورت میں اور باطل کو حق کی صورت میں پیش کردیں۔ یا جن باتوں کی واقعی کوئي اصلیت نہیں ہے اسے اپنی لچھے دار باتوں سے زنگ ھستی عطا کردیں۔

انہوں نے میدان تیار کرنے اور سیاسی مہارت کی بحر العقول صلاحیت پیدا کی تھی۔ اور انہیں اس کا خاص شوق بھی تھا اپنی اسی توانائي کی وجہ سے انہوں نے بیعت علی کے بعد پیمان شکنی کے لئے ایک بڑی جمعیت کو تیار کرلیا۔ پھر انہیں اس طرح بھڑکایا کہ وہ انتقام خون عثمان پر امادہ ہو گئے جبکہ عثمان کو انھیں کے حکم سے قتل کیا گیا تھا۔ حضرت علی سے جنگ کے لئے بہت بڑی فوج محاذ پر کھڑی کردی۔

حیرتناک بات تو یہ ہے کہ عائشہ نے اپنی اسی تحیر خیز سیاست و صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے متضاد و نظریات کو یاک جگہ جمع کردیا۔ اور ایک دوسرے سے قطعی جداگانہ ہدف رکھنے والے گروہوں کو ایک نقطے پر سمیٹ لیا۔ پھر سب کو ایک ہی صف میں کھڑا بھی کردیا۔ اس طرح اختلافات سے بھرپور لشکر تیار کرلیا۔

اس سے بھی زیادہ حیرتناک بات یہ ہے کہ طلحہ و زبیر کو جو عثمان کے سخت ترین مخالف تھے، اور وہی واقعی عثمان کے قاتل بھی تھے، اپنی لچھے دار اور کشادہ بیانی سے عثمان کا طرفدار اور خون کا بدلہ لینے والا بنا دیا۔ انہیں علی سے بیعت کے با وجود بیعت شکنی پر امادہ کیا اور انہیں ایسے لشکر کا امیر بنا دیا جو حضرت علی کے خلاف بغاوت پر کمر بستہ تھا۔

عائشہ نے صرف اتنا ہی نہیں کہ قاتلان عثمان سے اظہار بیزاری کیا بلکہ حضرت علی پر قتل عثمان کا الزام تھوپ دیا انہیں قاتل عثمان کی حیثیت سے مشہور کیا، حالانکہ واضح اور زندہ گواہی تاریخ کی ہے کہ حضرت علی نے قتل عثمان میں ذرا بھی شریک نہیں ہوئے، یہاں چند تاریخی شواہد نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ طلحہ و زبیر کی بیعت، بیعت شکنی اور یہ کہ حضرت علی نے قتل عثمان میں شرکت نہیں کی، بلکہ خود طلحہ و زبیر کے ہاتھ خون عثمان میں رنگین ہیں، ان حقائق کو حضرت علی نے بار بار بیان کیا۔ اپنی واضح بیانی اور زندہ شواہد کے ذریعے

اس راز سے پردہ اٹھایا۔

کبھی آپ فرماتے َطلحہ و زبیر نے میری بیعت کی پھر ذرا ہی دیر بعد مجھ سے زیارت خانہ کعبہ کی اجازت طلب کی لیکن وہاں سے بصرہ اکر بغاوت کی اگ بھڑکانے لگے، مسلمانوں کو قتل کیا، میری بیعت توڑدی، میرے دشمنوں کو میرے خلاف ابھارا اور جو کچھ کرنا تھا کیا۔

اور کبھی خود طلحہ و زبیر سے خطاب کر کے فرماتے:

تم نے مجھ سے بیعت کی۔ پھر میری بیعت توڑدی ہم سے جو عہد و پیمان کیا تھا اسے پس پشت ڈالکر میرے اوپر قتل عثمان کا الزام تھوپ دیا، تم کہہ رہے ہو کہ قاتل عثمان ولی ہے اور میں کہتا ہوں کہ اس کا فیصلہ غیر جانبدار صحابہ کے حوالے کردیا جائے ایسے لوگوں کے حوالے کیا جائے کہ وہ نہ میرے ہو نہ تمہارے۔

ہاں۔ وہی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کردیں، ہم ہی سے جو بھی قاتل عثمان ہے اسے وہی بتادیں۔ جرم کے مطابق سزا دیں۔

حضرت علی مسلمانوں کے اجتماع میں ایسی باتیں بہت زیادہ کہتے اور اس طرح قتل عثمان سے اظہار بیزاری فرماتے۔

ان سب کو جانے دیجئے، جس دن لوگوں نے حضرت علی کی بیعت کی اسی دن قتل عثمان میں حضرت علی کا شریک نہ ہونا اور طلحہ و زبیر کا شریک ہونا ثابت ہوگیا۔

لیکن ان تمام پچھلے واضح شواہد کے ساتھ کہ حضرت علی علیہ السلام خون عثمان سے پاک تھے اورانھوں نے اس سے اظہار بیزاری بھی کیا پھر بھی لوگوں نے آپ کی باتوں پر توجہ نہیں دی اور ان کی اظہار بیزاری کو نہ مانا۔ لیکن عائشہ نے جو آپ پر الزام لگایا تھا اپنے تما جھوٹ کے با وجود ان کی لوگوں نے تائید کی یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ عائہش کو سیاست میں حیرتناک اور خاص مہارت حاصل تھی کہ وہ حقائق کو بالکل الٹ دیں اور چونکہ معاشرے میں ان کی حیثیت پسندیدہ تھی اور شیخین کے زمانے ہی سے انہیں خاص مقام حاصل تھا اس لئے وہ اپنی اس مہارت کا مظاہرہ کرسکیں۔

۲۔ ابن سیرین نے حضرت امیر المومنین نے خون عثمان سے اظہار بیزاری کے سلسلے میں کہنا ہے کہ جب

تک لوگوں نے علی کی بیعت نہیں کی تھی ان پر قتل عثمان کا الزام نہیں لگایا تھا لیکن جس دن ان کی بیعت کی گئي ان پر الزام لگایا جانے لگا اور انہیں قاتلان عثمان کی فہرست میں شامل کر لیا گیا_

۳_ ابو الاسود دیٔلی نے جنگ جمل میں طلحہ و زبیر سے کہا تھا -:

تم دونوں اور عائشہ عثمان کے سخت ترین دشمن تھے لوگوں کو سب سے زیادہ قتل عثمان پر ابھارتے تھے تم لوگوں نے انہیں موت کے گھاٹ تک پہچایا اور اب ان کے انتقام قتل پر اس لئۓ امادہ ہو کہ تمہیں واقعی قاتل عثمان ہو_

اور تم جو کہتے ہو کہ خلافت شوری کے ذریعہ متعین ہونی چاہیئے تو یہ گستاخی تم کیسے اپنی زبان پر لا تے ہو ؟ کیا تمہیں نے راضی خوشی اور بغیر کوئي دبائو کے حضرت علی کی بیعت نہیں کی تھی_

۴_ عمار یاسر نے بھی جنگ جمل شروع ہونے سے پہلے عائشہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا (فمنک الریاح و منک المطر) یعنی اے عائشہ یہ تمام فتنے تمہیں نے شروع کئۓ اور ہر حادثہ اور ہر واقعے میں تمہاری انگلیوں کے نشانات نمایاں ہیں_یہانتک کہ قتل عثمان بھی تمہارے اشارے سے اور تمہارے حکم سے انجام پایا_

۵_ جنگ جمل کی ابتداء میں صحابی رسول عبد اللہ ابن حکیم نے طلحہ کو ایک خط لکھ کر کہا :

اے طلحہ_ کیا یہ خط تم نے نہیں لکھا تھا ؟

طلحہ نے پوچھا_ کیوں_ یہ خط ہم نے ہی لکھا تھا :

عبد اللہ نے پوچھا_ ہم کو سخت تعجب ہے کہ کل اپنی خطوط کے مطابق ہمیں تم نے دعوت دی تھی کہ ہم عثمان کے خلاف بغاوت کریں اور انہیں ختم کردیں_یا خلافت سے علحدہ کردیں لیکن ہم نے تمہاری یہ دعوت قبول نہیں کی_ تمہارے موافق جواب نہیں دیا_یہاں تک کہ اس میں تم نے خود ہاتھ ڈالا انہیں قتل کرڈالا اور آج پھر تم ان کے خون کا انتقام لینے کے لئۓ ہمارے پاس ائۓ ہو اور ہم بت خبر اور بے گناہ لوگوں سے ان کے خون کا انتقام لے رہے ہو_

٦_ جب مکہ میں عائشہ کے لشکر نے خروج کیا اور سعید ابن عاص اموی نے مروان سے کہا :

اے مروان_ کہاں جا رہے ہو ؟ اور خون عثمان کا کس سے مطالبہ کر رہے ہو خون عثمان تو یہ تمہاری فوج میں اونٹ کی پشت پر ہے اگر واقعی تمہارا مقصد خون خواہی ہے تو اپنے اس ساتھی کو قتل کرکے اپنے گھر واپس جائو_

سعید کا مطلب یہ تھا کہ طلحہ زبیر اور عائشہ عثمان کے قاتل ہیں جو لشکر کے دونوں طرف اونٹ پر بیٹھ کر بصرہ کی

طرف جا رہے ہیں اور طلحہ و زبیر ہی کی وجہ سے جنگ جمل ہوئي جب دونوں طرف کے لشکر امنے سامنے ہوائے اور مروان کو موقع ہاتھ ایا تو اس نے تیر چلا کر طلحہ کو قتل کرڈالا۔

یہ مستحکم اور واضح دلائل و شواہد ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام بالکل سے خون عثمان سے اور عائشہ، طلحہ و زبیر اس خون میں شامل تھے، یہ بات جب ظاہر تھی۔ لیکن ان کے باوجود عائشہ نے اپنی خاص مہارت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے ان ساتھیوں کو خون عثمان سے بری کردیا اور حضرت علی علیہ السلام کے بے گناہ ساتھیوں پر ان کے قتل کا الزام تھوپ دیا جبکہ ان کا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا پھر خون عثمان کا انتقام لینے کے لئے ان لوگوں کے خلاف لشکر تیار کیا اور ایک زبردست تاریخی جنگ پیدا کردی۔

یہ انتہائي حیرت انگیز حرکت تھی جو کسی دوسرے شخص سے نہیں ہو سکتی تھی، اسی وجہ سے کہا جا سکتا ہے کہ:

عائشہ دنیا کی ایک بہترین سیاست داں خاتون تھیں۔

عائشہ کی تقریری صلاحیت

عائشہ کو تقریر میں بھی حیرتناک مہارت تھی وہ خطابت کے امور سے پوری طرح اشنا تھیں اس حیثیت سے انہیں دنیا کی نامہ ور خطیب بھی کہا جا سکتا ہے۔ کتب تاریخ میں جو ان کی اتشیں تقریر منقول ہیں۔ واقعی حیرتناک ہیں یہاں اس کے چند نمونے ثبوت کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ عائشہ کی خطابت کا ایک نمونہ حضرت ام سلمی کے جواب دینے میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے جس وقت وہ حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کا ارادہ کرچکیں تھیں ام سلمی نے ان کی سرزنش اور ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ انحراف اور گناہ کا راستہ ہے، خدا سے ڈرو جو تمہارے تمام اعمال کا نگراں ہے۔

عائشہ نے ام سلمی کا جواب دیا۔

اے ام سلمی مجھے بہت مبارک سفر درپیش ہے اس لئے کہ میں مسلمانوں کے دو گروہوں کے اندر شدید اختلافات کی حکمرانی ہے میں اس کی اصلاح کروں گی۔ ان کی دشمنی اور نفاق کو خلوص و برادری سے بدل دوں گی

اور اس طرح مجھے خداوند عالم کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ (نفصم المطلع اصلحت بين الفئيتين متاخرتين)

یہاں عائشہ نے اپنی پناہ خطیبانہ صلاحیت سے جنگ کی بات کو مغالطے میں ڈال کر اپنے گناہ اور فساد کو اصلاح اور خوشنودی خدا کا رنگ دیدیا دشمنی اور اختلاف کو اختلاف ختم کرنے اور اتحاد دو برادری پیدا کرنے کا رنگ دیدیا۔

لیکن یہاں ایک سوال باقی رہ جاتا ہے کہ اگر عائشہ اپنے گھر میں بیٹھی رہتی اور حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کے لئے مکہ سے نہ نکلتیں تو مسلمانوں کے دو گرہوں میں نفاق اور دشمنی کہاں سے پیدا ہوتی۔

دو مخالف گروہ جو ایک دوسرے سے لڑرہے تھے اور جس کا اظہار خود عائشہ نے کیا تھا کہ ان دونوں میں صلح کراوں گی وہ کہاں تھا، عائشہ کی بغاوت اور ان کے بصرہ انے سے پہلے اختلاف کا کہیں پتہ اور نشان نہیں تھا۔ کاش انہوں نے مسلمانوں کے درمیان اصلاح کے خیال سے مکہ سے بصرہ نہ گئیں ہوتیں اور یہ تمام جنگ و خونریزی و برادرکشی مسلمانوں میں پیدا نہ ہوتی۔

۲۔ ایک دوسری عائشہ کی تقریر ان کی مشہور خطابت ہے جو مربد میں ہوئی تھی۔

جس وقت طلحہ و زبیر نے بصرہ والوں کے سامنے تقریریں کیں اور لوگوں نے ان کی باتوں پر توجہ نہیں دی بلکہ ان دونوں پر اعتراض کرنے لگے لوگوں میں ایسا شور اور ہنگامہ پیدا ہوا کہ طلحہ و زبیر اس کو خاموش کرنے سے عاجز رہ گئے اس موقع پر عائشہ نے اپنی تند اور اتشیں تقریر شروع کی۔ کہ لوگ خاموش ہو گئے اور ساری چیخ پکار ختم ہو گئی۔

عائشہ نے اپنی تقریر میں کہا:

بصرہ والو۔ یہ صحیح ہے کہ عثمان گناہگار تھے۔ ان سے غلطیاں بھی ہوئیں۔ لیکن جب ہم نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے ہماری بات مان لی اور اپنے گناہوں سے توبہ کی۔ اپنی غلط حرکتوں سے بعض ائے لیکن تم لوگوں نے ان کی توبہ کو نظر انداز کیا اور ان پر چڑھائی کرکے بے گناہ اور مظلومی کے ساتھ قتل کردیا۔ بے رحمی سے ان کا خون زمین پر بہا دیا اس کے بعد علی کو مسلمانوں کی رضا و صلاح کے بغیر خلافت پر بیٹھا دیا اسی لئے میں مظلوم و بے گناہ عثمان کی طرفداری اور خونخواہی کے لئے کھڑی ہو گئی ہوں۔ میں نے اس لئے قیام کیا ہے کہ علی کو خلافت سے معزول کردوں گا

کہ وہ مسلمانوں پر حکومت نہ کریں۔

یہ عائشہ کی خطابت کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا تھا جو میدان مربد میں پیش کیا گیا اسے سنتے ہیں شور مچانے والے لوگ خاموش ہو گئے اور اس کا لوگوں کے دل پر مخصوص اثر ہوا حالانکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ عائشہ اپنی باتوں سے لوگوں کو مغالطے میں ڈال رہی ہیں۔ لیکن سبھی پوری توجہ سے سنا رہے تھے اور دل وجان سے ان کی باتوں کو مان رہے تھے اور یہ ان کی قوت و خطابت ہی کا اثر تھا کیونکہ وہ بہت موقعہ شناس تھیں اور تقریر کے رموز سے پوری طرح اشنائي رکھتی تھیں۔ لیکن نہیں۔ ان کی باتوں میں جھوٹ اور مغالطے کے اثار نمایاں تھے کیونکہ اگر انہوں نے قتل عثمان کا فتوی نہیں دیا ہوتا تو کسی کو قتل کرنے کی جرات نہ ہوتی۔ انہوں نے اور ان کے خاندان نے عثمان کو قتل کیا پھر ان کی مظلومیت پر گھڑیال کے انسو بہانے لگیں۔

عائشہ نے اس تقریر کے بعد۔ تقریر کا دوسرا حصہ شروع کیا اس میں سبھی حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں باتیں تھیں۔ اور آپ سے اپنے پچھلے عناد کو اشکار کیا اور اپنے دلی راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے یہ کہا کہ:

اے لوگو۔ تم نے ابو طالب کے بیٹے کی بیعت مسلمانوں کو خبر دیئے غیر کر ڈالی اور لوگوں کی خوشنودی کے بغیر غاصبانہ طریقے سے انہیں کرسي خلافت پر بیٹھادیا۔ [۱۱] عائشہ نے اپنی تقریر جاری رکھی۔ اگے کہا کہ:

اے لوگو۔ سمجھ لو عثمان مظلوم اور بے گناہ قتل کئے گئے تم لوگوں پر واجب ہے کہ ان کے قاتلوں کو تلاش کرو اور جہاں بھی پاو انہیں قتل کر ڈالو۔ اس کے بعد معاملہ خلافت کو اسی طرح شوری کے حوالہ کر دو جیسے عمر نے کیا تھا وہی ارکان شوری خلافت کے لئے کسی کو منتخب کر لیں لیکن یہ خیال رہے کہ جو لوگ قتل عثمان میں شریک ہوئے ہیں انہیں مجلس شوری میں شامل نہیں کیا جائے اور خلیفہ معین کرنے میں ان کی رائے نہ مانی جائے چاہے وہ عمر کے ارکان شوری ہی میں موجود ہوں۔ [۱۲]

عائشہ نے اپنی تقریر کے پہلے حصہ میں بیعت و خلافت علی کو فسخ کیا پھر خلافت کو ارکان شوری کے حوالے کیا اور اس میں بھی علی کی شرکت کو روکتے ہوئے کہا کہ جو لوگ خون عثمان میں شریک ہوئے ہیں انہیں مسئلہ خلافت میں دخل نہیں دینا چاہیئے چاہے وہ عمر کے چھ ارکان شوری ہی کی فرد ہوں۔

۱۱۔ یہاں بھی عائشہ نے مغالطہ سے کام لیا ہے کیونکہ طلحہ و زبیر نے بصرہ والوں سے پہلے حضرت علی علیہ السلام سے بیعت کی تھي

۱۲۔ اس سے عائشہ کی مراد صرف حضرت علی علیہ السلام ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں قتل عثمان میں حضرت علی علیہ السلام کے سوا ارکان شوری کی کوئي فرد شریک نہیں تھی۔

اگر ہم عائشہ کی تقریر کا تحلیل و تجزیہ کریں تو پہلی ہی نظر میں یہ بات ہمیں سمجھ میں اجاتی ہے کہ طلحہ و زبیر کے علاوہ دوسرا کوئی شخص بھی خلافت کا حق نہیں رکھتا اور صرف انہیں دونوں میں سے کسی ایک وک خلیفہ منتخب ہونا چاہئے ۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ عمر کے ارکان شوری میں سے عثمان اور عبد الرحمن زندہ نہیں ہیں، حضرت علی علیہ السلام بھی عائشہ کی نظر میں قتل عثمان سے متہم ہیں اس لے معاملہ شوری میں انہیں کسی قسم کی مداخلت کا حق نہیں ہے نہ رائے دینے کا حق ہے ۔ چوتھی فرد سعد کی ہے عائشہ کے لئے بہت اسان تھا کہ ان پر بھی قتل عثمان کا الزام لگا کر حریم شوری سے نکال باہر کردیتیں ۔ اب صرف دو ہی شخص طلحہ و زبیر رہ جاتے ہیں جو عائشہ کی نظر میں قتل عثمان سے بری تھے اور ان کے قتل میں ان دونوں نے کسی قسم کی شرکت نہیں کی تھی اس لئے وہ ہر طرح خلافت اور شوری کے شرائط رکھتے تھے ۔

اس تحلیل و تجزیہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عائشہ بہت چالاکی اور لچھہ دار گفتگو سے یہ بات ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ مسئلہ خلافت کے لئے طلحہ و زبیر میں سے کسی ایک کو منتخب کر لیا جائے اصل میں قتل عثمان اور بغاوت علی کا پرچم بلند کرنے سے ان کا مقصد یہی تھا ۔

۳ ۔ لوگوں کے دل میں عائشہ کے بھرپور اثر ہونے کا ایک ثبوت اور لوگوں کے جذبات سے بخوبی اگاہ ہونے کا ایک ثبوت ان کی وہ تقریر بھی ہے جسے انہوں نے قبیلہ بنی ناجیہ والوں کے سامنے ظاہر کیا ۔ وہ لوگ اونٹ کی مار اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تھے ۔ انہوں نے انتہائی ہیجان انگیز انداز میں کہا کہ :

اے ناجیہ کے شریف خاندان والو استقامت دکھاو اور صبر کا مظاہرہ کرو کیونکہ میں تم لوگوں کے چہرے پر قریش کی غیرت و استقامت کا مشاہدہ کر رہی ہوں ۔

صبر اً یا بنی ناجیہ فانی اعرف فیکم شمائل قریش

عائشہ نے اپنی اس تقریر میں قبیلہ ناجیہ کو قریش کے با وقار خاندان سے جوڑ دیا جو شجاعت و شہامت سے مشہور تھا اس طرح ناجیہ والوں میں فداکاری کا جذبہ بڑھ گیا کہ وہ اپنی اخری سانسوں تک حضرت علی علیہ السلام کی فوج کے

سامنے ڈٹے رہے اور ایک کے بعد ایک قتل ہوتے رہے_

اپنے اس موثر فقرے سے عائشہ نے اپنا مطلب حاصل کیا کیونکہ قبیلہ ناجیہ کے قبیلہ قریش کی شاخ ہونے میں متہم تھا لوگ اسے قریش کی شاخ نہیں سمجھتے تھے_ رسول خدا (ص) نے سامہ کے بارے میں جو اپنے کو قریش کی فرد سمجھتا فرمایا تھا کہ: میرے چچا سامہ سے کوئي فرزند پیدا نہیں ہوا تھا یعنی بنی ناجیہ سامہ سے نہیں تھے اور ان کا قریش سے انتصاب صحیح نہیں ہے_ ابو بکر و عمر بھی بنی ناجیہ کو قبیلہ قریش کی فرد نہیں سمجھتے تھے_ (۱۳)

عائشہ کی موقعہ شناسی کا ایک نمونہ وہ جملے ہیں جو قبیلہ ازد والوں سے کہے جس وقت ازدیوں نے اونٹ کی مہار تھامی اور پوری طاقت سے جنگ کرنے لگے تو ان کی طرف رخ کر کے کہا:

اے قبیلہ ازد والو_ صبر و استقامت کا مظاہرہ کرو کیونکہ صبر و استقامت ازادمردوں کی پہچان ہے_ جب تک بنی ضبہ میرے لشکر کے درمیان رہے میں اپنے لشکر میں اثار کامرانی کا مشاہدہ کرتی رہی اور اپنی فتح کی امیدوار رہی_ صبراً فنما یصبر الاحرار

عائشہ کے اس فقرے سے قبیلہ ازد میں ایسا جوش پیدا ہوا کہ انہوں نے پوری طاقت سے جنگ کی اور ایک کے بعد ایک اونٹ کے سامنے خاک و خون میں لوٹنے لگے تاکہ خاندان ضبہ کی جو تعریف عائشہ نے کی ہے اسے یہ بھی حاصل کر سکیں_

۵_عائشہ کی موقعہ شناسی کا نمونہ وہ بھی ہے جسے انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے کہا تھا_ جنگ جمل کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے جب عائشہ پر قابو پا کر ان کی ملامت کرتے ہوئے فرمایا:

اے عائشہ_ تم نے لوگوں کو میرے خلاف جنگ پر ابھارا_ بغاوت کی تحریک چلائي یہاں تک کہ خون سے زمین لالہ زار ہو گئي بھائي نے بھائي کو قتل کیا رسول خدا (ص) نے یہی حکم دیا تھا کیا انحضرت (ص) نے تمہیں یہ حکم نہیں دیا تھا کہ اپنے گھر سے باھر نہ نکلنا اور اپنے حجرے میں بیٹھی رہنا_

۱۳_ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۳ ص ۱۲۶

عائشہ جو موقعہ شناسی اور نقطہ سنجی میں ماہر تھیں طویل اور حساس خطابت کا تجربہ تھا۔ ایسے موقعہ پر علی ؑ سے صرف ایک ۔جی ہاں۔ صرف چھوٹے سے ایک جملے پر قناعت کی لیکن وہ جملہ بہت حساس تھا جس نے حضرت علی ؑ جیسے مہربان اور جذباتی شخص کو رام کر دیا اور علی ؑ کو اپنی تمام کینہ و عناد کے باوجود عفو و بخشش پر مجبور کر دیا اس حساس موقع پر کہا :

اے علی ؑ اب جب کہ تم نے ہمارے اوپر قابو پا لیا ہے تو عفو و بخشش سے کام لو ملکت فا سجح۔ تم نے قابو پا لیا ہے اب عفو کو راہ دو۔ یہ چھوٹا سا فقرہ کتنا بلیغ ہے اس میں ایک طرح کا فرمان بھی ہے لیکن باطن میں انسانی جذبات کو اپنی طرف محبت کے لئے کھینچتا ہے۔ یہ ایسا فقرہ تھا کہ کوئی بھی کریم شخص عفو و بخشش سے کام لیتا۔

اپنی حیثیت سے استفادہ

تمام مسلمان۔ رسول اکرم (ص) کی ازواج کو ام المومنین یعنی مومنو کی ماں کہتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ لقب مشہور تھا۔ لیکن عائشہ نے اس عنوان کا تمام ازواج رسول سے زیادہ استفادہ کیا اس کے ذریعہ انہوں نے لوگوں کی توجہ اپنی سمت کھینچی اور اس سے استفادہ کرنے لے لئے ناقابل فراموش اور حیرتناک موقعہ استعمال کئے۔ وہ اپنے اس عنوان سے لوگوں میں کپکپی پیدا کر دیتی تھیں لوگ ان کے سامنے جھک جاتے تھے اور انتہائي احترام کے ساتھ ان کی پیروی کرنے لگتے تھے۔

یہ بات واضح ہے کہ یہ اختیار اور مسلمانوں کے معاشرے میں ان کا یہ اثر شیخین (عمر و ابو بکر) کے زمانہ ہی میں حاصل ہو چکا تھا حضرت علی ؑ کے زمانہ میں یہ اثر باقی تھا اس لئے انہوں نے تمام مرحلوں میں ام المومنین کے عنوان سے بھر پور استفادہ کیا اور اس طرح لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے جنگ جمل سے پہلے زید ابن صوحان کو خط لکھتے ہوئے سرنامہ میں اسی لقب کو استعمال کیا پھر انہیں اپنی مدد و نصرت کی دعوت دی۔

خط کا متن یہ ہے۔

یہ خط ام المومنین عائشہ بنت ابو بکر زوجہ رسول (ص) کا اپنے نیک فرزند زید ابن صوحان کو۔ خدا کی حمد و ثنا کے بعد

اے زید یہ خط پاتے ہی میرے پاس اجاو اور اس جنگ میں میری مدد کرو اگر ہمارا حکم نہیں مانتے اور میری مدد نہیں کرتے تو کم

سے کم علی علیہ السلام سے الگ رہو اور ان کی کسی طرح بھی مدد و نصرت نہ کرو_ (۱۴)

پھر عائشہ نے اپنے اسی عنوان کو کعب ابن سور کی طرف کھینچا اور اس کے خیالات کو با لکل پلٹ دیا_ جس وقت کعب نے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کیا اور لوگوں سے علحدگی اختیار کر کے خانہ نشین ہو کر گھر کا دروازہ بند کر لیا عائشہ اپنے خچر پر سوار ہو کر سور کے پاس ائیں اور بات کرنے لگیں_ کعب کسی طرح بھی مثبت جواب نہیں دے رہے تھے اخر عائشہ نے مایوس ہو کر کعب سے کہا :

اے کعب کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں_ کیا تمہاری گردن پر میری ممتا کا حق نہیں ہے_ یا کعب الست امک ولی علیک حق_

اس فقرے نے کعب میں طوفاں کا جوش کمر دیا وہ بہت زیادہ متاثر ہوئے اور ان کی ساری صلابت ہوا ہو گئي پھر وہ عائشہ سے مثبت گفتگو کرنے لگے اور میدان جنگ میں پہنچ گئے_ اگر یہ ہیجان انگیزبات نہ ہوتی اور کعب کو حضرت علی علیہ السلام سے بغاوت پر نہ ابھارتی تو بصرہ کے سب سے اہم قبائل ازد کی حمآیت سے محروم ہو جاتیں_

جی ہاں_ خانہ نشینی سے میدان جنگ کا بہت فاصلہ ہے عائشہ کی موقعہ شناسی اور ان کے ام المومنین کے عنوان نے اس فاصلہ کو ختم کر دیا اور خانہ نشینی کو جنگ و جدل سے بدل دیا_ ام المومنین کے عنوان سے استفادہ کا تیسرا ثبوت وہ موقعہ ہے کہ جب جنگ جمل میں لوگ عاشئہ کے اونٹ کے گرد پروانہ وار پھر رہے تھے اور اپنی جان نچھاور کر رہے تھے اور اپنے جعلی اشعار اور رجز میں ان کے ام المومنین ہونے کا اعلان کرتے ہیئے دفاع حریم ام المومنین پر لوگوں کو ابھارتے ہوئے کہہ رہے تھے_

اے قبیلہ ازد والو_ اپنی ماں کا دفاع کرو کیونکہ ان کا دفاع نماز روزے کی طرح واجب ہے ، اور ان بزرگ ماں کے احترام کا تحفظ تم میں سے ہر ایک پر واجب ہے_

ایک دوسرا چلّا رہا تھا_ اے لوگو_ یہ ہیں تمہاری ماں ان کی حمآیت کرو ان کا دفاع تمہاری دینی ذمہ داری ہے ان کی نصرت و حمآیت کو پامال کرنا مادری حق کو ضایع کرنے کے مترادف ہے اور عاق ہو جانا اور حق مادری کو پامال

۱۴_ طبری ج۵ ص ۱۸۴_ ۱۸۳

کرنا بہت بڑا گناہ ہے ـ

قبیلہ ازد عائشہ کے اونٹ کا دفاع کر رہا تھا اور اس کی مینگنی کو اٹھا کر سونگتا تھا اور کہتا تھا ـ

یہ اماں جان کی اونٹ کی مینگنی عطر سے زیادہ خوشگوار ہے کیا شاندار ہے یہ مینگنی ـ

یہ اقدامات حضرت عائشہ کے مخصوص امتیازات میں شامل ہیں یہاں تک کہ رسول اللہ کے بارے میں تھی اسی شخص نے ان احساسات کو رقم نہیں کیا ہے ـ

عائشہ دنیا کی عظیم ترین سیاست داں

عائشہ صرف فصیح و بلیغ خطابت ہی کے اعتبار سے سب سے بڑی اور مشہور ترین عالمی خاتون قرار نہیں پاتی ہیں بلکہ اقتدار اور سیاسی و فکری اعتبار س بھی تحیر خیز صلاحیتوں کی مالک بھی تھیں ـ اپنی اسی سیاسی و فکری توانائی کی وجہ سے انہوں نے اپنے لشکر میں پیدا اختلاف و تضاد کو برطرف کیا اور اسی صلاحیت کے بل بوتے پر آپ کا اختلاف و عناد جو قتل و غارت گری پر ختم ہونے والا تھا سے دوستی اور باہمی تعاون میں بدل دیا ـ

جی ہاں جس دن لشکر عائشہ نے مکے سے کوچ کیا سی دن سے لشکر کے درمیان اختلاف نمایاں ہو گیا ـ مروان کی حیثیت لشکر میں اہم تھی اور وہ لشکر عائشہ کی مشہور شخصیت تھا ـ اس نے پھوٹ ڈالنے کی ہم ممکن کوشش کی ـ کیونکہ جس طرح وہ حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا تھا اسی طرح قتل عثمان میں شریک ہونے کی وجہ سے طلحہ و زبیر سے شدید عداوت رکھتا تھا ـ

لشکر عائشہ مکہ سے عراق کی طرف جا رہا تھا کہ نماز کا وقت آگیا مروان نے موقع غنیمت دیکھ کر ایسی حرکتیں شروع کر دیں کہ لشکر والوں کے درمیان پھوٹ پڑ جائے ـ اسی مقصد سے اس نے طلحہ و زبیر سے کہا ـ یہ دیکھو نماز کا وقت آگیا ـ صف قائم ہو گئی ہے لوگ اقامت کا انتظار کر رہے ہیں ـ تم دونوں میں کون امامت کرے گا تم دونوں میں اس کی صلاحیت ہے میں کس کی امامت کا اعلان کروں ؟

خود طلحہ و زبیر اس اچانک سوال کا جواب نہیں دے پا رہے تھے ، نہ وہ اپنے دل کا راز ظاہر کرنا چاہتے تھے کہ علانیہ اپنے کو اس عہدے کے لئے پیش کریں ـ دونوں نے سکوت اختیار کیا اور مروان کا کوئی جواب نہیں دیا ـ

لیکن عبد اللہ بن زبیر نے کہا :

میرے والد زبیر موجود ہیں ـ وہ اس عہدے کی صلاحیت رکھتے ہیں کیونکہ سپہ سالار لشکر ہیں

طلحہ کے فرزند محمد نے بھی کہا .... نہیں _ یہ عہدہ میرے والد سے مخصوص ہے _ یہ ان سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں _

اس طرح مروان نے لشکر میں اختلاف کا بیج بو دیا _ ان لوگوں میں اتش اختلاف اتنی بھڑکی ، اس قدر پھیل گئي کہ قریب تھا اس کے اثرات سارے لشکر میں پھیل جائیں _ اور سارا نقشہ نقش بر اب ہو جائے _

واقعہ کی خبر عائشہ کو ہوئي تو انہوں نے مضبوط ارادے کے ساتھ اپنی مخصوص زیرکی و مہارے کو بروئے کار لاتے ہوئے اس ہنگامے کو یکسر ختم کرنے کا ارادہ کر لیا _

انہوں نے اس مضمون کا پیغام مروان کو بھیجا

اے مروان یہ کیا کر رہے ہو ؟ کیا ہمارے ھدف سے روکنا چاہتے ہو ؟ ہمارے لشکر میں اختلاف کیوں پیدا کر رہے ہو _

اگر واقعی تمہارا مقصد نماز پڑھنا ہے تو لو یہ میرا بھانجہ عبد اللہ موجود ہے اس کی اقتدا کر کے نماز پڑھو اور نفاق سے ڈرو _

عائشہ نے اس فقرے سے ایک طرف تو اختلاف ختم کر کے سارے لشکر کو اپنے بھانجے کی اقتدا میں نماز پڑھوا دی _ خود طلحہ و زبیر کو صف اول میں رکھا اور دوسری طرف مروان کو انتباہ دیا کہ میں تمہاری سازشوں سے بے خبر نہیں ہوں _ تمہاری ایک ایک حرکت پر نظر رکھ رہی ہوں _ مروان بھی ہر قسم کے اختلاف سے بچنے پر مجبور ہو گیا _ اور ایک فدا کار سپاہی کی طرح سپہ سالار کے سامنے سر تعظیم جھکا دیا _

عائشہ نے یہ طریقہ بصرہ میں اپنایا _ جس وقت طلحہ و زبیر بصرہ پر کامیابی سے قابض ہو گئے _ تو کامیابی کے بعد کے جشن میں جٹ گئے _ وہاں بھی مسئلہ امامت نماز میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا _ یہ کشمکش طول پکڑتی گئي _ یہاں تک خود عائشہ نے مداخلت کی اور اسانی کے ساتھ فوراً رفع دفع کیا _ ان خطرناک نتائج کا قلع قمع کرنے کے لئے دوسری بار بھی اپنے بھانجے عبد اللہ بن زبیر ہی کو پیشنمازی کے لئے معین کیا _ اور ایک سیاسی نکتے کا بھی اضافی کیا کہ

مکمل کامیابی حاصل کرنے کے بعد تمام امور انہیں کے اختیار میںہیں مسلمانوں کی سرپرستی اور خلافت وہی معین کرینگی۔
اس نکتے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عائشہ صرف یہی نہیں کہ خود کو تنہا امیر لشکر سمجھتی تھیں بلکہ تمام مملکت اسلامیہ کی حکومت بھی اپنی ذات سے مخصوص قرار دیتی تھیں۔ جسے چاہیں حکومت سے سرفراز کردیں اور جسے چاہیں معزول کردیں۔

عائشہ کے معاشرتی اثرات

عائشہ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہیں معاشرے میں بے پناہ رسوخ و اختیار حاصل تھا۔ اجتماع کے دل میں ان کا نفوذ تھا اور مسلمانوں کے قلب پر ان کی حکومت تھی لوگ ان کے فرمان پر پوری توجہ دیتے تھے۔ دوسروں سے کہیں زیادہ ان کی پیروی کی جاتی تھی۔
معاشرے میں ان کے بھرپور رسوخ کی حالت یہ تھی کہ حکومت وقت بھی ڈرتی تھیں۔ اس کے خلاف فتنہ و ھنگامہ کھڑا کر سکتی تھیں۔
ان کی اسی بے پناہ صلاحیت نے انہیں ہر بغاوت اور ہر جنگ میں مدد کی بغاوت و جنگ کو آگے بڑھانے اور کامیابی سے جو کفار کرنے میں گہرے اثرات ڈالے۔ تاریخ میں اس کے واضح شواہد موجود ہیں۔
۱۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اپنے کو خون عثمان سے بری قرار دیتے تھے واضح دلائل کے ساتھ قتل عثمان میں اپنے کو غیر جانبدار ثابت فرماتے تھے۔ آپ کے اس سلسلے میں دقیع بیانات ہیں۔
لوگ بھی اس کی پوری اطلاع رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود آپ کی باتوں کو نہیں مانتے تھے۔ لیکن عائشہ اپنی باتوں سے حضرت علی علیہ السلام کو قتل عثمان میں شریک ہونے کا اعلان کرتی تھیں۔ ان کی اس بات کو لوگ جان و دل سے مانتے تھے۔ کہتے تھے جی ہاں۔ صحیح ہے۔ حالانکہ عائشہ لوگوں کو مغالطہ دیتی تھیں۔ یہ بہت بڑا ثبوت ہے اس بات کا کہ وہ حقائق کو بالکل پلٹ دینے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔
۲۔ عائشہ کے فوجی جنگ جمل میں ان کے اونٹ کے گرد پروانہ وار گھیرا ڈالے ہوئے تھے۔ اسی اونٹ کو اپنا

محور جنگ اور اپنی فتح کا قطب قرار دے رہے تھے_ پروانہ وار اس کے گرد چکر لگا کر گہار مچا رہے تھے_

اے مسلمانو اپنی ماں عائشہ کی جان و دل سے مدد و نصرت کرو ان کی حفاظت کرو_ یہ اقدام روزہ نماز کی طرح تم پر فرض ہے_ یہ تمہاری دینی و جذباتی ذمہ داری ہے_ اس معاملے میں سستی اور ٹال مٹول جرم و گناہ ہے_

عائشہ کے لئے یہ جذبات انگیز ماحول اور لوگوں کا جوش احساس اس کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے بے پناہ معاشرتی اثرات کو کام میں لاتی تھیں ورنہ ہر شخص کے لئے ایسی مقبولیت ممکن نہیں ہے_

۳_ معاشرہ اور قومی محاذ پر عائشہ کا یہی رسوخ تھا کہ وہ کعب بن سور جیسے اہم قاض کو جس کا بصرہ پر بڑا اثر تھا گھر سے میدان جنگ میں کھینچ لائیں_ اس کے ہاتھ میں اونٹ کی لجام تھما دی اسے اپنی جنگ کا پہلا تبرک بنا دیا_

۴_ جنگ جمل میں قبیلہ ازد کے لوگ اونٹ کی مینگنی کو عطر کی طرح سونگھتے تھے_ اس کی بدبو کو تمام قسم کی خوشبوؤں سے بہتر سمجھتے تھے_ وہ چلاّ رہے تھے_

ہماری اماں عائشہ کے اونٹ کی مینگنی سے کتنی اچھی عطر کی خوشبو پھبک رہی ہے (بو جمل امنا ریحہ ریح مسک) حالانکہ اس قسم کا والہانہ پن رسول خدا (ص) کے مرکب کے ساتھ بھی نہیں دیکھا گیا_

۵_ تمام جنگوں میں ایک پرچم ہوتا ہے_ لیکن معمول کے خلاف جنگ جمل میں کوئی پرچم نہیں تھا_ اس جنگ میں پرچم وہی اونٹ تھا جس پر عائشہ بیٹھی ہوئی تھیں_ وہ لشکر کے اگے اگے چل رہا تھا_ جب تک یہ جاندار پرچم حرکت میں تھا یعنی اپنے اعتدال کا تحفظ کرتے ہوئے کھڑا تھا_ عائشہ کے تمام فوجی اپنی شکستوں کو خاطر میں نہیں لا رہے تھے پہاڑ کی طرح حضرت علی علیہ السلام کے لشکر کے سامنے کھڑے تھے_ زبیر نے جنگ سے کنارہ کشی اختیار کی اس کا بھی فوج عائشہ پر کوئی اثر نہیں ہوا_ طلحہ قتل ہوئے عبد اللہ بن زبیر زخمی ہو کر گر پڑے ان باتوں کا لشکر عائشہ پر کوئی اثر نہیں ہوا_ لیکن جیسے ہی عائشہ کا اونٹ پئے کیا گیا اور وہ زمین پر گرا لشکر پر زبردست شکست کے اثار مرتب ہو گئے_ تمام لشکر والے ادھر ادھر بھاگ نکلے_

محترم قارئین_

یہ تھی عائشہ کی سیاسی و معاشرتی حیثیت، نبوغ فکری اور حیرتناک استعداد_ میدان مارنے اور لوگوں کو مغالطہ دینے کی صلاحیت یہ تھی کہ عائشہ کی واقعی شخصیت اور روحانی شخصیت کا رخ_ ان کا اخلاق جیسے گذشتہ صفحات

میں پیش کیا گیا۔ لیکن واضح رہے کہ عائشہ اپنی اس محیر العقول اور عجیب شخصیت کے باوجود جس نے کبھی ہار نہیں مانی لیکن بڑی اسانی سے عبد اللہ بن زبیر کے جھانسے میں اگئیں۔ ابن زبیر سے انہوں نے کیا دھوکہ کھایا اسے ائندہ صفحات میں ملاحظہ فرمایئے

قصہ عبد اللہ بن زبیر کا

عائشہ کی نظر میں سب سے پیارا

عائشہ جس طرح اپنے روحانی اوصاف و خصوصیات میں اپنے زمانے کی مشہور ترین تھیں; اپنے گھرانے اور قوام قبیلے سے جس قدر شدید وابستگی رکھتی تھیں وہ بھی تاریخ میں لا جواب ہے۔ اپنے قوم قبیلے اور گھرانے میں سب سے زیادہ عبد اللہ بن زبیر سے اظہار محبت کرتی تھیں جو ان کی بہن اسماء کے بیٹے تھے۔ ایک خالہ کے بجائے ایک مہربان ماں کی طرح جو اپنے فرزند سے بہت زیادہ جذباتی لگاو رکھتی ہو۔ وہ عبد اللہ کو ٹوٹ کے پیار کرتی تھیں۔ اسی حد سے زیادہ محبت کی وجہ سے اپنی کنیت ام عبد اللہ رکھ لی تھی۔ لوگوں میں اسی کنیت سے مشہور بھی تھیں۔ (۱۵)

ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ: میں نے نہیں دیکھا کہ جنگ کے موقع پر عبد اللہ سے زیادہ کسی کی سلامتی اور کامیابی کے لئے خدا سے دعا کرتی ہوں۔ جنگ ختم ہونے کے بعد جب عبد اللہ کے زندہ بچے جانے کی خبر سنائي گئي تو حد سے زیادہ خوش ہوئي اور سجدۂ شکر بجا لائیں۔ جس شخص نے سلامتی کی خوشخبری دی تھی اسے دس ہزار درھم انعام دیئے

عائشہ بیمار ہوئیں۔ سبھی بھانجے ان کے ارد گرد عیادت کے لئے موجود تھے۔ انہیں میں عبد اللہ بھی تھے۔ عبد اللہ نے خالہ کو بستر بیماری پر نقاہت کی حالت میں دیکھا تو بے اختیار ان کے رخسار پر انسو بہانے لگے۔ عائشہ نے سر اٹھایا کہ بھانجہ رو رہا ہے تو وہ بھی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ روتے ہوئے کہا کہ:

اے عبد اللہ میرے لئے یہ بڑا سخت و سنگین مرحلہ ہے کہ میں تم کو دکھی اور روتا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ میرے

۱۵۔ اغانی ج ۹ ص ۱۴۲

لعل_ تم میرے پیارے اور خاندان میں سب سے پیارے ہو_ میرے پیارے_ میں واضح طور سے کہہ رہی ہوں کہ رسول خدا (ص)، ماں اورباپ کے بعد میں کسی ایسے کو نہیں جانتی جو مجھے تم سے زیادہ محبوب ہو_ تم سے زیادہ میرے دل میں کسی نے محبت کی گنجائشے پیدا نہیں کی ہے_

اس کے بعد عائشہ نے وصیت کی کہ میری موت کے بعد مخصوص گھر اور حجرہ عبد اللہ کو دیا جائے گا_ (۱۶)

عبد اللہ بن زبیر کی بنی ہاشم سے دشمني

عبد اللہ بن زبیر پر عائشہ کی اتنی شدید مہر و محبت کی بارش تھی جب کہ وہ خاندان رسول کا انتہائي بدترین دشمن سمجھا جاتا تھا_ وہ اہلبیت علیہ السلام سے کینہ و عداوت کے ماحول میں پلا بڑھا اس طرح اس کی رگ رگ میں اہلبیت سے عناد بھر گیا تھا_

عبد اللہ جوان ہوا اور اس نے ہاتھ پاوں پھیلائے تو حضرت علی علیہ السلام سے جو کچھ اسے شدید دشمنی تھی، اپنے باپ زبیر کو علی دشمنی سے بھر دیا_ زبیر اپنے فرزند ہی کی وجہ سے اپنے بھائي علی کے دشمن ہو گئے جب کہ وہ ان کے خالہ زاد بھائي تھے_ دشمنی اس قدر بڑھ گئي کہ وہ علی کے دشمنوں کی صف میں ہو گئے اور جنگ و جدال پر امادہ ہو گئے_

خود حضرت علی نے بھی اس واقعیت سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا ہے:

زبیر ہمارے دوست اور طرفدار تھے یہاں تک کہ وہ ہمارے خاندان کی فرد سمجھے جاتے تھے یہاں تک کہ ان کا منحوس اور نا لائق بیٹا عبد اللہ جوان ہوا پھر تو زبیر ہمارے سخت ترین دشمنوں اور مخالفوں میں سمجھے جانے لگے_ (۱۷)

عبد اللہ کی اہلبیت سے دشمنی اتنی تھی کہ چالیس ہفتہ تک متواتر نماز جمعہ کے خطبے میں رسول خدا (ص) کا تذکرہ اور صلوات سے باز رہے_ جب ان سے صلوات روکنے پر اعتراض کیا گیا تو جواب دیا کہ:

مجھے رسول خدا (ص) کے ذکر اور صلوات سے انکار نہیں ہے لیکن چونکہ وہ لوگ جو اپنے کو خاندان رسول سے سمجھتے ہیں

۱۶_ تہذیب بن عساکر ج ۷ ص ۴۰۰، شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۴۸۲

۱۷_ شرح نہج البلاغہ ج ۴۴ ص ۳۶۰، تہذیب ج ۷ ص ۳۶۳، استیعاب، نہج البلاغہ

وہ ذکر رسول سے فخر و مباحات کرتے ہیں_ ان کی ناک رگڑنا چاہتا ہوں اور ان کا فخر و مباحات کرتے ہیں_ ان کی ناک رگڑنا چاہتا ہوں اور ان کا فخر و مباحات ختم کرنا چاہتا ہوں_ میں مسلسل صلوات سے پرہیز کروں گا اور خطبے میں رسول خدا (ص) کا نام نہیں لوں گا_ اس واقعے کو عمر بن شبہ، ابن کلبی، اوقدی اور دوسرے تمام مورخوں نے لکھا ہے_

محمد بن حبیب، ابو عبیدہ اور معمر بن شنی عبد اللہ کا جواب یوں نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کے اعتراض پر کہا تم لوگوں کے درمیان رسول خدا (ص) کے کچھ خاندان والے ہیں_ جو نا اہل ہیں میں ذکر رسول سے اس لئے پرہیز کر رہا ہوں کہ وہ فخر و مباحات کرتے ہیں میں ان کی ناک رگڑنے کے لئے صلوات نہیں پڑھتا خود ابن زبیر نے عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ:

چالیس سال سے تمہارے خاندان کی عداوت میرے دل میں جاگزیں ہے میں اس دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے رہا_ (۱۸)

یوں تو ابن زبیر کے دل میں عام طور سے بنی ہاشم کی عداوت موجزن تھی لیکن حضرت علی سے عداوت سب سے زیادہ تھی_ کبھی کبھی اپنی عداوت کو شنام و حشی گوئي کے ذریعے ظاہر کرتا رہا_ (۱۹)

بنی ہاشم اور اہلبیت سے اس کی دشمنی کا نمونہ یہ واقعہ بھی ہے کہ محمد بن حنفیہ عبد اللہ بن عباس_ حسن شنی بن امام حسن کے علاوہ سترہ افراد بنی ہاشم کو مکہ سے ایک تنگ و تاریک درّے میں جسے درّہ بنی ہاشم کہا جاتا تھا_ اس میں قید کر دیا_ پھر حکم دیا کہ ڈھیر ساری لکڑیاں درّے کے دہانے پر جمع کرو_ جس دن تک ان لوگوں کو مہلت دی گئي تھی اسی سب کو جلا دیا جاتا_ مختار کو اس واقع کی اطلاع ہوئي تو انہوں نے چار ہزار جنگجوو ں کو تیار کر کے حکم دیا جس قدر سرعت ممکن ہوپہو نچکر بنی ہاشم کو ابن زبیر کے الاو سے نجات دیں_

اس واقعے کو تمام مورخین نے اسی طرح نقل کیا ہے لیکن ابو الفرج نے ابن زبیر کی بنی ہاشم کے افراد سے شدید عداوت کی اس طرح تشریح کی ہے_

عبد اللہ زبیر کو بنی ہاشم سے شدید اور گہرائي دشمنی لمبے زمانے سے تھی ان کسی قسم کی تہمت اور برائي سے باز

۱۸_ مروج الذھب ج ۱ ص ۶۳، شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۵۴

۱۹_ مروج الذھب، شرح نہج البلاغہ

نہیں اتا تھا ـ لوگوں کو ان سے عداوت پر ابھارتا رہتا تھا ـ وہ ہمیشہ ان لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد برپا کرنے پر امادہ رہتا تھا ـ بر سر منبر کبھی اشارے میں اور کبھی صاف لفظوں میں ان کی مذمت کرتا تھا ـ بعض موقعوں پر ابن عباس اور دوسرے معززین بنی ہاشم نے اس کا جواب دیکر اس کی ناک بھی رگڑ ی ـ

ابو الفرج اگے لکھتا ہے کہ :

ابن زبیر نے ایک مرتبہ موقعہ پا کر محمد حنفیہ اور دیگر سر کردہ بنی ہاشم کو اسیر کر کے زندان عازم میں قید کر دیا ـ اسی درمیان اسے بتایا گیا کہ ابو عبد اللہ جدلی اور دوسرے عقید تمندوں نے محمد حنفیہ کی گلو خلاصی و مدد کے لئے مکہ کی طرف چل پڑے ہیں ـ ابن زبیر نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا کہ قید خانے کے پھاٹک پر لکڑیاں جمع کی جائیں اور اگ لگا دی جائے ، اس کا ارادہ تھا کہ محمد حنفیہ کے ساتھ سب کو اگ سے جلا دیا جائے ـ

ابو عبد اللہ کو بھی اس واقعے کی خبر ہو گئي ـ وہ بہت زیادہ تیزی سے چلتے ہوئے ٹھیک اسی وقت پہونچے جب دروازے پر اگ کے شعلے بھڑک رہے تھے ، انہوں نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے اگ بجھائي اور محمد حنفیہ کو ازاد کرایا ـ [۲۰]

جنگ جمل میں ابن زبیر کی شعلہ افروزي

یہ ابن زبیر جو دشمنی میں بنی ہاشم کو اگ سے جلا کر مارنا چاہتا تھا یہی عبد اللہ جس نے اپنے باپ کو ان کے ماموں بھائی علی سے بد ظن کر کے ان کا نظریہ بدلوایا ـ خلوص و محبت کو عداوت و دشمنی میں بدل دیا اسی ابن زبیر عائشہ کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا ـ انہیں پہلے ہی سے حضرت علی سے کینہ و عناد تھا ـ بھڑکا کر جنگ و خونریزی پر امادہ کر دیا ـ اس طرح مسلمانوں میں جنگ جمل ہو گئي ـ یہ دعوی بلا دلیل نہیں ہے ـ بلکہ بے شمار تاریخی شواہد موجود ہیں ـ

ابن عبد البر نقل کرتا ہے کہ : ایک دن عائشہ نے کہا : جب بھی عبد اللہ بن عمر کو دیکھنا مجھے خبر کرنا اور اسے میرے پاس بلانا ـ میں اس سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں ـ

ایک دن انہیں عائشہ کے پاس لایا گیا ـ عائشہ نے کہا :

اے ابو عبد الرحمن ـ جس نے میں نے بصرہ کا ارادہ کیا تھا ـ تم نے مجھے اس سفر سے منع کیوں نہیں کیا ـ

۲۰ـ اغانی ج ۹ ص ۶

انہوں نے عائشہ کا جواب دیا_ اے عائشہ_ اس دن آپ عبد اللہ بن زبیر جیسے لوگوں کے قبضے میں تھیں_ آپ کے خیال پر ان کا خیال اس طرح مسلط تھا کہ آپ کو ان کے خلاف سوچنے کی اور مخالفت کرنے کی طاقت نہیں تھی_ ان کے مقابلے میں میری بات کا آپ پر کوئي اثر نہ ہو گا آپ میرے منع کرنے سے ہرگز نہ مانتی_

عائشہ نے کہا: جو ہونا تھا ہو گیا_ لیکن سمجھ لو کہ اگر تم منع کرتے تو میں ہرگز اقدام نہ کرتی_ اپنے گھر اور اپنے شہر سے باہر نہ نکلتی_(۲۱)

امیر المومنین نے بھی شروع جنگ جمل میں عائشہ کو یہ خط لکھا تھا اے عائشہ کہیں تمہیں بن زبیر اور خاندان کی فرد طلحہ سے شدید محبت ایسی راہ پر نہ ڈال دے جس کا نتیجہ عذاب جہنم ہو_

مورخین کا بیان ہے کہ: عائشہ جب مقام حواب پر پہونچیں اور کتوں کے بھونکنے کی اواز انے لگی تو انہیں رسول خدا (ص) کی بات یاد ائي کہ ایک دن آپ نے اس واقع کو بیان کیا تھا اور ابیان میں تعریض عائشہ کی طرف تھی_ جس پر انہوں نے پکا ارادہ کر لیا کہ لشکر کو نہیں چھوڑ کر اپنے گھر واپس چلی جائیں_

جب ابن زبیر کو اس کی اطلاع ہوئي تو فورا خود کو عائشہ کے پاس پہونچکر ان سے کہا اے عائشہ جن لوگوں نے اس کو حواب کا مقام بتایا ہے انہوں نے غلطی کی ہے کیونکہ ہم حواب کو توپیچھے چھوڑ ائے ہیں_ عائشہ کو چونکہ ان سے والہانہ لگاو تھا اس لئے اس سے متاثر ہو کر ابن زبیر کی بات مان لی_

جی ہاں_ عائشہ اپنی تمام سیاست، فکری قدرت اور معاملہ فہمی کے اس جگہ کمزوری دکھائي، عبد اللہ کے سامنے بالکل بے بس ہو گئیں_

لیکن ابن زبیر نے اسی پر قناعت نہیں کی_ بلکہ اس ڈر سے کہ کہیں کوئي عائشہ پر حقیقت حال منکشف کر کے واپس نہ کر دے ان سے علحدہ نہیں ہوئے سائے کی طرح ساتھ چلتے رہے یہاں تک کہ بصرہ پہونچکر جنگ برپا کرا دی_

لیکن اگر بن زبیر نے عائشہ کو دھوکہ نہ دیا ہوتا اور اپنی دیرینہ عداوت ظاہر نہ کی ہوتی تو ہرگز جنگ جمل نہ ہوتی_ اور نہ مسلمانوں کا اس طرح خون بہتا اسی لئے کہا گیا کہ جنگ جمل کی سلسلہ جنبیاتی ابن زبیر نے کی_

۲۱_ استیعاب شرح حال ابن زبیر، شرح نہج البلاغہ ج۴ ص ۲۸۱

جی ہاں .... قارئین کرام پر واضح ہو گیا کہ تاریخی واقعات سے معولم ہوتا ہے کہ جنگ جمل کے اصلی محرک بن زبیر ہی تھے۔ نہ کہ عبد اللہ بن سبا جس کا ہزار سال سے مورخین نام لے رہے ہیں اور اس افسانہ ابن سبا کو واقعی تاریخی شخصیت سے سمجھے بیٹھے ہیں۔ ہم بن سبا کا افسا اگے بیان کرتے ہیں۔

افسانہ عبد اللہ بن سبا

یہاں ہم نے جو جنگ جمل کے حالات لکھے ہیں ان کا مدرک اور اعتماد وہ احادیث و روایات تھیں جن پر تمام مورخوں کو اعتماد سے ہم نے اس تجزیہ و تحلیل میں جن کتابوں سے مطالب لئے ہیں ان کے تمام راویوں کو ، علماء رجال نے توثیق کی ہے اور ان کی باتوں کی تائید و تصدیق کی ہے۔

لیکن ان معتبر تاریخی روایات اور اصیل سرچشموں کے مقابل ایسی روایات بھی پائي جاتی ہیں جن کا تمام سرا ایک جھوٹے اور جعلی شخص کے ہاتھ میں ہے۔ جی ہاں۔ ان جھوٹی روآیتوں کے لئے حدیث سازی کے کارخانے سے ایک شخص باہر نکلتا ہے جسے تمام علماء رجال اورتذکرہ نگاروں نے جھوٹا۔ زندیق اور بے دین کہا ہے۔ لیکن اس کے باوجود قلم کاروں اور مورخوں نے ان جھوٹی روایات کو بعد میں انے والوں کے لئے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے۔

واضح لفظوں میں کہا جائے کہ ان تمام جعلی روایات کا سلسلہ اور ان جعلی روآیتوں کو گڑھنے والے کا نام سیف بن عمر تمیمی کوفی ہے جسے بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے لگ بھگ ایک سو ستّر ۱۷۰ھ میں وفات پائي۔

اس نے اپنے دوران زندگی میں جھوتی روآیتیں اور اپنی طرف سے گرھی ہوئي ڈھیر ساری داستانیں کتب تاریخ کے حوالے کر دی ہیں۔ انہیں میں ایک یہ کہ سیف بن عمرنام کا جھوٹا اور حدیث ساز راوی اپنے خیالی کارخانے سے پیدا کیا پھر اسے لباس ھستی پنھا کر واقعیت کا جامہ چڑھا دیا۔ اس کا نام اس نے عبد اللہ بن سبا رکھا ہے۔

جی ہاں۔ عبد اللہ بن سبا کی حیثیت ایک خیالی شخص سے زیادہ نہیں ہے۔ خداوند عالم نے ایسے شخص کو ابھی تک پیدا ہی نہیں کیا۔

ان خصوصیات و صفات کا مرد ابھی دنیا میں ایا ہی نہیں۔

اس کی تخلیق سیف بن عمر نے کی ہے جس کی فکر بناوٹ اور خیال سازی میں بڑی مہارت رکھتی تھی_ اس نے یہ حرکت اس لئے کی تاکہ ہر قسم کا جھوٹ اور افسانہ اس کے نام سے شائع کر دیا جائے کہ جھوٹ اپنے ہاتھ پاوں پھیلاتا رہے_ دروغ سازی کا دروازہ کھلا رہے_

سیف بن عمر نے اپنی جعل ساز فکر کے سہارے عبد اللہ بن سبا کو پیدا کیا_ پھر جہاں گنجائشے دیکھی اپنی طرف سے داستان عجیب گڑھ کے اس کے سر تھوپ دیا_ ساری باتیں خیالی عبد اللہ بن سبا کے نام سے مسلمانوں کے درمیان مشہور کر دیں_

ایسا ہی اس کا ایک افسانہ بطور خلاصہ یہ ہے کہ............ سیف بن عمر کا بیان ہے کہ: یمن کے صنعاء سے عبد اللہ بمن سبا نام کا ایک شخص عثمان کے زمانے میں نمودار ہوا جسے ابن سودا بھی کہا جاتا تھا اس نے اپنے اسلام کا اظہار کیا لیکن حقیقت میں وہ یہودی تھا یعنی دو اتشہ تھا_ خود وہ شخص انتہائي مکار و حیلہ گر تھا_ اس نے اسلامی معاشرے میں فتنہ و فساد برپا کرنے کا ارادہ کیا تاکہ دو پارٹی بنا کر اسلامی طاقت کو توڑا جائے_ اتحاد پارہ پارہ کیا جائے اسی مقصد سے اس نے اسلام قبول کیا_ اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا_ اس کے بعد اس نے اپنے اس خطرناک منصوبے پر کام کرنا شروع کیا_

اس نے اہم اسلامی شہروں کا سفر کیا_ مدینہ، مصر، شام، کوفہ، بصرہ دندناتا پھرا_ وہ ان شہروں میں ایک بشارت دہندہ کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے اپنے کو نمایاں کرتا رہا_ اس نے مسلمانوں کو خوشخبری سنائي کہ رسول خدا (ص) رجعت فرمائیں گے_ وہ بہت جلد زندہ ہو کر لوگوں کے درمیان تشریف لائیں گے_ اسی ضمن میں اس نے لوگوں کو یہ بھی تلقین و تبلیغ کی کہ رسول کے بلا فصل جانشین اور وصی حضرت علی علیہ السلام ہیں، عثمان نے ان کا حق غصب کر لیا ہے_ مکاری کر کے ان کا حق خلافت ہڑپ لیا ہے_ عبد اللہ بن سبا نے بظاہر اپنا میلان حضرت علی کی طرف دکھا کر ان کی طرفداری کی_ اکثر اصحاب رسول اور مسلمان اس کے فرید میں اگئے_ اور اس کی باتیں مان لیں_ عمار یاسر، ابوذر، ابو حذیفہ، محمد بن ابی بکر، مالک اشتر اور حجر بن عدی جیسے بزرگ ترین اور مشہور اصحاب و تابعین ان دھوکہ کھانے والوں میں سر فہرست ہیں_ یہ لوگ اس کی پیروی کرنے کے لئے اس کے گرد جمع ہو گئے_ وہ گمنام یہودی اپنی ان باتوں سے بہت

سے اصحاب اور مسلمانوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اور اسلام میں ایک مضبوط پارٹی حزب سبائی کے نام سے قائم کرلی۔ اسی پارٹی کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلیفہ عثمان کے گھر کا محاصرہ کرکے انہیں قتل کر دیا۔

جی ہاں۔ سیف بن عمر کے خیال کے مطابق عبد اللہ بن سبا یہودی نے مکاری دکھا کر مسلمانوں کی صیف میں شامل ہو گیا اور بظاہر اپنے کو حضرت علی کا طرفدار مشہور کرکے مشہور اصحاب رسول پر مشتمل ایک سبائی پارٹی بنا کر مسلمانوں کے خلیفہ کو قتل کر دیا۔

سیف بن عمر نے اپنے اس تخلیقی افسانے میں تاریخی حوادث کو اگے بڑھاتے ہوئے جنگ جمل کی بات چھیڑی۔ وہاں اس نے اپنے خلاّق دماغ سے ایک دوسرے عبد اللہ بن سبا کو پیدا کیا جس کا نام قعقاع بن عمرو رکھا ہے۔ اور اسے صحابی رسول بھی بتایا ہے۔ اس شخص کے ذمے اس نے سفارتی کام لگاتے ہوئے اس کا نام کبوتر صلح رکھا ہے۔یہاں سے پھر اپنا شروع کرتے ہوئے بات اگے بڑھاتا ہے۔

جنگ جمل میں قعقاع بن عمرو صلح و صفائی کی بہت کوشش کی کبھی حضرت علی سے ملا اور کبھی عائشہ سے ملاقات کی اور کبھی طلحہ و زبیر سے ملاقات کر کے انہیں صلح کی دعوت دی۔ انہیں جنگ و خونریزی نے ڈرایا۔ اخر کار وہ کبوتر صلح قعقاع اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی کوشش نے دونوں لشکر کو صلح پر امادہ کر لیا۔ اور دونوں طرف کی چھاونی میں سکون پیدا ہو گیا۔ عبد اللہ ابن سبا اور اس کے ماننے والے سبائی اس صلح کے نتیجے سے سخت تشویش میں بتلا ہو گئے انہیں اپنے مجوزہ تخریب کاری کا نقشہ خراب ہوتے دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ انہوں نے رات کی تاریکی میں ایک جگہ جمع ہو کر مشورہ کیا اور اس صلح کو پارہ پارہ کرنے کے لئے ایک منصوبہ تیار کیا۔ خود عبد اللہ ابن سبا جو اس داستان کا ہیرو ہے اس نے نقشہ یوں مرتب کیا کہ اس کی پیروی کرنے والے دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں۔ ایک گروہ حضرت علی علیہ السلام کے لشکر میں چلا جائے اور اپنے کو اس کا سپاہی بتائے اور دوسرا گروہ عائشہ کے لشکر سے چپک جائے اور عائشہ کا طرفدار بتائے اور ایک معین وقت میں اندھیری رات کو ایک دوسرے پر حملہ اور ہو جائیں۔ یہ شور مچاتے ہوئے کہ ادھر سے حملہ ہو گیا اس طرح ناگہانی طور سے جنگ کی اگ بھڑک اٹھے گی اور جو صلح قعقاع کے ذریعہ سے طے پا گئی ہے جنگ میں بدل جائیگی۔

اس تخریب کار گروہ نے عبد اللہ بن سبا کی تجویز کو پسند کیا اور خوشی خوشی اسے مان لیا اور اندھیری رات میں

اس کو بڑے اچھے ڈھنگ سے نافذ کر دیا اس طرح دونوں لشکر کے افسران کے میلان کے خلاف بغیر اطلاع کے مسلمان ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھے اور اتش جنگ خاموش ہونے کے بعد دوبارہ شعلہ ور ہو گئي اس طرح تخریب کار عبد اللہ بن سبا کی پارٹی نے مسلمانوں کے درمیان جنگ جمل کرا دی ۔

یہ تھی جنگ جمل واقع ہونے کی داستان جسے سیف ابن عمر نے گڑھی ہے اور جس کی صحت اور واقعیت کی کوئي بنیاد نہیں ہے ۔ کیونکہ اس داستان کے دونوں ہیرو یعنی عبد اللہ بن سبا اور قعقاع ابن عمرو کا اصلاً آج تک کوئی وجود ہی نہیں ہے ۔ آج نا کل ۔ یہ کبھی پیدا ہی نہیں ہوئے ۔ اس صورت حال میں اس داستان کو افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ سن ۱۷۰ھ سے پہلے سیف ابن عمرو نے یہ افسانہ گڑھا اور تاریخ لکھنے والوں نے بھی اس افسانہ کو اسی سے حاصل کر کے اپنی کتابوں میں لکھ مارا اس طرح بتدریج جیسے جیسے زمانہ گذرتا گیا اس کو واقعی تاریخ کی حیثیت سے شہرت حاصل ہو گئي ۔ بعد میں اسے معتبر کتابوں میں بھی جگہ ملتی گئي ۔ اس طرح قارئین نے اس حادثہ کے مقابل گڑھے ہوئے واقعے کو یہ سوچ کر مان لیا کہ مشہور کتابوں میں لکھا ہوا ہے اور اب تو انہیں ذرا سا بھی شک نہیں ہوتا اور اس کی واقعیت میں وہ شک بھی نہیں کرتے چنانچہ زیادہ تر اسلامی مورخین اور مستشرقین نے بھی اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ یہ داستان افسانہ سے زیادہ نہیں اور اس افسانے کا تخلیق کار جھوٹے سیف ابن عمر کے علاوہ کوئي نہیں ۔

"واقعہ کا سرا اکیلے سیف کے ہاتھ میں ہے"

مذکورہ داستان کا ناقل اور راوی سیف کے علاوہ کوئي نہیں جس شخص نے بھی اپنی کتاب میں یہ واقعہ لکھا ہے اسی سیف سے روآیت کی ہے ۔ اخری سرا سیف ہی تک پہنچتا ہے اس کے علاوہ دوسرے کسی کا نام درمیان میں نہیں ہے کیونکہ طبری (م ۳۱۰ھ) اس داستان کو اسی ایک راوی سے حاصل کر کے اپنی کتاب میں لکھا ہے اور ابن عساکر نے (م ۵۷۱ھ) اپنی تاریخ مدینہ و دمشق اور ابن ابی بکر (۷۴۱ھ) نے بھی اپنی کتاب التمھید والبیان میں اور ذہبي (م ۷۴۲ھ) اپنی تاریخ کی کتاب میں اس افسانہ کو اسی سیف ابن عمر سے حاصل کر کے اپنی کتاب میں لکھا ہے ۔

بعد کے تمام تاریخ نگاروں میں آج تک جس نے بھی یہ داستان لکھی ہے وہ طبری کے حوالے سے لکھی ہے

اور طبری نے بھی اسی ایک جھوٹے اور افسانہ ساز راوی سے نقل کیا ہے

اور ہم نے اپنی کتاب عبد اللہ ابن سبا میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے اور ساری باتوں کو بیان کر کے یہ نشاندہی کی ہے کہ کس طرح بعد کے تاریخ نویسوں نے یہ افسانہ نقل کرنے میں اکیلے طبری سے سندلی ہے اور اپنی تحقیق میں صرف اسی پر بھروسہ کیا ہے یہاں نمونے کے طور پر ماضی کے دو مورخوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے _

۱_ گذشتہ تاریخ نگاروں میں ابن خلدون کا پایہ بہت بلند ہے وہ اپنی کتاب المبتداء و الخبر میں قتل عثمان کے بعد جنگ جمل کا واقعہ لکھتے ہوئے اس کی چند باتوں کو نقل کرتا ہے اور دوسری جلد میں صفحہ ۴۲۵ میں وہ کہتا ہے کہ یہ تھی جنگ جمل کی داستان جسے ہم نے تاریخ طبری سے نقل کیا ہے اور چونکہ ہمیں اس کتاب پر وثوق و اطمینان ہے اس لئے جنگ جمل کی تاریخ لکھنے میں ہم نے اسی ایک کتاب پر اکتفا کی_ وہ اسی کتاب کے صفحہ ۴۳۷ پر کہتا ہے کہ میں نے ان تمام تاریخی حوادث کو محمد ابن جریر طبری کی تاریخ کبیر سے لکھا ہے اور بطور خلاصہ اپنی کتاب میں صرف اسی سے نقل کیا ہے کیونکہ کتب تاریخ کے درمیان ہم نے اسے دوسری کتابوں کے مقابل محکم تر پایا ہے اس لئے صرف اسی پر اعتماد و اطمینان کیا ہے ، کیونکہ اس کتاب میں بزرگ اصحاب رسول پر تنقید و طعن کم پایا جاتا ہے _

۲_ اور ابن ہم مورخوں میں آج سعید افغانی کا نام لے رہے ہیں انہوں نے اپنی کتاب عائشہ و سیاست کی مختلف مصلوں میں

اجتماع عثمان و تتابع الحوادث ص ۳۲_ ۳۵

ابن سبا البطل الحنفی المخیف ص ۴۸_ ۵۲

الاشراف علی الصلح ص ۱۴۵_ ۱۴۷

الموامرة و الدسیسه ص ۱۵۵_ ۱۵۸ میں اس جھوٹی داستان عبد اللہ ابن سبا اور اس کے پیرو کاروں کی لکھ ماری ہے پھر اپنی اس کتاب کے مدرک کو صفحہ ۵ پر اس طرح واضح کیا ہے _

ان تاریخی حوادث کے نقل میں میں نے تاریخ طبری پر اعتماد کیا ہے اور تاریخی مطالب کو صرف اسی سے حاصل کیا ہے کیونکہ تاریخ طبری دوسری تمام کتابوں کے مقابل حوادث تاریخی کے عہد سے نزدیک ہے اور تاریخی تالیف کی حیثیت سے بھی تمام کتب تاریخ پر مقدم ہے ان باتوں کے علاوہ اس کتاب کے مولف نے دوسرے

مورخین سے زیادہ حفظ و امانت تاریخی میں عرق ریزی کی ہے بعد کے مورخین نے بھی نقل تاریخ میں اسی پر زیادہ اعتماد کیا ہے۔ مجھے بھی اس کتاب سے بہت عقیدت ہے اسی لئے میں نے اس کی عبارتوں کے عین الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

پھر سعید افغانی اپنے صفحہ ۴۷ پر لکھتے ہیں کہ ہم نے زیادہ تر واقعات تاریخ طبری پر اعتماد کرتے ہوئے نقل کئے ہیں۔

قرئین کرام جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں کہ طبری نے اس افسانہ کو اکیلے سیف ابن عمر سے اپنی کتاب پر نقل کیا بعد کے تمام مورخین نے طبری کی عظمت و جلالت پر بھروسہ کرتے ہوئے اس افسانہ کو بغیر غور و فکر کئے اسی سے نقل کر ڈالا اور اپنی کتابوں میں جگہ دیدی اس طرح ایک جعلی اور جھوٹی داستان ایک واقعی تاریخی حیثیت سے لوگوں کے درمیان شائع ہو گئي اور ایک جھوٹا افسانہ ایک نا قابل انکار حقیقت کا روپ لیکر ظاہر ہو گیا۔

اب میں قارئین کی توجہ اس جدول کی طرف موڑنا چاہتا ہوں یہ جدول عبد اللہ ابن سبا کے افسانہ کو نقل کرنے کا سلسلہ اول سے اخر تک کل سے آج تک پورے طور سے واضح کر دیتا ہے۔ یہ جدول واضح کرتا ہے کہ اس افسانہ کا ناقل صرف جھوٹے سیف ابن عمر کے علاوہ کوئي نہیں ہے آج اور کل کے تمام مورخین کی طعن صرف اسی پر ٹوٹتی ہے اور سیف ابن عمر کی دروغ بیانی حدیث سازی تمام علم رجال کے علماء کے درمیان روشن اور مسلم ہے۔

پردہ اٹھتا ہے

جنگ جمل کے بعد جو حضرت علی علیہ السلام کی فتح کی صورت میں ختم ہوئي تھی عائشہ شکستہ بال و پر اور سخت غم و غصہ کے ساتھ اپنے گھر واپس اگئیں وہ اس صورت میں گھر واپس ارہی تھیں کہ شکست بھی کھائي تھی اور اپنے چچیرے بھائي طلحہ سے ہاتھ دھو بیٹھی تھیں یہ وہی طلحہ تھے جن کے لئے عائشہ نے بہت زیادہ امیدیں باندھ رکھی تھیں کہ انہیں کرسي خلافت پر بیٹھا دیں اور مسلمانوں کی حکومت ان کے حوالے کر دیں اسی جنگ میں نہ صرف یہ کہ ان کے چچیرے بھائي طلحہ قتل ہوئے بلکہ ان کے بیٹے محمد ابن طلحہ بھی قتل کئے گئے جو خاندان میں سب سے قریب تھے اس جنگ میں اپنی بہن اسماء [22] کے شوہر کو بھی ہاتھ سے دیدیا تھا جو جنگ کے سپہ سالار تھے۔

۲۲۔ اسماء بنت ابی بکر عائشہ کی بڑی بہن تھیں ان کی ماں کا نام قیلہ یا قتیلہ تھا اسماء کو ذات نطاقین بھی کہتے ہیں یعنی دازار بند والی کیونکہ انہوں نے رسول اللہ (ص) کی ہجرت کے دن اپنی کمر کا پٹکہ ادھا پھاڑ کر رسول اللہ (ص) کے سفر کا کھانا باندھا تھا وہ زبیر کی زوجہ تھیں جن سے تین بیٹے ہوئے۔ عبد اللہ۔ عروہ۔ منذر۔ اس کے بعد زبیر نے انہیں طلاق دے دی۔ ان کے فرزند عبد اللہ ۷۳ ہجری میں قتل کئے گئے حالانکہ اسماء زندہ تھیں۔ اسی کے چند روز بعد ۱۰۰ سال کی عمر میں اسماء وفات پا گئیں۔ اسد الغابہ ج ۵ ص ۲۶۸

یہ وجہ تھی کہ جنگ ختم ہونے کے بعد ڈھیر سارا دکھ درد لئے حیرت و ندامت کے ساتھ کہ ہم نے نصیحتوں پر توجہ کیوں نہ کی خیر خواہوں کی باتیں کیون نہ مانیں وہ اپنی گھر واپس اگئیں۔ وہ اس حالت میں مدینہ واپس ہوئیں کہ ان کا سینہ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف کینہ و عناد سے بھرا ہوا تھا۔ جیسے دیگچی میں پانی جوش مارتا ہے۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ جب تک حضرت علی علیہ السلام زندہ ہیں اور مسلمانوں کی قیادت کر رہے ہیں اتنی تمام دشمنی کو اپنے سینے میں چھپائے رہیں اور ایک وقت کت کے لئے اپنے سینے کو خاکستر بنائے رہیں۔

اسی وجہ سے جس وقت حضرت علی علیہ السلام کے موت کی خبر ان کے کان میں پڑی تو سجدہ شکر بجالائیں اور بہت زیادہ خوش اور مسرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ دو شعر پڑھے

فالقت عصا ھا و استقر بها النوی

کما قر عیناً بالایاب المسافر

فان یك نائیاً فلقد نعاه

غلام لیس فی فیه التراب

علی گزر گئے اور ابن ان کی واپس نہیں ہو گی مجھے ان کی موت سے اپنے دل کو اتنی خوشی ہو رہی ہے جیسے خاندان کا کوئی مسافر اپنا عزیز تر رشتہ دار گھر واپس انے سے خوشی ہوتی ہے۔ ہاں۔ علی کی موت سے میری انکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

عائشہ نے یہ اشعار پڑھے اور پوچھا کہ علی علیہ السلام کا قاتل کون ہے۔ ان سے کہا گیا کہ قبیلہ مراد کا ایک شخص۔

یہ سن کر عائشہ نے یہ اشعار پڑھے_ وہ (علی) اگرچہ موت کے وقت ہم سے دور تھے لیکن اس جوان کو زندہ باد جس نے ہمیں موت کی خوشخبری سنا کر ہمیں خوش کر دیا جس ان شعروں کی خبر ام سلمی کی بیٹی زینب [۲۳] کو ہوئي تو انہوں نے عائشہ پر اعتراض کیا اور کہا کہ اے عائشہ کیا تم حضرت علی علیہ السلام جیسے عظیم انسان کے لئۓ یہ بے ہودہ باتیں بک رہی ہو کیا تم ان کے قتل کی خبر کو مسرت کی خبر سمجھتی ہو_ عائشہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا میں ذرا سٹھیا گئي تھی جب بھی ایسی حالت ہو تو ہمیں چونکا دیا کرو [۲۴]_

ابو الفرج اصفہانی کے مطابق عائشہ نے زینب کا یہ جواب دیکر یہ شعر پڑھے

مازال اهداء القائد بيننا

باسم الصديق و كثرة الالقاب

حتى تركت و كان قولك فيهم

فى كل مجتمع طنين ذباب

ہمارے درمیان یہ رسم تھی کہ ہم دوستوں کو القاب اور بہت تعریف کے ساتھ یاد کرتے تھے ان کی مدح میں قصیدے اور اشعار پڑھتے تھے لیکن وہ زمانہ بیت گیا_ وہ وقت گذر گیا_ اب تو تعریف و توصیف ان لوگوں کی مکھی کی اوازیں کم رہ گئي ہے_ جن کا تھوڑا سا بھی اثر باقی نہیں ہے_

عائشہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ دشمنی عداوت اور کینے جو عائشہ سے مختلف اوقات میں علی کے بارے میں ظاہر

۲۳_ زینب زوجہ رسول حضرت ام سلمی کی بیٹی تھیں ان کے باپ کا نام عبد الاسد قریشی تھا چونکہ وہ قبیلہ مخزوم سے تھیں اس لئے مخزومی کہی جاتی ہیں_

۲۴_ طبری ج۷ ص ۸۸ ، طبقات ج۳ ص ۴۰ ، مقاتل الطالبین ص ۴۲ ، کامل ابن اثیر ج۳ ص ۱۵۷

ہوئے ان سے بہت سے راز نہانی ظاہر ہوتے ہیں۔

فرزندان علی علیہ السلام سے عائشہ کی عداوت

عائشہ کی عداوت صرف حضرت علی علیہ السلام سے ہی مخصوص نہیں تھی بلکہ اس کی جڑیں بہت عمیق اور بہت وسیع تر تھی اس کا دائرہ حضرت علی علیہ السلام کے پورے خاندان میں پھیلا ہوا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ عائشہ حضرت علی علیہ السلام کے فرزند حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام سے پردہ کرتی تھیں اور ان سے نامحرموں کا سا برتاو کرتی تھیں حالانکہ ابن عباس ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے تھے کہ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو عائشہ سے محرم ہونے کی حیثیت حاصل ہے ابن سعد نے عائشہ کے اس سلوک کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ ابو حنیفہ اور مالک سے نقل کیا گیا ہے کہ ہر شخص کی زوجہ اپنے فرزندوں کی نسبت سے خاندان کے دوسرے افراد کے مقابل اور اسی طرح اس کی بیٹی کے بیٹوں کی بن بست محرم رہیں گے اور ان میں سے کسی کو اس عورت سے شادی کی اجازت نہیں اب یہ مسئلہ تمام مسلمانوں کا متفقہ مسئلہ ہے۔

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ جو تمام مسلمانوں میں متفقہ ہے۔

اور ابن عباس ابو حنفیہ اور مالک بھی اسی کے قابل ہیں یہ ایسی بات نہیں تھی کہ عائشہ سے چھپی ہوئی ہو اور اس حکم کو نہ جانتی ہوں۔ عائشہ کا مقصد تو اس برتاو سے دوسرا ہی تھا وہ چاہتی تھیں کہ اپنے اس سلوک سے حسنین علیہ السلام کے فرزند رسول ہونے کا انکار کریں اور انہیں فرزند رسول (ص) نہ سمجھا جائے۔

عائشہ دوسری جنگ کی تیاری کرتی ہیں

جس دن سے عائشہ نے لوگوں کو بھڑکا کر ایک عظیم انقلاب برپا کیا اسی دن سے بنی امیہ میں اور ان میں سخت نفرت اختلاف تھا کیونکہ بنی امیہ عثمان کا خاندان اور ان کا طرفدار تھا۔

لیکن جس دن سے یہ دونوں حضرت علی علیہ السلام خلیفہ ہوئے اور عائشہ نے ان کے خلاف قیام کیا اسی دن سے یہ

دونوں قطب مخالف یعنی عائشہ اور بنی امیہ تین باہم صلح و صفائي ہو گئي اور دونوں ایک دوسرے کے قریب ہو گئے_

حالانکہ عائشہ اور بنی امیہ ایک دوسرے کی ضد تھے اور دشمن بھی تھے لیکن اس معاملے میں_ جی ہاں_ صرف اسی معاملے میں دونوں کا مقصد ایک تھا کیونکہ دونوں ہی حضرت علی علیہ السلام کے سخت مخالف تھے یہ مشترک ھدف اس بات کا سبب بنا کریہ دونوں مخالف قطب ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کا ہاتھ بڑھا کر ایک ہو جائیں_

بنی امیہ عائشہ کے پرچم کے نیچے اگئے اور انہوں نے عداوت کو دوستی اور اتحاد میں بدل دیا اپنی توانائیاں ایک جگہ مرکوز کردیں تاکہ علی علیہ السلام کو خلافت سے معذول کیا جا سکے_ اسی وجہ سے جنگ جمل واقع ہوئي لیکن اس کے اس امید کے برخلاف علی علیہ السلام نے اس جنگ میں فتح پائي اور عائہش کو ان کے گھر واپس کر دیا_

عائشہ نے اگرچہ جنگ میں اپنی طاقت و توانائي ختم کردی تھی لیکن وہ اپنی فعالیت کو ختم کر کے چین سے نہیں بیٹھ سکتی تھیں وہ اپنی پوشیدہ دشمنی کو اور دکھ رنج کو برداشت کر کے ارام سے خاموش نہیں بیٹھ سکتی تھیں یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے سردار معاویہ سے اور تمام بنی امیہ سے ارتباط و تحاد زیادہ سے زیادہ محکم تر کرنے لگیں اور ایک ہماھنگی کا معاہدہ سا ہو گیا کہ دونوں ہی حضرت علی علیہ السلام کی مخالفت میں کمربستہ تھے_

وہ ایک دوسری جنگ کے کا ماحول تیار کرنے میں جٹ گئیں_ اور نتیجہ میں حضرت علی علیہ السلام کے ایک دوسری جنگ واقع ہوئي جو جنگ جمل سے سخت تر تھی اور اس کے نتائج و اثار اس سے بھی زیادہ خطرناک اور نقصان دہ تھے_

جی ہاں .... عائشہ مخالفت علی علیہ السلام ختم کرنے پر امادہ نہیں تھیں انہوں نے جنگ جمل کے بعد ایک سرد جنگ چھیڑدی یہ زبان کی جنگ تھی_ جو جنگ حضرت علی علیہ السلام کے قتل ہونے کے بعد بھی ختم نہیں ہوئي اور اس کا دائرہ عائشہ کی اخری سانسوں تک پھیلتا رہا_

ہاں_ جب تک عائشہ زندہ تھیں حضرت علی علیہ السلام کے خلاف حدیث سازی کی جنگ تھی اور بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس جنگ کے نقصانات آج تک تاریخ اسلام میں جاری ہیں اور صدیوں بعد بھی اس جنگ کے اثار دامن اسلام سے ختم نہیں ہوئے ہیں_

معاویہ جو ہمیشہ حضرت علی علیہ السلام سے برسرپیکار رہے اور انہوں نے اس راہ میں اپنی تمام طاقت و قوت کو رف کر

ڈالا حیلہ و فریب کے تمام راستے اختیار کئے اخر کار جو کچھ ان کے اختیار میں دولت و توانائی تھی مخالفت علی علیہ السلام میں صرف کر ڈالی۔ عائشہ اس راہ میں آپ سے اور بلا معاوجہ معاویہ کی طاقتور معاون بن گئیں جسے آپ اسی کتاب کی تیسری جلد میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

خدایا۔ اس کتاب کو مسلمانوں کے لئے فائدہ بخش قرار دے اور ہمارے لئے ذخیرہ اخرت۔

و الحمد لله رب العالمین و صلی الله علی سید نا محمد و اله الطیبین الطاهرین۔

فہرست

مقدمہ مترجم ۴
مقدمہ مولف ٦
بیعت کے بعد ۸
حساس ترین فراز ۸
جب فرمان قتل ، انتقام میں بدل گیا ۱۲
بیعت توڑنے والے ۱۷
طلحہ و زبیر نے بیعت توڑي ۱۹
لشکر کی تیّاري ۲۵
عراق کی طرف ۲٦
ام سلمہ نے عائشہ کو سمجھایا ۲۷
راستے کی باتیں ۲۸
پیش نمازی پر اختلاف ۲۹
انتظامی معاملات کا اختلاف ۲۹
تیسرا اختلاف ۳۰
حواب کا واقعہ ۳۱
سرداران لشکر کی وضاحت ۳۲
سرداران لشکر نے تقریریں کیں ۳٦
مقرروں پر اعتراض ۳۹
جنگ جمل ۴۴

پہلی جنگ شروع ہوئی ۴۴

دوسری جنگ شروع ہوئی ۴۶

داخلی جنگ شروع ہوگئی ۴۸

جب حقیقت روشن ہوئی ۴۹

طلحہ و زبیر اپنے مقصد میں مشکوک تھے ۵۱

عائشہ کے پاس دو خط ۵۳

۱_ زید ابن صوحان کو خط ۵۳

۲_ حفصہ کو خط ۵۴

علی کا لشکر مدینے سے چلا ۵۶

لشکر علی علیہ السلام ربذہ میں ۵۸

لشکر علی علیہ السلام ذی قار میں ۶۰

ذیقار میں حضرت علی علیہ السلام کی دوسری تقریر ۶۳

لشکر علی علیہ السلام زاویہ میں ۶۵

گورنر بصرہ کو طلحہ و زبیر کا خط ۶۸

امیر المومنین کا خط اپنے گورنر بصرہ کے نام ۷۰

شعلہ بار تقریریں ۷۳

مرد جشمی نے تقریر کی ۷۳

طلحہ کی تقریر ۷۴

زبیر کی تقریر ۷۵

عائشہ کی تقریر ۷۵

پہلی جنگ ۷۷
صلح اور صلحنامہ ۸۰
صلحنامہ کا متن ان پانچ دفعات پر مشتمل تھا.. ۸۱
دوسری جنگ ۸۲
طلحہ و زبیر نے دوسری بار پیمان شکنی کی ۸۲
دوسری جنگ شروع ہوئی ۸۳
جنگی قیدیوں کی سرگذشت ۸۴
محافظوں کی سرگذشت ۸۵
گورنر بصرہ کی سرگذشت ۸۶
تیسری جنگ ۸۷
داخلی اختلافات ۸۸
ایک دوسرا اختلاف ۸۹
خطوط و پیغامات ۸۹
طلحہ و زبیر کو خط ۹۰
زبیر کو پیغام ۹۱
عائشہ کو پیغام ۹۳
طلحہ و عائشہ کا جواب ۹۴
ہیجان انگیز تقریریں ۹۵
عبداللہ بن زبیر کی تقریر ۹۵
امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا ۹۵

حضرت علی علیہ السلام کی اخری تقریر ۹۷
حضرت علی علیہ السلام نے اپنے جنگی پروگرام کا اعلان فرمایا ۹۸
حضرت علی علیہ السلام نے قرآن کے ذریعہ اتمام حجت فرمایا ۱۰۰
عماریاسر نے عائشہ اور سرداران لشکر سے بات کي ۱۰۲
حضرت علی علیہ السلام نے اخری بار اتمام حجت فرمایا ۱۰۴
حضرت علی علیہ السلام کی زبیر سے ملاقات ۱۰۸
واقعہ کی تفصیل ۱۱۰
زبیر کی سرگذشت ۱۱۳
طلحہ کی سرگذشت ۱۱۶
طلحہ کیسے قتل ہوئے ؟ ۱۱۸
اخری جنگ شروع ہوئي ۱۲۰
کعب بن سور کون ہے ؟ ۱۲۳
اونٹ کی لجام قریش کے ہاتھ میں ۱۲۵
اونٹ کی لجام بنی ناجیہ کے ہاتھ میں ۱۲۶
لجام قبیلہ ازد کے ہاتھوں ۱۲۷
ایک عجیب داستان ۱۲۸
رجز خوانیاں ۱۲۹
عبداللہ اور مالک اشتر کی جنگ ۱۳۳
جنگ اپنے شباب پر پہنچ گئي ۱۳۶
دو لشکر کا شعار ۱۳۸

جنگ کا خاتمہ.. ۱۳۹
عائشہ سے کچھ باتیں.. ۱۴۰
حضرت علی نے عائشہ سے گفتگو کی.. ۱۴۱
عمار نے عائشہ سے بات کي.. ۱۴۲
فتح کے بعد معافي.. ۱۴۳
عام معافي.. ۱۴۳
اعتراض اور علی علیہ السلام کا جواب.. ۱۴۴
حضرت علی علیہ السلام نے طلحہ وزبیر سے کیوں جنگ کی ؟.. ۱۴۹
عائشہ ، مدینہ واپس ہوئیں.. ۱۵۰
جنگ جمل کے بدترین نتائج.. ۱۵۶
بعد کے نتائج.. ۱۵۷
نظریاتی اختلافات کی پیدائشے.. ۱۵۸
عائشہ کی واقعی شخصیت کا تعارف.. ۱۶۱
عائشہ کی دلی قوت.. ۱۶۲
عائشہ ، دنیا کی عظیم ترین سیاست داں.. ۱۶۳
عائشہ کی تقریری صلاحیت.. ۱۶۶
اپنی حیثیت سے استفادہ.. ۱۷۱
عائشہ دنیا کی عظیم ترین سیاست داں.. ۱۷۳
عائشہ کے معاشرتی اثرات.. ۱۷۵
قصہ عبد اللہ بن زبیر کا.. ۱۷۷

عائشہ کی نظر میں سب سے پیارا ۱۷۷
عبد اللہ بن زبیر کی بنی ہاشم سے دشمني ۱۷۸
جنگ جمل میں ابن زبیر کی شعلہ افروزي ۱۸۰
افسانہ عبد اللہ بن سبا ۱۸۲
"واقعہ کا سرا اکیلے سیف کے ہاتھ میں ہے" ۱۸۵
پردہ اٹھتا ہے ۱۸۷
فرزندان علی علیہ السلام سے عائشہ کی عداوت ۱۹۰
عائشہ دوسری جنگ کی تیاری کرتی ہیں ۱۹۰